

مفتاح العلوم

توضیح الکلام

پر ایک نظر

مؤلف

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ دیوبند

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ علوم دینیہ دیوبند

ناشر

جامعہ اسلامیہ علوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان

هو الفتح العليم

توضیح الکلام پر ایک نظر

مؤلف

مناظر اسلام محقق اہلسنت فخر حقیقت
حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ دیوی
فائل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیر والی

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	توضیح الکلام پر ایک نظر
تصنیف	مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
صفحات	
میعاد	جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ، ستمبر ۲۰۰۲ء
کمپوزنگ	مشتاق احمد قمر، چودھری عبدالرزاق
ناشر	(عارف والا کمپوزنگ، چھانہ بازار عارف والا، فون 34722)
قیمت	جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان فون 711364 کوڈ 0961

ملنے کے پتے

مکتبہ امدادیہ بلال آباد (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان
مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور
ناظم ادارہ نشر و اشاعت نضرۃ العلوم گوجرانوالہ
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار اوراپینڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ احسنی احسن العلوم گلشن اقبال کراچی
کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
1	توضیح اکلام حسن اکلام کی حمایت میں لکھی گئی ہے	11	18	ایک تحریف کا ارتکاب	70
2	توضیح اکلام طبع دوم میں بھی طبع اول لکھا گیا ہے	12	19	حضرت ابن عمر کا ایک اثر	73
3	مولانا خلام رسول غیر مقلد کا نظریہ	13	20	حضرت ابن عمر سے ایک ضعیف اثر	77
4	مولانا فضل الہی غیر مقلد نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چھوڑ دی	14	21	عقبر بن نافع کا اثر اور اثری صاحب کی تحریف	78
5	علامہ سرحدین دہلوی غیر مقلد کا نظریہ	14	22	حضرت زید بن ثابت کا اثر	79
6	مولانا مبارک پوری کی ناانصافی	16-32	23	امام بخاری کی کاروائی	82
7	دہم نمبر 1	33	24	حضرت عمر بن خطاب کی روایت	83
8	دہم نمبر 2	44	25	حضرت عثمان کی روایت	88
9	دہم نمبر 3	44	26	حضرت علی کا اثر	88
10	دہم نمبر 4	47	27	درک درک و درک رکعت ہے	95
11	جہوت نمبر 1، جہوت نمبر 2	50	28	اصولۃ لمن لم یقر أبقا تحذیر کتاب منفرد کے لئے ہے	98
12	جہوت نمبر 3	53	29	جہوت نمبر 5	101
13	جہوت نمبر 4	56	30	جہوت نمبر 6	102
14	حضرت جابر کا اثر	57-58	31	جہوت نمبر 7	105
15	حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر	58-62	32	حضرت امام بخاری کے ہاں لان الحق کی حدیث قطع اور غیر ثابت ہے	106
16	حضرت جابر کا اثر	63-67	33	جہوت نمبر 8	108
17	سعید بن مسرک ملت شعبہ غیر محفوظ	67	34	جہوت نمبر 9	111

صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار	صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
176	جھوٹ نمبر، 38,37	55	112	جھوٹ نمبر 14,13,12,11,10	35
178	باب التصادات، آتشاؤ نمبر 1	56	113	جھوٹ نمبر 15	36
178	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث پر امام تقی بن معین و امام ابو حاتم جرح کرتے ہیں	57	115	جھوٹ نمبر 16	37
185	امام تقی اور امام ابو حاتم نے حدیث ابو موسیٰ اشعریؓ پر جرح نہیں کی	58	119	جھوٹ نمبر 17	38
187	آتشاؤ نمبر 2 لیکن الحدیث کے یہ معنی قطعا نہیں کہ حدیث میں ضعیف ہے	59	123	جھوٹ نمبر 18	39
188	لیکن کا معنی یہ ہے کہ حدیث میں ضعیف ہے	60	125	جھوٹ نمبر 19	40
189	آتشاؤ نمبر 3,2	61	142-128	امام بیہقی کے حالات	41
191	آتشاؤ نمبر 5,4	62	147	جھوٹ نمبر 20	42
193	آتشاؤ نمبر 6	63	152	جھوٹ نمبر 21	43
196	آتشاؤ نمبر 7	64	154	جھوٹ نمبر 22	44
198	آتشاؤ نمبر 9,8	65	160	جھوٹ نمبر 24,23	45
204	آتشاؤ نمبر 10	66	161	جھوٹ نمبر 25	46
206	آتشاؤ نمبر 11	67	162	جھوٹ نمبر 27,26	47
209	آتشاؤ نمبر 12	68	164	جھوٹ نمبر 29,28	48
210	آتشاؤ نمبر 14,13	69	165	جھوٹ نمبر 31,30	49
212	آتشاؤ نمبر 15	70	166	جھوٹ نمبر 32	50
213	آتشاؤ نمبر 16	71	170	جھوٹ نمبر 34,33	51
216	آتشاؤ نمبر 17	72	171	جھوٹ نمبر 35	52
217	آتشاؤ نمبر 19,18	73	172	جھوٹ نمبر 36	53
221	آتشاؤ نمبر 20	74	173	امیر علی حنفی نہیں	54

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
75	تضاد نمبر 22,21	222	95	دھوکہ نمبر 2	267
76	تضاد نمبر 23	225	96	دھوکہ نمبر 3	269
77	تضاد نمبر 24	226	97	دھوکہ نمبر 4	270
78	تضاد نمبر 25	227	98	دھوکہ نمبر 6,5	271
79	تضاد نمبر 26	232	99	دھوکہ نمبر 7	276
80	تضاد نمبر 28,27	242	100	دھوکہ نمبر 9,8	274
81	تضاد نمبر 29	243	101	جہالت نمبر 5,4,3,2,1	275
82	تضاد نمبر 31,30	246	102	جہالت نمبر 7,6	276
83	تضاد نمبر 32	247	103	جہالت نمبر 10,9,8	277
84	تضاد نمبر 33	248	104	جہالت نمبر 13,12,11	278
85	تضاد نمبر 36,35,34	249	105	جہالت نمبر 14	279
86	تضاد نمبر 37	250	106	سینہ زوری نمبر 1	279
87	تحریف نمبر 4,3,2,1	251	107	سینہ زوری نمبر 2	281
88	تحریف نمبر 6,5	252	108	سینہ زوری نمبر 4,3	282
89	تحریف نمبر 7	254	109	ابن اخیل پر جرح	283
90	خیانت نمبر 2,1	257	110	ابن اعظم پر جرح کا جواب	303
91	خیانت نمبر 3	258	111	باب الحلقہ قات	311
92	خیانت نمبر 4	260			
93	خیانت نمبر 7,6,5	260			
94	دھوکہ نمبر 1	261			

احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام مؤلفہ محدث اعظم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفحہ ۱۰۰ امجدہم کے جواب میں توضیح الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام مؤلفہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلدہ و جلدیں تحریر کی گئی ہے۔ جس میں یہ باور کرایا گیا ہے کہ یہ احسن الکلام کا مکمل جواب ہے توضیح الکلام کی تکمیل اور تصحیح میں بعض غیر مقلدین حضرات نے خوب تعاون کیا اور بعض حضرات نے تقریظات میں بدیہ تمہیک پیش کرتے ہوئے اسے لا جواب قرار دیا ہے اور مولانا محبت اللہ راشدی پیر آف جہنڈا سندھ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں "شیخ سرفراز خان کی کتاب پر جس بنجیدگی و وقار کا دامن تھامتے ہوئے ستین تنقید فرمائی ہے اور جس مہارت و متانت سے ان کے دجل و خداع کی قلعی کھولی ہے اور اس پر عدل و انصاف سے جس واقعہ نہج پر کلام فرمایا ہے۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کے حصہ میں رکھا تھا۔ (الی) اس کتاب میں جس جدوجہد و جانفشانی کا مظاہرہ فرمایا ہے صرف یہی انشاء اللہ تعالیٰ آنجناب کی نجات کے لئے کافی ہوگا۔ (توضیح الکلام ص ۲۴ ج ۲) اس طرہ توضیح الکلام کے مولف کی تعریف میں مولانا عزیز زبیدی مولانا محمد علی جاننازیہ لکھنوی، مولانا محمد صدیق سرگودھی، حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلدین نے غلو کی حد تک کام لیا ہے بلکہ جھوٹ بولنے میں بھی عار محسوس نہیں کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ توضیح الکلام میں مغالطہ دی سب و شتم و دجل و فریب سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ مولانا محمد سرفراز خان صاحب دام مجدہم کو دروغ گو خائن بددیانت، بدحواس روایتی دجل کا مرتکب اور خبط میں مبتلا دریدہ دھن وغیرہ کہا گیا ہے حتیٰ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ پر بھی ناجائز کچھز اچھالا گیا ہے جیسا کہ توضیح الکلام پر ایک نظر مؤلفہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی کے پڑھنے سے حقیقت آشکارا ہوگی بلکہ توضیح ج ۲ ص ۴۲ میں ایک صحابیؓ کو

عبداللہ روپڑی غیر مقلد ایک علت کا شکار تھے۔ چنانچہ اخبار محمدی دہلی ص 15، 15 جولائی 1939ء میں عنوان قائم کیا ہے۔ "عبداللہ روپڑی کے ایک سوال کا جواب پھر آگے لکھتے ہیں" تنظیم میں ایک سوال اس نے کیا تھا۔ اس کا جواب ہم لکھیں اس سے پہلے ہمارے پاس ایک مراسلہ محمد عثمان صاحب کا فتح آباد سے آیا ہے۔ مراسلہ نگاران کے ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں تہذیب روکتی ہے کہ ان کے پورے مراسلہ کو شائع کیا جائے لیکن اس میں ایک سوال ہے جو جواب ہے۔ عبداللہ روپڑی کے نامہ مذہب سوال کا اسلئے صرف وہ سوال درج ہے جناب مولوی محمد عثمان صاحب عبداللہ روپڑی سے دریافت فرماتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانے میں آپ علت المشائخ میں مبتلا تھے۔ اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ میں صوفیت باقی رہے یہ لڑکا بھی نہ جائے لہذا مہربانی فرما کر خدا سے ذکر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کر لیں۔ اجنا ب صوفی صاحب یہ ہے آپ کے اس ناپاک سوال کا قدرتی جواب (نائب مدیر)۔

نوٹ: اخبار محمدی دہلی کے مدیر اعلیٰ غیر مقلدین حضرات کے بزرگ مولانا محمد جونا گڑھی تھے بہر حال زیر نظر کتاب توضیح الکلام پر ایک نظر تالیف مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی دام مجدہم لا جواب کتاب ہے۔ جس میں توضیح الکلام تالیف مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کا بے مثال اپریشن کیا گیا ہے۔ اور یہ توضیح الکلام کے خرافات کا رد عمل ہے۔ دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ زیر نظر کتاب کو گم گشت راہ لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے اور متونف کے لئے نجات اخروی کا سبب بنائے۔ آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

جنگلی لکھا ہے (معاذ اللہ) کیونکہ اعرابی کا معنی انہوں نے ایک بدو جنگلی تھے " کیا ہے۔ اعرابی کا معنی بدو یعنی دیہاتی تو درست ہے لیکن جنگلی کا لفظ لکھنا یہ کس لفظ کا معنی ہے۔ یہ محض روافض کی طرح عداوت کی بناء پر ہے۔ بلکہ ایک جلیل القدر بدری صحابی موقر آن مجید کی دوا آخری سورتوں کا منکر قرار دیا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی آخری دو سورتوں پر تمام صحابہ کا ان کی قرآنیت پر اتفاق نہیں ہوا۔ (معاذ اللہ) (توضیح ج ۲ ص ۴۶ ملاحظہ ہو) حالانکہ معوذتین کے انکار والی روایت کی سند میں جو راوی موجود ہیں ان پر اثری صاحب خود توضیح الکلام میں بار بار جرح کر چکے ہیں توضیح الکلام پر ایک نظر تضاد نمبر 9 کے تحت اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔ نیز قرآن مجید کی آیات توضیح الکلام میں پیش کرتے ہوئے۔ ان میں تحریف کر دی گئی ہے۔ نیز دوسری کتابوں کے حوالے دیتے ہوئے ان میں عبارت کو بدل دیا گیا ہے۔ نیز تضاد کا ارتکاب کیا گیا ہے جو راوی ترک قراءۃ خلف الامام میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اس راوی کو قراءۃ الامام کی روایت میں ثناء اور حمید قرار دیا گیا ہے۔ جھوٹ اور غلط بیانی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ جہالت و خیانت کو اختیار کیا گیا ہے۔ دھوکہ بازی کو بطور ہتھیار استعمال کیا گیا ہے۔ ان سب چیزوں کا علم زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوگا۔ اس کے باوجود ناجائز تعلی و مچھوں مادہ کے نیست کا نعرہ بھی لگایا گیا ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری، مولانا محمد سرفراز خان صاحب دام مجدہم کے متعلق لکھتے ہیں " مگر یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جو بزرگ اصول و ضوابط کو سمجھنے کے مدعی ہیں وہ فن جرح و تعدیل کے ابجد سے بھی واقف نہیں (توضیح ص ۳۹ ج ۱) نیز لکھتے ہیں "وہ ماشاء اللہ شیخ الحدیث کے بلند منصب پر فائز ہیں البتہ یہ بات ہم عرض کریں گے کہ تعصب کی رو میں مبہر حقائق کو نظر انداز کرنے کے بہت عادی ہیں (توضیح ج ۱ ص ۷۶) نیز لکھتے ہیں۔ مؤلف احسن الکلام چونکہ غلط بحث کے عادی ہیں اور یہاں بھی اسی علت کے شکار ہیں۔ (توضیح ص ۲۴۳ ج ۱) محمد اللہ تعالیٰ مولانا صفدر صاحب دام مجدہم تو کسی علت کا شکار نہیں ہیں البتہ مولانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

محمدہ ونصلی وسلم علی رسولہ الکریم اما بعد قارئین کرام ہمارے شیخ مکرم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ نے احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام جیسی ٹھوس مدلل کتاب تحریر فرما کر ہم اہل سنت والجماعت پر احسان عظیم کیا ہے اور غیر مقلدین حضرات کی صفوں میں کھلبلی سی مچادی ہے۔ جس کا انتقام لینے کے لئے غیر مقلدین نے کبھی تو مغالطات احسن الکلام کے نام سے رسالہ شائع کیا اور کبھی قاضی مقبول احمد صاحب کے نام سے ہفتہ روزہ الاعتصام لاہور میں احسن الکلام کا قسط وار جواب شائع کیا اور ابھی مولانا محمد گوندلوی مرحوم کے نام سے خیر الکلام احسن الکلام کے جواب میں شائع ہوئی۔ مگر غیر مقلدین حضرات نے ان کو احسن الکلام کا جواب تصور نہیں کیا البتہ غیر مقلدین حضرات کے ایک نام نہاد محدث مولانا ارشاد الحق اثری نے احسن الکلام کا جواب توضیح الکلام دو حصوں میں لکھ کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہ احسن الکلام کا جواب ہے اور غیر مقلدین حضرات بھی اس پر خوش ہیں کہ توضیح الکلام واقعی احسن الکلام کا مکمل و مفصل جواب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ توضیح الکلام میں طعن و تشنیع اور زبان درازی بہت زیادہ ہے۔ اصل مسئلہ سے بحث بہت کم ہے بلکہ احسن الکلام کے ٹھوس حوالہ جات پڑھ کر جب اثری صاحب کا دماغ چکر ایا تو انہوں نے احسن الکلام کی حمایت میں لکھ دیا کہ فاتحہ خلف الامام ضروری نہیں بلکہ اگر مقتدی امام کے چچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو مقتدی کی نماز باطل و کالعدم نہیں۔ غ مدعی لا ھ پ بھاری ہے گواہی تیری۔

ایک عجب واقعہ

آج سے دس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف مکتبہ خفیہ اردو بازار گوجرانوالا میں گیا۔ وہاں قاضی عبدالرشید صاحب غیر مقلد آف جنس گوجرانوالا، مولانا محمد یعقوب تصوری خفی

اور اس کے رفقاء کے ساتھ یہ بحث کر رہا تھا کہ مولانا سرفراز خان صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قاضی شوکانی شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو راقم الحروف نے جواب دیا کہ حضرت صفدر صاحب دام مجدہم قاضی شوکانی کو غیر مقلد لکھتے ہیں۔ شافعی تحریر نہیں کرتے۔ اسپر قاضی عبدالرشید صاحب نے ضد کیا کہ مولانا سرفراز خان نے اپنی کتابوں میں قاضی شوکانی کو شافعی لکھا ہے۔ تو راقم الحروف نے کہا کہ میرے پاس اس وقت نو سو روپے نقد موجود ہیں اگر آپ حضرت صفدر صاحب کی کسی تصنیف سے قاضی شوکانی کا شافعی ہونا دکھا دیں تو نو سو نقد آپ کو بطور انعام دیئے جائیں گے۔ اس پر قاضی عبدالرشید صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر دوسرا مسئلہ آئین بالجبر کا چلا تو راقم الحروف نے کہا کہ امام ابوحنفیہ اور امام مالک آئین بالجبر کے قائل نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں۔ کہ مقتدی آئین بالجبر نہ کہیں میں مقتدیوں کے لئے آئین بالجبر پسند نہیں کرتا اس پر قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ کتاب الام میں یہ بات امام شافعیؒ نے تحریر نہیں کی۔ اس پر راقم الحروف نے مواخذہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ غیر مقلدین کے کتب خانہ سے کتاب الام لے آئیں اگر اس میں یہ مسئلہ اس طرح تحریر نہ ہو تو پھر بھی نو سو نقد آپ کو انعام ملے گا۔ اس پر قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ آپ مولانا حبیب اللہ ڈیروی معلوم ہوتے ہیں راقم الحروف نے کہا وہ کیسے تو قاضی صاحب نے کہا یہ وہی آواز ہے جو مولانا یونس نعمانی کے ساتھ مناظرہ کی کیسٹ میں میں نے سنی ہے۔ اس کے بعد قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ مولانا سرفراز صاحب نے اپنی تصانیف میں قاضی شوکانی کو کہیں بھی شافعی نہیں لکھا میں ان حضرات کے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔ پھر قاضی عبدالرشید صاحب نے راقم الحروف سے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ میں کونسی کتاب ہے تو راقم الحروف نے کہا کہ یہ احسن الکلام طبع دوم ہے اس کی جلد خراب ہو گئی ہے اس کی جلد درست کرانی ہے قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ اب اس احسن الکلام کو چھوڑ دو کوئی نئی کتاب تحریر

کر دیکھو کہ اس کا جواب توضیح الکلام آچکا ہے۔ راقم الحروف نے کہا کہ توضیح الکلام تو احسن الکلام کی حمایت اور تائید میں لکھی گئی ہے۔ چنانچہ عبارات ملاحظہ ہوں۔

(1) امام بخاری سے لے کر دور قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے وہ بے نماز ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۴۳)

(2) فتویٰ بازی کا آغاز فریق مخالف کی طرف سے ہوا جس کے جواب میں تحقیق الکلام لکھنا پڑی۔ آپ اسے حرف بحرف پڑھ جائیں کہیں آپ فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو بے نماز اور جہنمی لکھا ہو انہیں پائیں گے۔ (توضیح ص ۴۴ ج ۱)

(3) اثری صاحب اپنے استاذ مولانا حافظ محمد گوندلوی مرحوم سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ "ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے۔ پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جبری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کر لے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (خیر الکلام ص ۳۳) توضیح الکلام ج ۱ ص ۴۵)

(4) ہم سابقہ صفحات میں عرض کر آئے ہیں۔ کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعی سے لے کر مؤلف خیر الکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا۔ (توضیح ج ۱ ص ۹۹)۔

(5) امام بخاری سے لے کر تمام محققین علمائے اہل حدیث میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے۔ کافر ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۵۱)

(6) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں بلاشبہ جمہور امام کے پیچھے وجوب فاتحہ کے قائل نہیں۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۱۰۰)۔

اب عبارات کو دیکھنے کے بعد قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے غلطی ہو گئی ہے۔ ہم اہل حدیث ایک وفد کی صورت میں مولانا اثری صاحب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ نے کتاب کا نام کیا رکھا ہے تو ضیح الکلام فی وجوب القراءة خلف الامام کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراءۃ کرنا ضروری ہے۔ مگر آپ نے یہ عبارات مذکورہ بالا لکھ کر تضاد کا ارتکاب کیا ہے۔ تو مولانا اثری نے کہا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں تو ضیح الکلام طبع ۱۰۰ میں ان عبارات کو کاٹ دوں گا۔ یہ واقعہ قاضی عبدالرشید صاحب نے سنایا ہے واللہ اعلم بالصواب ہے یا غلط ہے۔ لیکن مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے تو ضیح الکلام جلد اول طبع دوم بھی شائع کر دی ہے اور اس میں عبارات مذکورہ بالا موجود ہیں ان کو حذف نہیں کیا گیا۔

نوٹ: تو ضیح الکلام جلد اول طبع دوم جب شائع ہوئی تو اس کے اندرونی ورق پر بھی طبع اول لکھا گیا ہے۔ یہ فراڈ کیوں کیا گیا ہے۔ اس کی کیا حکمت ہے۔ اس کو اثری صاحب ہی بہتر جانتے ہوں گے۔ طبع اول اور طبع دوم کا فرق اس طرح معلوم ہوا کہ مولانا اثری نے تو ضیح الکلام جلد دوم کے آخر میں صحت نامہ حصہ اول کے عنوان کے تحت تو ضیح الکلام جلد اول کے اغلاط تین اوراق میں ذکر کئے ہیں۔ اور یہی اغلاط تو ضیح الکلام جلد اول طبع دوم میں درست کئے گئے ہیں۔ جس سے طبع اول اور طبع دوم کا فرق واضح ہو گیا ہے۔ (وللہ الحمد)

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں "بلاشبہ علمائے اہل حدیث نے امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والوں کی نماز کو باطل قرار دیا ہے۔ ظاہر حدیث کے الفاظ کا یہی مفہوم ہے۔ مگر کسی ذمہ دار اہل حدیث عالم نے اس بناء پر انہیں بے نماز اور کافر نہیں کہا۔ کیونکہ یہ اختلافی اور فروعی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ جو شخص اپنی تحقیق کی بناء پر فاتحہ نہیں پڑھتا۔ وہ غلطی کے باوجود عند اللہ ماجور ہے اور قابل مواخذہ نہیں۔ (آئینہ انکود کھایا توبہ امان گئے۔ (ص ۲۵) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اثری صاحب منجبوط الحواس بھی ہے۔ اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ ظاہر حدیث کے الفاظ کا یہی

منسوب ہے۔"۔ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے واقعی محمد بن اسحاق جیسے کذاب و جال کی حدیث کو قطعاً صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ نیز مولانا اثری صاحب اپنے استاد محترم مولانا گوندلوی مرحوم سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جھری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (خیر الکلام ص ۳۳۔ آئینہ کو دکھایا۔ ص ۲۶)۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں۔ ذمہ دار علمائے اہل حدیث نے کبھی بھی اس بناء پر فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو کافر فاسق اور جہنمی نہیں کہا۔ حضرت الاستاذ محدث گوندلوی کے الفاظ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ تحقیق الکلام بھی ساری پڑھ جائے۔ اس میں بھی آپ تارکین فاتحہ خلف الامام کو بے نماز اور جہنمی لکھا ہوا نہیں پائیں گے۔ (آئینہ ان کو دکھایا۔ ص ۲۷)

مولانا غلام رسول صاحب غیر مقلد (تلمیذ مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم) کے سوانح نگار لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ دوزمیندار آپ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک مسئلہ دریافت کرتا ہے۔ مگر جب تک آپ اللہ کی قسم کھا کر نہ بتائیں گے۔ ہم یقین نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا پوچھو انہوں نے کہا کیا۔ آمین اور رفع یدین سنت ہے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم سنت ہے پھر انہوں نے پوچھا کیا سورۃ فاتحہ خلف امام پڑھنا فرض ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو غیر پر ترجیح دوں گا کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان نمازوں میں جن میں قرآن آہستہ پڑھی جاوے سورۃ فاتحہ پڑھی جاوے اور جہر میں سکوت کیا جاوے (سوانح حیات حضرت العلام مولانا غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ ص ۱۵۸ تا ص ۱۵۹ مصنف حضرت مولانا عبدالقادر پسر حضرت العلام مولانا غلام رسول) اشاعت ثانی پبلشر فضل بکڈ پوار دو بازار گوجرانوالہ ملنے کا پتہ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار لاہور۔

نوٹ: مولانا غلام رسول غیر مقلد کے فرمان سے ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے

فرض نہیں۔ نہ سری میں اور نہ جبری میں کیونکہ انہوں نے امام مالکؒ کا مسلک اختیار کیا ہے اور اس پر اللہ کی قسم کھا کر مسئلہ بیان کیا ہے اور امام مالکؒ کے ہاں سورۃ فاتحہ کا جبری نماز میں امام کے پیچھے پڑھنا درست نہیں ہے۔ البتہ سری میں اجازت ہے۔ مگر واجب پھر بھی نہیں ہے دیکھئے توضیح الکلام ج ۱ ص ۶۵، ج ۹ ص ۱۷۱ پس معلوم ہوا کہ وجوب فاتحہ خلف الامام کی تمام روایات امام مالکؒ اور مولانا غلام رسولؒ (غیر مقلد) کے ہاں کالعدم اور ردی ہیں۔ (وللہ الحمد علی ذالک) امیر المجاہدین مولانا فضل الہی وزیر آبادی غیر مقلد کا کردار ملاحظہ ہو۔

صوبہ سرحد میں ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر مولانا وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ میں نے ریفرنڈم جیتنے اور شمال سرحدی صوبہ کو پاکستان میں شامل کرنے کی غرض سے رفع الیدین سینے پر ہاتھ باندھنے اونچی آئین کہنا چھوڑ دیا۔ میرے متعلق کہا گیا کہ امام کی اقتداء میں فضل الہی کا اگر منہ ہلتا ہے تو یہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوگا۔ اور یہ پکا وہابی ہے لہذا میں نے کچھ عرصہ کے لئے فاتحہ خلف الامام بھی چھوڑ دی۔ (علمائے دیوبند اور انگریز از برق التوحیدی غیر مقلد ص ۱۵۳ ناشر امام اعظم اکیڈمی فیصل آباد)۔

علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد کا فیصلہ

اور امام مالکؒ و امام احمدؒ وغیرہما کا مذہب	وہو مذہب مالک و احمد
یہی ہے کہ قراءۃ سری نماز میں امام کے	و غیر ہما ان القراءۃ فیہا
پیچھے جائز ہے۔ جبری نماز میں جائز نہیں	مشروعۃ دون الجہریۃ و هو
اور تمام اقوال میں سے زیادہ انصاف	اعدل الاقوال کما قال شیخ
والاقول یہی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام	الاسلام ابن تیمیۃ فی الفتاویٰ
ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے۔	(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ
	والموضوعۃ۔ (ج ۲ ص ۵۸)

اس لئے امام ابن تیمیہؒ کے ہاں وجوب فاتحہ خلف الامام فی الصلوٰۃ الخمریہ کی تمام روایات ضعیف ہیں دیکھئے توضیح الکلام ص ۳۷ تا ۳۸ ج ۲) واللہ الحمد۔

سخنہائے گفتنی

مسئلہ قراءۃ خلف الامام ایک معرکہ آراء مسئلہ ہے۔ اس میں نزاع ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ مگر اس میں جو شدۃ وحدۃ غیر مقلدین حضرات نے اختیار کی وہ قابل مذمت ہے جبکہ ان کے دلائل نہایت کمزور ہیں۔ پھر کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں فریقین (احناف وغیر مقلدین) کی طرف سے بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مگر قابل ذکر کتاب جو زیادہ مشہور و مقبول ہوئی وہ تحقیق الکلام ہے۔ جو مولانا عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد مرحوم نے رقم فرمائی ہے جس کے متعلق مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب غیر مقلد توضیح الکلام کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ آج سے غالباً ۶۵، ۶۰ سال قبل مولانا عبدالرحمن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی نے فاتحہ خلف الامام کے وجوب اور فرضیت پر ایک نہایت محققانہ اور فاضلانہ کتاب بنام تحقیق الکلام لکھی تھی۔ جس کے حصہ اول میں فرضیت فاتحہ خلف الامام کے دلائل دیئے گئے اور دوسرے حصہ میں احناف کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ و محاکمہ پیش کیا گیا تھا۔ کتاب اپنے موضوع پر نہایت مدلل بغایت مفید اور بڑی محققانہ اور بے نظیر تھی۔ احناف کی ایک ایک دلیل کا نہایت مسکت اور معقول جواب دیا گیا تھا۔ دنیائے حنفیت اس کا جواب دینے سے قاصر رہی تھی۔ قیام پاکستان کے سات آنھ سال بعد گوجرانوالہ کے ایک حنفی عالم مولانا سرفراز صاحب لکھنوی نے احسن الکلام کے نام سے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر کتاب لکھی اور اس میں یہ کوشش کی۔ اس میں "تحقیق الکلام" کا جواب بھی دے دیا جائے۔ چنانچہ احناف بڑے خوش ہوئے اور اسے معرکہ آراء کتاب باور کرایا گیا اور یہ سمجھا گیا کہ "تحقیق الکلام" کے جواب کا قرض جو علمائے احناف کے ذمے ایک عرصہ سے چلا آ رہا تھا۔

اسے مع سودا تار دیا گیا ہے۔ اسی زمانہ میں استاذ الاساتذہ حضرت العلام مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی نور اللہ مرقدہ نے فریضہ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ایک نہایت مدلل کتاب "نہج الکلام" لکھی تھی۔ اس میں حضرت حافظ صاحب گوندلوی نے ضمناً مولانا سر فراز صاحب کے بعض دلائل کا معقول جواب بھی دیا تھا۔ تاہم یہ ضرورت باقی تھی کہ پوری کتاب کا جائزہ لیا جائے اور تمام مفاہات کا پردہ چاک کیا جائے۔ چنانچہ یہ توفیق حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی صاحب کے ہی ایک فیض یافتہ نوجوان فاضل کو میسر آگئی اور انہوں نے "احسن الکلام" کا پورا مدلل جواب لکھا جو توضیح الکلام کے نام سے اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ (توضیح الکلام ج ۲ ص ۳۵ تا ص ۳۶)۔ کچھ تحقیق الکلام کے بارے میں مولانا مبارکپوری نے تحقیق الکلام میں عدل و انصاف سے کام نہیں لیا بلکہ نہایت تعصب و تشدد کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ بعض من گھڑت روایات پیش کر کے بالکل خاموشی اختیار کرتے ہوئے آگے چلے گئے۔ حتیٰ کہ غلط بیانی سے بھی باز نہیں آئے۔ چند باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں تاکہ پڑھ کر خود فیصلہ کر سکیں۔

(۱) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور مہر ان کی اس حدیث کی تائید ابو امامہ کی حدیث سے ہوتی ہے۔

ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز خداج ہے یعنی ناقص ان تمام ہے۔ روایت کیا۔ اس کو نبھتی نے کتاب القراءۃ میں۔

عن يوسف ابی عنبسة خادم ابی امامة قال سمعت ابا امامة يقول قال قال رسول الله ﷺ من لم يقرأ خلف الامام فصلوته، خداج رواه البيهقي في كتاب القراءۃ ص ۵۳ تحقیق الکلام ص ۱۹۰

ج ۲۔

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں اور عبادۃ کی حدیث مذکور کی صحت پر ابوامامہ کی دو حدیث شاہد ہے۔ جس کو بیہقی نے کتاب القراءة میں بایں لفظ روایت کیا ہے۔ عن ابی املیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من لم یقرأ خلف الامام فصولہ خداج۔ (تحقیق الکلام ص ۹۹ ج ۱)

الجواب مہر ان کی حدیث کی سند مبارکپوری صاحب نے بیان نہیں کی، کتاب القراءة ص ۶۲ حدیث ۱۳۱ میں اس کی سند کا کچھ حصہ یوں ہے۔

سلیمن بن عبدالرحمن تا عبدالرحمن بن سوار

سلیمن بن عبدالرحمن متکلم فیہ ہے اور مجہول راویوں سے روایت کرنے کے ساتھ بدنام ہے۔ اور عبدالرحمن بن سوار مجہول ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں البتہ عبدالرحمن بن سوار کا ترجمہ ہمیں نہیں ملا (توضیح الکلام ص ۷۵ ج ۱) پھر مبارکپوری صاحب نے حضرت ابوامامہ کی حدیث کو اس کا شاہد بنایا۔ جس کی چھ سندیں ہیں۔ یعقوب بن زبیر بن حذافہ بن سلیم بن سلمہ الحمصی تا المسوئل بن عمر ابو نعیم القسری تا یوسف ابو نعیم۔ خاتم ابی املیہ کتاب القراءة ص ۶۳ حدیث ۱۳۵۔ اس میں ایک راوی سلیم بن سلمہ النخاعی ابو ایوب الحمصی ہے۔ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں متروک لا یشغل بہ قال ابن الجندی کان یکنذ ب الخ میزان ص ۲۰۹ ج ۲) ولسان ص ۹۳ ج ۳ ولسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی غیر مقلد ص ۵۵ ج ۲) ایک دوسرے مقام پر غلامہ البانی مرحوم لکھتے ہیں سلیمان بن سلمہ الحمصی وهو متهم بالکذب وهو النخاعی (سلسلہ ص ۱۹۶ ج ۲) اور مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور اسے امام ابو حاتمؒ نے مشرک کہا ہے اور ابن الجندی فرماتے تھے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام نسائیؒ اسے اہل بیہق کہتے ہیں۔ (میزان ص ۲۰۹ ج ۲) اور مؤلف احسن الکلام نے اعتراف کیا ہے کہ متروک اور کان یکنذ کے الفاظ جس راوی کے بارہ میں ہوں اس کی روایت استصحاب سے بھی

قابل نہیں (احسن ص ۱۲۶ ج ۲) لیکن اس کے باوجود اس روایت کو شواہد میں پیش کرنا کہاں تک جہنی برانصاف ہے۔ (توضیح الکلام ص ۶۶۲ ج ۲ ص ۶۶۳) پھر اس سند میں مؤول بن عمر اور یوسف ابو عنبسہ خادم حضرت ابوامامہؓ، دونوں مجہول ہیں۔ چنانچہ مولانا حافظ زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں اس روایت کی سند کے دور اوپوں نمبر ۱ مؤول بن عمر ابو تغلب العقی اور نمبر ۲ یوسف ابو عنبسہ خادم ابی املہ کے حالات مجھے معلوم نہیں۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۱) قارئین کرام یہ وہ من گھڑت اور مجہول روایت ہے جس کو مبارکپوری صاحب دھوکہ کے طور پر بار بار شواہد میں پیش کر رہے ہیں۔ (لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم)۔

(۲) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور جزء القراءة میں ہے عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی لا صلوة الا بقراءة فاتحہ الكتاب وما زاد احکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ (تحقیق الکلام ص ۳۶ ج ۱) قارئین کرام مولانا مبارکپوری نے اس حدیث کو نقل کر کے آگے جرح نقل کی ہے۔ آپ پہلے اس کا ترجمہ سن لیں حضرت ابو ہریرہؓ کو بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ نکلے پس اعلان کرے کہ قراءۃ فاتحہ اور کچھ زائد قرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور ابو ہریرہؓ کی حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر بن میمون واقع ہیں۔ جن کی نسبت خلاصہ میں لکھا ہے اور ابو ہریرہؓ کی حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر بن میمون واقع ہیں۔ جن کی نسبت خلاصہ میں لکھا ہے۔ قال احمد والتسانی یس بالقوی اور تقریب میں ہے۔ صدوق متخطئ اور علامہ یعنی عمدة القاری میں لکھتے ہیں۔ جعفر بن میمون فیہ کلام حتی صرح التسانی فیہ لیس یثبتہ انھیں اور حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔ اسنادہ ضعیف (تحقیق الکلام ص ۳۷ ج ۱) اور مولانا موصوف ابکار الحسن ص ۱۳۰ میں معمولی فرق کے ساتھ یہ عبارت نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔ وذكره الحافظ في الدراية بلفظ امرني

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انا دی فی اہل
المدينة ان لا صلوة الا بقراءة ولو بفاتحة الكتاب وقال اخرجه ،
الطبرانی فی الاوسط لكن اسنادہ ضعیف ۔

الجواب : جعفر بن میمون جمہور محدثین کرام کے ہاں ثقہ راوی ہے ۔ امام نسائی نے اس کے متعلق
لیس بثقة کے الفاظ سے جرح نہیں فرمائی ۔ یہ علامہ مارونی صاحب الجوہر الحق اور ان کی
تقلید میں علامہ بخاری کا وہم ہے ۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ۔ متداول کتب
جرح و تعدیل میں امام نسائی کے یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے واللہ اعلم (حاشیہ توضیح الکلام ص ۱۳۱ ج ۱)
حافظ ابن حجر نے الدرایہ ص ۱۳۸ ج ۱ ۔ میں جعفر بن میمون کی سند کو ضعیف قرار نہیں دیا یہ
مبارکپوری صاحب کی صریح غلط بیانی ہے ۔ بلکہ طبرانی اوسط کے حوالہ سے جعفر بن میمون کی
حدیث کا ایک شاہد پیش کر کے اس سند کو ضعیف کہا ہے ۔ چنانچہ طبرانی اوسط ص ۱۸۹ ج ۱۰ ،
نمبر ۹۴۱۱ میں ہے ۔ حدثنا الهیثم بن خلف قال حدثنا هاشم بن الوليد
الهروى قال حدثنا كنانة بن جبلة عن ابراهيم بن طهمان عن
الحجاج بن ارطاة عن عبدالكريم عن ابی عثمان عن ابی هريرة
قال امرنى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان انا دى فى
اهل المدينة ان فى كل صلوة قراءة ولو بفاتحة الكتاب لم يرو
هذا الحديث عن الحجاج الا ابراهيم بن طهمان ۔

اب اس سند میں جعفر بن میمون کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری
جعفر بن میمون کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں اور یہ روایت اسی سند سے تمام کتب میں
مذکور ہے ۔ البتہ طبرانی اوسط میں بواسطہ عبد الکرم عن ابی عثمان عن ابی ہریرۃ یہی روایت مروی
ہے لیکن اس میں نماز کے الفاظ نہیں (نصب الراية ص ۳۶۷ ج ۱) مگر یہ روایت بھی سنداً

ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے درایہ ص ۷۷ میں صراحت فرمائی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۱۳۲ ج ۱) یہ ہے جناب مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد کی دیانت اور عدل و انصاف، جس پر ان کو شاباش بھی دی جا رہی ہے۔ چنانچہ مولانا قاضی مقبول احمد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ نے درایہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔ اسنادہ ضعیف (الی) مندرجہ بالا عبارت سے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری نے کس قدر وزنی دلائل سے جعفر ابن میمون کا ضعیف ہونا ثابت کیا ہے۔ (مفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ ص ۵۵ قسط نمبر ۳۔ احسن الکلام کے جواب میں)۔

گل گئے بکشن گلے جنگل دھتورے رہ گئے اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

جعفر بن میمون کی حدیث کو امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں لاخبار عالیہ اور جعفر ثقفیؒ ہے۔ امام بیہقیؒ کے ہاں بھی یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی بحث آگے آ رہی ہے امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں اس حدیث کو چار مقامات پر ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی اور امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اور محدث ابن جان نے اس حدیث کو صحیح ابن حبان ص ۲۱۲ ج ۳ میں روایت کیا ہے۔ مکمل بحث اس حدیث پر انشاء اللہ تعالیٰ آگے اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

(3) مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری مرحوم جزء القراءۃ للبخاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں یعنی ابو عالیہ کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ سے میں دریافت کیا کہ میں نماز میں (قراءۃ) پڑھوں تو آپ نے فرمایا کہ اس گھر (بیت اللہ) کے رب سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں قراءۃ نہ کروں اگرچہ سورۃ فاتحہ ہو۔ یہ اثر معمولہ صلوٰۃ مقتدی وغیرہ مقتدی ہر صلوٰۃ کو شامل ہے اور اس اثر کے عام ہونے پر ابن عمرؓ کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے ۱ اور اس کی تحسین کی ہے۔ کنز العمال ص ۹۲ ج ۳ میں ہے۔

من صلی مکتوبۃ او سبعة فلیقرأ بام القرآن و قرآن معها فان
 انتهی الی ام القرآن اجزأت و من کان مع الامام فلیقرأ قبله و اذا
 سکت و من صلی صلوة لم یقرأ فیها فہی خداج ثلاثاً (عبدالرزاق
 ابن عمر و حسن انھنی) دیکھو عبدالرزاق کہ یہ روایت صاف بتاتی ہے کہ ابن عمر کا اثر مذکور ہر نماز کو
 عام ہے۔ (تحقیق الکلام ص ۱۰۲ ج ۱ تا ص ۱۰۳) الجواب حضرت ابن عمرؓ سے جن الفاظ سے
 مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے یہ اثر نقل کیا گیا ہے بالکل غلط ہے۔ عبدالرزاق میں حضرت
 ابن عمرؓ کا یہ اثر موجود نہیں ہاں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرفوع روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں
 اور امام عبدالرزاقؒ نے اس کو حسن نہیں کہا اور تحسین و تصحیح کسی روایت کی کرنا نہ ان کی عادت ہے۔
 بلکہ یہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ثنی بن الصباح ہے جو متروک الحدیث اور
مختلط ہے۔ دیکھئے عبدالرزاق ص ۱۳۳ ج ۲ مولانا مبارکپوری کا یہ حوالہ جینہ اس دیہاتی کے
 سوال سے موافقت رکھتا ہے جس نے کسی مولوی صاحب سے پوچھا کہ وہ کونسا مولوی صاحب
 تھا جس کا قصہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ اس کی لڑکی کو کتوں نے پھاڑ ڈالا تھا۔ مولوی صاحب
 نے جواب میں کہا کہ وہ مولوی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام تھا۔ پھر لڑکی نہیں بلکہ
 بڑا تھا۔ پھر کتے نہیں بلکہ بھیڑیے تھے۔ پھر پھاڑا نہیں تھا بلکہ جھوٹ تھا۔ حضرت ابن عمرؓ اور
 عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے مسلک کی وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر کر دی جائے گی۔

(4) مولانا مبارکپوری صاحب نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث **اذا قرأ**
فانصتوا کے متعلق حضرت امام یحییٰ بن معین اور امام ابو حاتمؒ سے جرح نقل کی ہے۔ دیکھئے
 (تحقیق الکلام ص ۸۷ ج ۲) الجواب ان دونوں حضرات نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی
 حدیث پر جرح نہیں کی۔ مولانا مبارکپوری مرحوم نے کسی کی اندھی تقلید میں یہ جرح ان حضرات
 کی طرف منسوب کر دی ہے۔ (انشاء اللہ) چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام ابو

حاتمؒ نے حدیث ابن عجلانؒ کے بارہ میں تو اعلل میں کلام کیا ہے۔ مگر سلیمن تمیؒ کی روایت میں ان کا کلام ہمیں نہیں ملا اس طرح امام ابن معینؒ کا کلام بھی حدیث سلیمنؒ کے متعلق ہمیں نہیں ملا۔ البتہ تاریخ میں انہوں نے ابن عجلانؒ کی روایت پر نقد کیا ہے۔ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۲۳۷ ج ۲ تا ص ۲۳۸)۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

(5) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور امام بخاریؒ نے جو ایک اور وجہ لکھی ہے کہ اس زیارت میں نہ سلیمن تمیؒ نے قنادہ سے سماع بیان کیا ہے اور نہ قنادہ نے یونس بن جبیر سے "سو علمائے حنفیہ کی طرف سے قنادہ کی تدلیس کا کوئی جواب دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور نہ ان کے پاس اس کا کوئی صحیح جواب ہے۔ (تحقیق الکلام ص ۹۰ ج ۲) الجواب یہ اعتراض بالکل فضول ہے مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا کہ اس روایت میں سلیمنؒ کا قنادہ اور قنادہ کا حطانؒ سے سماع نہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے ابوداؤد اور ابوعوانہ میں تصریح سماع ثابت ہے۔ جیسا کہ مؤلف احسن الکلام نے بھی ذکر کیا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۸۳ ج ۲) ششے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے۔

(6) مولانا مبارکپوری صاحب کہتے ہیں کہ جامع ترمذی ص ۶۰ میں ہے واختار احمد مع هذا القراءة خلف الامام وان لا تترك الرجل فاتحة الكتاب وان كان خلف الامام یعنی اختیار کیا امام احمد نے باوجود اس تاویل (کہ حدیث عبادہ منفرد کیساتھ مخصوص ہے) کے قراءۃ خلف الامام کو اور یہ کہ نہ چھوڑے کوئی شخص سورۃ فاتحہ کو اگرچہ امام کے پیچھے ہو (تحقیق الکلام ص ۱۴ ج ۱ تا ص ۱۵) حاشیہ میں مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ امام احمد کے اس قولی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک قراءۃ خلف الامام ضروری تھی اور علامہ عینی نے بھی شرح بخاری ص ۶۳ ج ۳ میں آپ کو قائلین وجوب قراءۃ خلف امام سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں استدلل بهذا الحدیث (ای حدیث عبادہ) عبد اللہ بن المبارک

والا وزاعی و مالک و الشافعی و احمد و اسحق و ابو ثور و داؤد
 علی وجوب قراءة الفاتحة خلف الامام فی جميع الصلوات
 انتهى۔ (حاشیہ تحقیق الکلام ص ۱۳ ج ۱)

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں جامع ترمذی میں ہے۔

واختار احمد مع هذا (ای مع	یعنی امام احمدؒ نے حدیث عبادہ کو منفرد کے
تاویل حدیث عبادہ) القراءة	ساتھ خاص کیا ہے۔ لیکن ساتھ اس کے
خلف الامام وان لا يترك	قراءة خلف امام کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے
الرجل فاتحة الكتاب وان كان	کہ کسی کو سورۃ فاتحہ ترک نہیں کرنا چاہیے
خلف الامام	اگرچہ امام کے پیچھے ہو۔

اور بقول علامہ عینیؒ امام احمدؒ کے نزدیک ہر نماز میں قراءۃ خلف امام واجب تھی (دیکھو
 عمدة القاری ص ۶۳ ج ۳۔ تحقیق الکلام ص ۶۹ ج ۲۔

الجواب: امام ترمذیؒ نے ائمہ کرامؒ کے مسلک کو غلط ملط کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے علامہ عینیؒ
 جیسا شخص بھی ہنری سے اتر گیا ہے اور امام ترمذیؒ کی عبارت سے دھوکہ کھا گیا ہے۔ لیکن اس کے
 باوجود اختار احمد کے الفاظ سے وجوب کشید نہیں ہوتا صرف فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ مشہور غیر مقلد
 خالد گھر جاکھی صاحب بھی اسی دھوکہ میں مبتلا ہو گئے چنانچہ لکھتے ہیں قریباً تمام ائمہ کرامؒ اس مسئلہ
 میں متفق ہیں۔ چنانچہ ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ بہت صحیح روایت ہے
 اور اکثر اہل علم اور صحابہ کرامؒ، تابعین وغیرہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے امام مالکؒ
 عبد اللہ بن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور احنفؒ یہ سب ائمہ کرام امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو
 ضروری جانتے ہیں اور پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ (ترمذی ص ۱۰۰ ج ۱) صلوٰۃ النبی ص ۳۵ مرتبہ
 نادر گھر جاکھی ناشر مکتبہ نور گھر جاکھ ضلع گوجرانوالا قیمت آٹھ آنے مطبوعہ اشرف پریس، لاہور)۔

مگر بعد میں مولانا خالد صاحب نے سجدہ سہو کیا ہے اور قدرے اندازِ بعد کا مسلک کچھ درست بیان کیا ہے۔ دیکھئے فاتحہ خلف الامام شائع کردہ المحدث ٹرسٹ (رجسٹرڈ) البندیت چوک کورٹ روڈ کراچی نمبر 1) مولانا مبارکپوری نے تحقیق الکلام میں دھوکہ دینے اور فراڈ سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اپنے فراڈ کا جواب گویا یوں دیا ہے۔

نبرداری یعنی نے شرح بخاری میں حضرت عبادۃ کی مذکور حدیث کے تحت کہا ہے کہ اس حدیث نے عبداللہ بن مبارک، اور زاعی مالک الشافعی احمد اتقی، ابو ثور، داؤد نے قراءۃ خلف الامام تمام نمازوں میں واجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ میں مبارکپوری کو کہتا ہوں یہ یعنی کا وہم ہے کیونکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے عبداللہ بن مبارک، امام مالک امام احمد کسی نماز میں بھی وجوب قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں۔

تنبیہ قال العینی فی شرح البخاری تحت حدیث عبادۃ المذکور مالفظہ ، استدلال بهذا الحدیث عبداللہ بن المبارک والاوزاعی و مالک والشافعی واحمد واسحق و ابو ثور و داؤد علی وجوب القراءۃ خلف الامام فی جمیع الصلوات انتھی قلت هذا وهم من العینی فان عبداللہ بن المبارک لم یکن من القائلین بوجوب القراءۃ خلف الامام کما عرفت و کذا لک الامام مالک والامام احمد لم یکنوا قائلین بوجوب قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام فی جمیع الصلوات (تحفة الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱)

اور اس عبارت سے پہلے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔

تنبیہ اعلم ان قول الترمذی وهو قول مالک بن انس وابن
المبارک والشافعی واحمد واسحق یرون القراءة خلف الامام
فيه اجمال ومقصوده ان هؤلاء الائمة کلهم یرون القراءة خلف
الامام اما فی جمیع الصلوات او فی الصلوة السریة فقط واما
على سبیل الوجوب او على سبیل الاستحباب والاستحسان
(تحفة الاحوذی ص ۲۵۴ ج ۱)

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری امام ترمذی کی عبارت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:
امام ترمذی کا مقصد فی الجملہ ائمہ کرام کے اقوال کی نشاندہی ہے کہ یہ حضرات قراءۃ
خلف الامام کے قائل ہیں۔ قطع نظر سری اور جبری یا وجوب وعدم وجوب کے اختلاف کے
(توضیح الکلام ص ۵۱ ج ۱) امام ترمذی کی یہ عبارت اتنی غلط تھی کہ غیر مقلدین حضرات بھی اس
کی وضاحت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بعض صوفی جو سادہ لوح ہوتے ہیں وہ بھی اس عبارت سے
جو کہ میں بتلا ہوئے ہوں گے۔ (سبحان اللہ تعالیٰ)۔ ائمہ کرام کے مسلک کی وضاحت اپنے
مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(7) مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ سو یہ معارضہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس اثر کے سند میں حماد
بن سلمہ واقعہ ہیں اور آخر میں ان کا حافظ متغیر ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں تغیر
حفظہ بآخرہ انتہی وتحقیق الکلام ص ۱۰۴ ج ۱ پھر مولانا موصوف
ایک ورق کے بعد حماد بن سلمہ کی سند سے اخر عروۃ بن زبیر کا بیان کرتے ہیں۔ امام الکلام ص ۱۰۳
میں ہے ثم اسنادی البخاری تاموسی بن اسماعیل وحماد بن سلمہ عن هشام بن عروۃ عن
البیہ قال یا بنی اقراءوا اذا سکت الامام واسکتوا اذا جهر فانه

لاصلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب۔ یعنی عروہ نے کہا کہ اے میرے بیٹو پڑھو جب امام سکے کرے اور چپ رہو جب جبر سے پڑھے اس واسطے کہ نہیں نماز ہے اس کی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی (تحقیق الکلام ص ۱۰۹ ج ۱) یہ مولانا مبارکپوری صاحب کا انصاف ہے کہ اپنی روایت کی سند میں حماد بن سلمہ ہوا وہ قابل حجت ہے اگر مخالف کی روایت کی سند میں ہے تو پھر حماد بن سلمہ ضعیف بن جاتا ہے۔

(8) مولانا موصوف لکھتے ہیں حضرت علی کا فتویٰ بابت قراءۃ خلف امام

حضرت علی کا فتویٰ پہلے باب میں دارقطنی سے بسند صحیح منقول ہو چکا ہے۔ اب یہاں کتاب القراءۃ سے نقل کیا جاتا ہے۔ کتاب القراءۃ ص ۱۳۴ میں ہے۔ اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ حدیثی محمد بن احمد بن حمدون نا جعفر بن احمد بن نصر الحافظ نا عمرو بن علی نا یزید بن زریج نا معمر عن الزہری عن عبید اللہ عن ابی رافع عن علی قال اقرأ فی صلوۃ الظهر والعصر خلف الامام بفاتحة الكتاب وسورة وهذه الاسناد من اصبح الاسانید فی الدنيا۔ یعنی عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ اور ایک سورہ پڑھ۔ بیہقی نے کہا کہ دنیا میں جتنی سندیں بہت صحیح ہیں ان میں سے یہ سند بھی ہے (تحقیق الکلام ص ۱۶۴ ج ۲) اور دارقطنی سے جو اثر حضرت علیؑ سے منقول ہوا جس کو مبارکپوری صاحب بسند صحیح کہتے ہیں یہ تحقیق الکلام ص ۱۰۲ ج ۱ میں مذکور ہے یہ بھی معمر عن الزہری کی سند سے مروی ہے دیکھئے دارقطنی ص ۳۲۲ ج ۱) اور زہری مبارکپوری صاحب کے ہاں مدلس ہے روایت عن سے ہے تو یہ کس طرح مبارکپوری صاحب کے ہاں صحیح بلکہ دنیا کی صحیح سندوں میں سے ہو گئی ہے۔ اس طرح تحقیق الکلام ص ۹۸ ج ۱ میں زہری کی ایک روایت لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب خلف امام (کتاب القراءۃ بیہقی سے) نقل کی ہے اور بیہقی سے اسناد صحیح نقل کیا ہے۔ آخر میں مبارکپوری صاحب تبصرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں یہ حدیث نفع صریح ہے۔ اس امر پر کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے اور جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کی سند میں ایک دو مجہول راویوں کے علاوہ زہری روایت عن سے کرتا ہے تو یہ بھی مبارکپوری صاحب کے ہاں صحیح ہوگئی ہے اور مسلمانوں کی نماز کے نہ ہونے کے فتوے بھی لگ رہے ہیں۔

زہری کے مدلس ہونے کے دلائل

(1) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

اور تابعین میں سے جو تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں قتادہ ابو الزبیر کی، حمید الطویل عمر و بن عبد اللہ السبعی زہری وغیرہ پس یہ لوگ سب تابعی ہیں اور تدلیس کے ساتھ متصف ہیں۔

ومن التابعين الذين كانوا موصوفين بالتدليس معروفين به قتادة و ابو الزبير المكي و حميد الطويل و عمرو بن عبد الله السبيعي و الزهري (الي ان قال) فهو لاء كلهم من التابعين موصوفون بالتدليس (تحفة الاحوذى ص ٤٠ ج ١)

(2) مولانا مبارکپوری صاحب علامہ نیوی کو ایک روایت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

علامہ نیوی نے کہا کہ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور سند اس کی صحیح ہے میں مبارکپوری کہتا ہوں اس کی سند میں زہری مدلس واقع ہے اور عن سے روایت کیا ہے تو اس کی سند کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

قال رواه الطحاوي والسناد صحيح قلت في سننه الزهري و هو مدلس رواه عن طلحة بن عبد الله بالعننة فكيف يكون اسناده صحيحاً (ابكار المنن ص ٢٣)

علامہ نیوی نے کہا کہ اس روایت کو امام مالکؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے میں مبارکپوری کہتا ہوں کہ اس کی سند میں زہری مدلس ہے اور اس نے حمید بن عبد الرحمن سے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں کہا کہ زہری کہ امام شافعیؒ امام دارقطنیؒ وغیرہ نے مدلس کے ساتھ متصف کیا ہے اور زہری وکھول ایک طبقہ کے مدلس ہیں اور نیوی نے کھول کی حدیث کو قراءۃ خلف الامام میں عنعنہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے تو زہری کا عنعنہ ان کے نزدیک کیسے صحیح ہو گیا ہے۔

قال رواه مالك واسناده صحيح قلت فيه الزهري وهو مدلس وهو رواه عن حميد بن عبد الرحمن بالعننة قال العافظ ابن حجر في طبقات المدلسين وصفه ، الشافعي والدارقطني وغير واحد بالتدليس انتهى والزهري ومكحول من طبقة واحدة من المدلسين وقد جعل النيموي عنعنة مكحول قاذحة في صحة حديثه في القراءة خلف الامام فكيف تكون عنعنة الزهري صحيحة عنده (ابكار المنن ص ۶۰)

اور نیوی نے کہا کہ اس کو عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے میں مبارکپوری کہتا ہوں۔۔۔ اس کی سند میں زہری مدلس ہے اور سالم سے عننہ سے روایت کیا ہے پس کیسے اس کی سند صحیح ہو سکتی ہے۔

قال رواه عبد الرزاق في مصنفه واسناده صحيح قلت — ففى اسناده الزهري وهو مدلس ورواه عن سالم بالعننة فكيف يكون صحيحاً (ابكار المنن ص ۶۳)

اسنادہ صحیحاً و فیہ الزہری و
 ہو مدلس کما صرح بہ
 الحافظ ابن حجر فی طبقات
 المدلسین و رواہ عن سالم
 بالعنعنة و اسنادہ علی ما نقلہ
 الزیلعی فی نصب الرایۃ ہکذا
 اخبرنا معمر عن الزہری عن
 سالم عن ابن عمر قال اذا رعف
 الخ (ابکار المنن ص ۲۷۱)

مبارکپوری کہتا ہوں اس کی سند صحیح کیسے ہو
 سکتی ہے اور اس میں زہری مدلس ہے جیسا
 کہ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں
 صراحت کی ہے اور اس نے سالمؒ سے عن
 کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند
 نصب الرایۃ میں علامہ زیلعیؒ نے یوں نقل
 کی ہے معمر عن الزہری عن سالم عن ابن عمرؒ

قارئین کرام آئیے آپ نے غیر مقلدین حضرات کے بزرگ محدث مولانا
 مبارکپوری کا معاملہ دیکھ لیا کہ یہاں فریق مخالف کی روایت کی سند میں معمر عن الزہری ضعیف
 ہے جبکہ اپنے حق میں کسی روایت کی سند میں معمر عن الزہری ہو تو وہ صحیح بلکہ من اصح الاسانید فی
 الدنیا بھی ہو جاتا ہے فوا اسفا۔

مولانا حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں خلیفہ رابع امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے بھی
 ظہر و عصر کی نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا حکم مروی ہے۔ جسے امام دارقطنی امام حاکم امام بیہقی
 و امام ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سنن دارقطنی ص ۳۲۲ ج ۱ المستدرک ص ۲۳۹ ج ۱
 سنن الکبریٰ بیہقی ص ۱۶۸ ج ۲ جزء القراءۃ بیہقی ص ۹۲، ص ۹۴ وغیرہ) اگرچہ اس کے تمام
 راوی صحیحین کے راوی ہیں مگر یہ سند امام زہریؒ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ کیونکہ ان پر
 تہ لیس کا الزام وارد ہے لہذا اس اثر کے ذکر کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں کیونکہ یہ میری شرط پر
 نہیں ہے۔ واللہ اعلم (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۶۶) نیز لکھتے ہیں حضرت علیؑ سے فاتحہ خلف

الامام کا حکم مروی ہے لیکن اس کی سند امام زہری کے عنعنہ کی وجہ سے معلول ہے لہذا میں اس سے استدلال نہیں کرتا حالانکہ امام حاکم، ڈھمی وغیرہ نے اس اثر کی بھی تصحیح کر رکھی ہے۔
(مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۶۲)

(۹) حدیث اذا قرأ فانصت ابوہریرہؓ سے بطریق محمد بن عجلان مروی ہے تو ابن عجلان کے دو متابع خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء بھی ہیں مگر ان دونوں پر مولانا مبارکپوری نے سخت جرح نقل کی ہے یحییٰ کے متعلق متروک اور کذاب وضع الحدیث بھی نقل کیا ہے۔ پھر آخر میں لکھتے ہیں۔

پس جب خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء کی یہ حالت ہے تو ظاہر ہے کہ ان دونوں کی متابعت کا لعدم ہے (تحقیق الکلام ص ۸۶ ج ۲) جبکہ مولانا مبارکپوری صاحب بے یحییٰ بن العلاء کی روایت کو خود بطور تائید و متابعت پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں روى التبعی هذا الاثر فی کتاب القراءة ص ۶۲ من طریق آخر ليس فيه زياد البكائي فروى باسناده عن عبدالرزاق عن يعنى بن العلاء عن ابى سنان عن عبدالله بن ابى الهذيل ان ابى بن كعب كان يقرأ خلف الامام فى الظهور والعصر انتهى فهذا لا يترزل عن درجة الحسن (ابكار المنن ص ۱۵۰) یعنی اس اثر کو تبعی نے کتاب القراءة میں دوسری سند سے روایت کیا ہے جس میں زیادہ البکائی راوی نہیں ہے۔ اس کی سند یوں ہے عبدالرزاق عن یحییٰ بن العلاء عن ابی سنان عن عبداللہ بن ابی الہذیل کہ حضرت ابی بن کعب ظہر و عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ پس اس اثر کی سند درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔

قارئین کرام یہ حالت ہے مولانا مبارکپوری صاحب کی کہ اپنے لئے سب کچھ جائز ہے دوسروں پر پابندی ہے اس اثر کی بحث اپنے مقام آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

(10) احناف حضرات میں سے بعض نے مکحول عن محمود عن عبادہ کی حدیث پر تین اعتراض کئے ہیں مبارکپوری صاحب تیسرا اعتراض یوں نقل کرتے ہیں۔ جبہ سیوم یہ کہ طریق مکحول عن محمود عن عبادہ قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ اس طریق میں محمود کے ذکر کرنے میں ابن اخیق منفر د ہیں اور جس شیء کے ساتھ ابن اخیق منفر ہوں وہ حجت نہیں ہوتی قال الحافظ ابن حجر فی الدرر ایہ وابن اسحق لا یجتمع بما انفرد بہ من الاحکام انتہی اور چونکہ زید بن اقد نے ابن اخیق کی مخالفت کی ہے اور بجائے محمود کے نافع بن محمود کو ذکر کیا ہے یعنی زید بن اقد نے یوں روایت کیا ہے۔ عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہ اور ابن اخیق سے زید بن اقد اثبت ہیں اس لئے طریق مکحول عن محمود عن عبادہ شاذ غیر محفوظ ہوا (تحقیق الکلام ص ۶۷ ج ۱) مولانا مبارکپوری اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تیسری جبہ کا جواب۔ طریق مکحول عن محمود عن عبادہ میں محمود کے ذکر کرنے میں ابن اخیق منفر نہیں ہیں بلکہ سعید بن عبدالعزیز وغیرہ نے ابن اخیق کی متابعت کی ہے دارقطنی ص ۱۲۱ میں ہے حدثنا ابو محمد بن صاعد حدثنا ابو زرعة عبد الرحمن بن بشیر ثنا الولید بن عتبہ ثنا الولید بن مسلم حدثنی غیر واحد منهم سعید بن عبدالعزیز عن مکحول عن محمود عن ابی نعیم انہ سمع عبادہ بن الصامت اور زہری نے مکحول کی متابعت کی ہے صحیح بخاری میں ہے (تحقیق الکلام ص ۷۰ ج ۱)

(2) مولانا مبارکپوری نے نویں حدیث جس کو بطور حجت پیش کیا ہے یوں ہے عن عبادہ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحة الكتاب رواه الطبرانی فی الكبير (تحقیق الکلام ص ۹۹ ج ۱) اس روایت کی سند یوں ہے حدثنا حویتی بن احمد بن حکیم الدمشقی ثنا سلیمان بن عبدالرحمن ثنا ابو خلید عتبہ بن حماد ثنا سعید بن عبدالعزیز عن مکحول عن عبادہ بن نسی عن عبادہ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم (توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱)

قارئین کرام! ان دو مقام میں مولانا مبارکپوری نے سعید بن عبدالعزیز کی حدیث کو قبول کیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

(۱) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور حدیث عبادۃ کی سند میں حسن بن یحییٰ الخثعمی واقع ہیں۔ جن کو حافظ ابن حجر نے صدوق کہا ہے لیکن ساتھ اس کے ان کو کثیر الغلط بھی کہا ہے۔ اور ابن معین نے ان کے بارے میں لکھا ہے یس بطنی اور نسائی نے کہا یس بیعتہ اور دارقطنی نے ان کو متروک کہا ہے اور اس سند میں سعید بن عبدالعزیز واقع ہیں۔ جن کی نسبت حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔ اختلط فی آخر عمرہ (حاشیہ تحقیق الکلام ص ۳۳ ج ۱)

(۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں:

اور روایت مکحول کی محمود بن ابی نعیم اشجع عبادۃ بن الصامت پس اس کو دارقطنی نے ابی سنن میں ولید بن مسلم قال حدثی غیر واحد منهم سعید بن عبدالعزیز عن مکحول کی طریق سے روایت کیا ہے اور سعید بن عبدالعزیز کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صراحت بیان کیا ہے اور ولید کے باقی استاذ مجہول ہیں کیونکہ ان کا نام اس نے ذکر نہیں کیا تو یہ روایت مکحول کی اس روایت کے برابر نہیں۔ جس میں محمود اور حضرت عبادۃ کے درمیان ابونعیم کا ذکر نہیں (فلہذا اس کو اضطراب و تعارض میں کیے پیش کیا جاسکتا ہے۔

و اما روایتہ عن محمود عن ابی نعیم انه سمع عبادۃ بن الصامت فرواها الدار قطنی فی سننہ من طریق الولید بن مسلم حدثنی غیر واحد منهم سعید بن عبدالعزیز عن مکحول و سعید هذا كان قد اختلط فی آخر عمره كما صرح به العافظ فی التقریب و باقی شیوخ الولید مجہولون فانہ لم یسم فہذہ الروایۃ لا تساوی روایۃ مکحول التی لیس فیہا ذکر ابی نعیم بین محمود و عبادۃ (ابکار المنن ص ۱۴۴)

قارئین کرام! یہ مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد ہیں جو غیر مقلدین کے بزرگ اور محدث ہیں جن کی چند باتیں ہم نے آپ کی خدمت میں ذکر کر دی ہیں۔ جن کا تعلق تحقیق الکلام کے ساتھ تھا۔ ورنہ باتیں اور بھی ہیں جن کا ذکر وقفا وقفا ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ

(تلك عشرة كاملة بطور نمونہ کے ہیں)

گزارش احوال واقعی

مسئلہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام معرکہ آراء مسئلہ ہے ہر دور میں اس کے مثبت اور منفی پہلو پر بحث جاری رہی ہندو پاک کے علماء کرام نے اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کو اجاگر کیا اور فریقین کی طرف سے کتابیں لکھی گئیں لیکن مفصل بحث تحقیق الکلام (مصنف مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد) میں تحریر ہوئی جس کا مفصل جواب ہمارے شیخ مکرم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجد ہم نے احسن الکلام میں دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء لیکن ان کی تصنیف کے دوران بعض کتابیں بالکل نایاب تھیں مثلاً مصنف عبدالرزاق، تمہید ابن عبدالبر مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ جس کی وجہ سے بعض دلائل زیر قلم نہیں آ سکے لیکن اس کے باوجود آج تک ایسی مدلل مفصل کتاب زیر تحریر نہیں آ سکی۔ اس کتاب مستطاب احسن الکلام نے غیر مقلدین کو اپنے مذہب کے دفاع کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے غیر مقلدین کا جارحانہ انداز ختم ہو گیا ہے اور اب وہ صرف دفاع کی پوزیشن میں ہی رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کچھ اوجھام واقع ہوئے اور کچھ غلط بحث سے کام لیا گیا۔ اس لئے ہم ان اوجھام کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

وہم نمبر 1

سری نمازوں میں امام کے پیچھے بطور احتیاط الحمد پڑھنا مستحسن ہے جیسا کہ امام محمد سے روایت کیا گیا ہے امام محمدؒ کے اس قول کو صاحب بدایہ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد (حدایہ ص ۱۲) کہ احتیاطاً پڑھنا اچھا ہے۔ اس روایت میں جو امام محمدؒ سے روایت کی جاتی ہے۔

یروئی مجہول کا صیغہ ہے جو اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس روایت کا ناقل معلوم نہیں اور مجہول روایت قابل عمل نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالحی ککسوی کا کمال ملاحظہ ہو:

مولانا ارشاد الحق صاحب نقل کرتے ہیں "بلکہ علامہ ککسوی لکھتے ہیں۔

امام محمدؒ سے مروی ہے کہ سری میں مقتدی
کیلئے الحمد پڑھنا بہتر ہے۔ اس طرح امام
ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہے جیسا کہ ہدایہ اور
مجتبائی شرح قدوری وغیرہ میں ہے اور یہی
ہمارے مشائخ کے نزدیک پسندیدہ ہے
لہذا اجہری کے سکتات میں بھی قراءۃ سے
انکار نہیں کیا جاسکتا بشرطیکہ سماع میں خلل
واقع نہ ہو۔"

رُوی عن محمد انہ
استحسن قراءة الفاتحة للمؤتم
فی السریة ومثله عن ابی
حنيفة صرح به فی الهدایة و
المجتبى شرح مختصر
القدوری وغیرهما وهذا هو
مختار کثیر من شائخنا وعلی
هذا فلا ینکر استحسنانها فی
الجمهریة اثناء سکتات الامام
بشرط ان لا یغل بالسماع
(عمدة الرعالية ص ۱۴۳)

اور انہوں نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ امام محمدؒ کا یہ قول گورولپہ ضعیف سہی مگر د را یۃ
قوی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں انکان ضعيفا لكنه قوی د را یۃ (العلیق المجہد ص ۹۴) گو یہ قول
ضعیف سہی مگر د را یۃ قوی ہے (توضیح الکلام ص ۶۳ ج ۱)۔

الجواب

امام محمدؒ نے اپنی کتب میں اس مسئلہ کے بارے میں خوب وضاحت کی ہے جو یقین
کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ امام محمدؒ کی طرف ایک مجہول و بے سند روایت کی نسبت کرنا اہل
انصاف کے ہاں درست نہیں چنانچہ امام محمدؒ فرماتے ہیں "

قال ابو حنیفۃؒ لا قراءة خلف
الامام فی شیء من الصلوة ما
يجهر فيه بالقراءة وما لا يجهر
فيه بالقراءة وقال اهل المدينة
لا یقرأ خلف الامام فیما یجهر
فيه ویقرأ خلفه ، فیما لا یجهر
فيه بام القرآن وسورة كما یقرأ
وحده ، وقال محمد بن الحسن
وکیف كانت القراءة خلف
الامام فیما لا یجهر فيه . قالو
الان القاسم بن محمد وعروة بن
زبیر ورافع بن جبیر بن مطعم و
ابن شهاب كانوا یقرأون خلف
الامام فیما لا یجهر فيه الامام
بالقراءة قیل لهم فھنولاء كانوا
عندکم اعلم واوثق ام عبدالله
بن عمرؓ وجابر بن عبدالله
قالوا بل عبدالله وجابر (کتاب
الحجة علی اهل المدينة ص
۱۱۶ ج ۱)

” کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام کے
پیچھے کسی نماز میں قراءۃ نہیں نہ جہری میں اور نہ
سری میں اور اہل مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے
کہ جہری میں قراءۃ خلف الامام نہیں البتہ سری
میں خلف الامام سورة فاتحہ اور دوسری سورة
پڑھے جیسا کہ منفرد پڑھتا ہے اور امام محمد بن
الحسن اہل مدینہ پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے
ہیں کہ سری میں خلف الامام قراءۃ کیسے
درست ہو سکتی ہے۔ تو اہل مدینہ نے جواب
دیا کہ قاسم وعروہ ورافع بن جبیر صحیح نافع ہوگا
ذیروی) وابن شہابؒ سری میں امام کے
پیچھے پڑھتے تھے تو انکو جواب دیا جائیگا کہ یہ
تا بعض تمھارے نزدیک زیادہ علم والے اور
زیادہ معتبر ہیں۔ یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ و
حضرت جابرؓ تو اہل مدینہ نے جواب دیا کہ
حضرت ابن عمرؓ و جابرؓ زیادہ علم والے ہیں اور
زیادہ معتبر ہیں۔

پھر امام محمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے وہ اثر نقل کیا ہے کہ جب کوئی آدمی اکیلا ہو تو
قراءۃ کرے لیکن جب امام کے پیچھے ہو تو اس کو امام کی قراءۃ کافی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ
امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ پھر حضرت جابرؓ کا اثر بطریق امام مالکؒ نقل کیا ہے کہ جو آدمی
نماز پڑھتا ہے اور اس میں سورة فاتحہ نہیں پڑھتا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے
ہو تو بغیر فاتحہ پڑھے۔ اس کی نماز درست ہے۔ پھر اس کے بعد دیگر احادیث مرفوعہ و موقوفہ کا

میں کوئی شبہ باقی نہ رہا (فلله الحمد) مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے تو تو کمال کر دیا کہ امام محمدؒ کے ساتھ ساتھ امام ابوحنیفہؒ کو اس استحسان کی روایت میں شریک کر ڈالا اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کی روایت ہدایہ اور مجتبیٰ شرح مختصر القدوری میں ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ہدایہ کے متعلق ہدایہ میں ۱۲۱ میں یوں تحریر ہے۔

ویکمرہ عندہما لافیہ من الوعید کہ امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے ہاں قراءۃ خلف الامام مکروہ ہے کیونکہ قراءۃ خلف الامام کرنے والے کے متعلق وعید وارد ہوئی ہے باقی رہی مجتبیٰ شرح مختصر القدوری تو اس کا مؤلف مختار بن محمود نجم الدین الزاہدی معزلی ہے اس کی کتابیں قابل عمل نہیں ہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری تحریر کرتے ہیں۔

سری نمازوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے۔ امام محمدؒ کا ایک قول یہی ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہ منقول ہے چنانچہ علامہ مختار بن محمود نجم الدین الزاہدی حنفی م ۶۵۸ھ المجتبیٰ شرح مختصر القدوری میں فرماتے ہیں۔

اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ ظہر وعصر میں امام کے پیچھے فاتحہ بلکہ اس سے زائد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

وعن ابی حنیفۃ لا باس بان یقرأ الفاتحة فی الظہر و العصر و بما شاء من القرآن (امام الکلام ص ۲۹ فصل الخطاب ص ۲۹۸) (توضیح الکلام ص ۵۲ ج ۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کے ہاں زاہدی معزلی کی کتابیں قابل اعتماد نہیں بلکہ غیر معتبر ہیں۔ چنانچہ مقدمہ عمدۃ الراعی ص ۱۱ میں غیر معتبر کتب کا ذکر کرتے ہوئی لکھتے ہیں و اتحصتانی کجارف سیل و حاطب لیل خصوصاً و استناد و الی کتب الزاہدی المعزلی اتھنی (کہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے تنقیح الفتاویٰ الحامیہ میں فرمایا کہ قبستانی سیلاب کی طرح ہر چیز کو بہا لے

جانے والا اور حاطب لیل ہے۔ خاص کر اس کا ماخذ زاہدی معزلی کی کتابیں ہیں۔
آگے مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کہ:

و منها تصانیف نجم الدين
مختار بن محمد الزاهدي
معتزلي الاعتقاد حنفي
الفروع المتوفى سنة ست و
خمسین و ستمائة كالقنية و
الحاوي و المجتبى شرح
مختصر القدوري و زاد الاثمة
و غير ذلك فقد قال في
تنقيح الفتاوى الحامدية نقل
الزاهدي لا يعارض نقل
المعتبرات النعمانية فانه ،
ذكر ابن وهبان انه لا يلتفت
الى ما نقله صاحب القنية
مخالفاً للقواعد مالم يعضده
نقل من غيره و مثله في
النهر ايضاً انتهى وفيه ايضاً
في موضع آخر الحاوي
للزاهدي مشهور بنقل
الروايات الضعيفة انتهى۔

ان غیر معتبر کتابوں میں سے زاہدی معزلی
(اعتقاداً) حنفی (فروعاً) السنوی ۶۵۶ھ کی
تصانیف بھی ہیں۔ جیسے قنیہ جاوی اور مجتبى
شرح المختصر القدوری، زاد الاثمة وغیرہ تنقیح
الفتاوی الحامدیہ میں شامیؒ نے فرمایا کہ
زاہدی کی نقل فقہ حنفی کے معتبر کتابوں کا مقابلہ
نہیں کر سکتی۔ پس علامہ ابن وہبانؒ نے
فرمایا کہ صاحب قنیہ زاہدی کی نقل کی
طرف التفات نہ کیا جائے جب قواعد حنفیہ
کے خلاف ہو جب تک کسی اور حنفی کی نقل اس
کی تائید نہ کرے اس طرح انہر میں ہے۔
اور انہر میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ
الحاوی جو زاہدی کی کتاب ہے ضعیف
روایات کے نقل کرنے میں مشہور ہے۔

اس طرح مولانا عبدالحی نے النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر کے اندر کتب غیر معتبرہ
کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ قارئین کرام اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

نوٹ: مولانا عبدالحی صاحب اہم اکادمی ص ۳۸ طے حاشیہ میں جامع الرموز کے متعلق لکھتے
ہیں و هو من الكتب الغير المعتمدة لعدم الاعتماد على مؤلفه کہ وہ

ہر ایک امر و نہی پر سزا و جزا کی ہے۔ یہ کہہ کر اس کے خلاف بیعت ہو گئی۔ علیؑ نے فرمایا کہ میں نے تم کو یہ بات بتائی ہے کہ تم لوگ اس کے خلاف بیعت نہ کرو۔ اگر تم اس کے خلاف بیعت کرو گے تو میں تم کو سزا دے دوں گا۔

قرآنہ المسجودین المستقرین منصوصہ دوم القیوم القزاعی
مؤلف القیوم القزاعی ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۱ء
الکلام من طبع من ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۱ء
نیر سحر کا ہے۔ (مجموعہ من ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۱ء)
نیر سحر کا ہے۔ (مجموعہ من ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۱ء)
نیر سحر کا ہے۔ (مجموعہ من ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۱ء)

کہ اچھے سے کمال کے نکل کر سنے کے لئے
موجود ہیں، وہ اس ایک بچے کا پیغام
تبدیل کتاب ہے جس کا نام "میری کتابیں
میرے بچوں کے لئے" ہے۔ کتابیں ہیں جو ان
کتابوں میں کی گئی ہیں جو ان کے لئے
میں نے لکھی۔

و طرقت ثعلبہ کنگلک میں
 مسجداً بعد الاسیرین اصاب
 یومین لہ سجدتہ اللہ اربا خط
 من کتاب معروفہ لہ لکھ الا
 ہدی زہو کتب محمد بن
 الحسن و زہو عباس
 قضاۃ الشہر ۱۱۱۰
 و شہزادہ الخیر المظفر حاتم
 الشہر لکھتہ عبد
 طحانہ بن ۱۱۱

ہر نیچے کر سہو شہ کی قسم، ہر حال کا کہیں کہ جسے ہر شہ کی کائنات میں رہے۔
 ہر شہ کی کائنات میں رہے کہ ہر شہ کی کائنات میں رہے کہ ہر شہ کی کائنات میں رہے۔
 ہر شہ کی کائنات میں رہے کہ ہر شہ کی کائنات میں رہے کہ ہر شہ کی کائنات میں رہے۔

مولانا عبدالحی، علامہ نور شاہ، مولانا بنوری، مولانا ظفر احمد عثمانی بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔
(فساختم اللہ تعالیٰ)

مولانا عبدالحی کا پھر اس مجبول روایت کی بناء پر سکتا امام میں جبری نماز میں بھی قراءۃ کی اجازت دینا عجیب ہے جبکہ وہ اس مجبول روایت کو ضعیف بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں "لہذا جن بزرگوں نے مطلقاً امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مسلک کراہت یا عدم جواز نقل کیا ہے وہ ان کا آخری قول نہیں قارئین حضرات انصاف فرمائیں اس سے بڑھ کر ہم حضرت مولانا صفدر صاحب اور دیگر حنفی دوستوں کی اور کیا تسلی کر سکتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ حضرات انا پہ اتریں تو ہدایہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیں اور اسے فقہ حنفی کی پہلی تصانیف کا ناخ قرار دیتے ہوئے الہدایہ کا القرآن کا نعرہ مستانہ بلند کریں مگر جب اپنے مفروضات اور فرقہ وارانہ حس کے خلاف پائیں اس کی روایت کو شاذ اور مرجوح قرار دیں۔ مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم نے کیا جج فرمایا ہے "الہدایہ سے بڑی کوئی کتاب فقہ حنفی میں مشہور ہوگی (کما مر) توضیح الکلام ص ۶۳ ج ۱) الجواب مولانا اثری صاحب نے جذبات میں عورتوں کی طرح طعنہ دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔ حالانکہ بات واضح ہے کہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا مذہب سری و جبری نمازون میں مقتدی کو خلف الامام قراءۃ کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ان سے دوسرا قول ثابت ہی نہیں۔

الہدایہ کا القرآن یہ بھی کسی مجبول شاعر کا قول ہے۔ یہ احناف کا نعرہ مستانہ نہیں جیسا کہ اثری صاحب جھوٹ بول رہے ہیں اور اس طرح امام محمدؒ کی طرف قراءۃ خلف الامام کے استحسان کی روایت بھی کسی مجبول راوی کی ہے جو کہ قابل قبول نہیں چونکہ اثری صاحب اس روایت مجبولہ سے اور معتزلی کی روایت سے امام محمدؒ و امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا قول ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان غلط روایتوں پر ایمان لانا فرض ہے۔ اب تو اثری صاحب کے ہاں الہدایہ کا

لقرآن سے بھی بڑھ کر الہدایہ عن القرآن ہو گیا ہے۔ اثری صاحب کے ہاں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم) علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں امام محمدؒ کی طرف اس منسوب روایت کو خوب تردید کی ہے اور فرمایا والحق ان قول محمد کقولہما فان عبارتہ فی کتبہ مصرحتہ بالتجانی عن خلاف فانہ فی کتاب الاثار فی باب القراءة خلف الامام الخ (بحوالہ امام الکلام ص ۴۲) اور حق بات یہ ہے کہ امام محمدؒ کا قول امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کی طرف منع قراءة خلف الامام کا ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارتیں خود ان کی کتابوں میں اس اختلاف سے علیحدگی کی تصریح کرتی ہیں۔ جیسا کہ کتاب الاثار میں ہے الخ (۶) البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں اس عبارت کی تردید کرتے ہوئے علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں۔

کہ (مؤلف) علیہ البیان شرح ہدایہ میں اس پر تعقب کیا ہے کہ امام محمدؒ نے اپنی کتابوں میں خود وضاحت کی ہے کہ سری و جبری تمام نمازوں میں قراءة خلف الامام نہیں اسی پر ہمارا عمل ہے۔ اور یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا اور منسوب عبارت کا جواب یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے جزم کے صیغہ (قال) کے ساتھ نہیں فرمایا کہ یہ احسان کی روایت امام محمدؒ کا فرمان ہے بلکہ صاحب ہدایہ کے الفاظ (فیما یزوی) سے ظاہر ہوتا ہے کہ یقیناً یہ روایت ضعیف ہے۔

تعبه فی غایۃ البیان بان
محمد اصرح فی کتبہ بعدم
القراءة خلف الامام ما یجهر
فیہ وما لا یجهر فیہ قال وبہ
نأخذ وهو قول الی حنفیۃ
ویجاب عنه بان صاحب
الہدایتہ لم یجزم بانه قول
محمد بل ظاہرہ انہار وایۃ
ضعیفۃ انتہی (بحوالہ امام
الکلام ص ۴۳)

(3) علامہ علاؤ الدین الدردار مختار شرح تنویر الابصار میں لکھتے ہیں۔

والمؤتم لا يقرأ مطلقاً
ولا الفاتحة في السرية اتفاقاً
وما نسب لمحمد ضعيف كما
بسطة الكمال (بحواله امام
الكلام ص ۴۳)

(4) علامہ شمس الدین الترمذی رحمہ اللہ الغفار شرح تنویر الابصار میں لکھتے ہیں:

والمؤتم لا يقرأ مطلقاً يعني لا
الفاتحة ولا غيرها سواء في
السرية او الجهرية قال الشيخ
قاسم في تصحيحه لا يختلفون
في ان هذا ظاهر الرواية وقال
في الهداية ويستحسن على
سبيل الاحتياط فيما يروى عن
محمد وقال في الذخيرة و
بعض مشائخنا ذكروا ان
علي قول محمد لا يكره و علي
قولهما يكره ثم قال الاصح انه
يكره قلت لا يصح عن محمد
شيء من هذا قال في كتاب
الآثار لا نرى القراءة خلف
الامام في شيء من الصلوات و
قال في كتاب الحجة لا يقرأ
خلف الامام فيما يجهر وولا
فيما لا يجهر الخ (بحواله امام
الكلام ص ۴۳ تا ص ۴۴).

اور مقتدی بالکل قراءۃ نہ کرے اور بالا اتفاق سری
نماز میں بھی الحمد نہ پڑھے اور جو روایت امام محمدؒ
کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ ضعیف ہے۔
جیسا کہ کمال الدین ابن حمامؒ نے اس کو تفصیل
سے ذکر کیا ہے۔

اور مقتدی مطلقاً قراءۃ نہ کرے نہ سورۃ فاتحہ
پڑھے اور نہ اس کے علاوہ چاہے نماز سری ہو یا
جہری علامہ قاسمؒ اس مسئلہ کی تصحیح کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ فقہاء احنافؒ کا اس مسئلہ کے
ظاہر الروایۃ کے مطابق ہونے میں کوئی
اختلاف نہیں اور صاحب بدایۃ نے کہا ہے کہ
قراءۃ احتیاط کے طور پر مستحسن ہے اس روایت
میں جو امام محمدؒ سے روایت کی گئی ہے اور صاحب
ذخیرہ نے کہا کہ ہمارے بعض (مشائخ) ذکر
کرتے ہیں کہ امام محمدؒ کے قول پر قراءۃ مکروہہ
نہیں امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے قول پر مکروہہ
ہے۔ پھر کہا کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ مکروہہ ہے
میں کہتا ہوں کہ امام محمدؒ سے قراءۃ کی کوئی
روایت بھی صحیح نہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب
آثار میں فرمایا کہ ہم خلف الامام کسی نماز میں
بھی قراءۃ کے قائل نہیں اور کتاب الحجۃ میں فرمایا
کہ خلف الامام جہری و سری نمازوں میں قراءۃ
نہ کی جائے۔

(5) علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

(قوله وانصات المقتدى) فلو
قرأ خلف امامه كره تحريماً و
لا تفسد في الاصح كما
سيأتي قبيل باب الامامة
ردالمحتار ص ۴۲۸ ج ۱)

مقتدی کا خلف الامام قراءۃ سے خاموشی کرنا
واجب ہے۔ پس اگر اپنے امام کے پیچھے قراءۃ
کی تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔ مگر اجماع روایت میں
نماز فاسد نہ ہوگی جیسا کہ باب الامامۃ سے کچھ
پہلے اس کی بحث عنقریب آ رہی ہے۔

آگے جا کر علامہ شامیؒ صاحب الدر المختار کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قوله اتفاناً اي بين اثمتنا
الثلاثة (قوله مانسب لمحمد)
اي من استحباب قرلة
النافعة في السرية احتياطاً
(قوله كما بسطه الكمال)
حاصله ان محمداً قال في
كتابه الآثار لا نرى القرلة لا
نرى القراءة خلف الامام في
شيء من الصلوات يجهر فيه
اويسر او دعوى الاحتياط
منوعة بل الاحتياط ترك
القراءة لانه العمل باقوى
الدليلين وقد روى الفساد
بالقراءة عن عدة من
الصحابة فاقوا هما المنع
(فتاوى شامی ص ۵۰۸ ج ۱)
قبیل باب الامامة.

ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے کہ قراءۃ خلف
الامام مطلقاً درست نہیں۔ امام محمدؒ کی طرف جو
سری نمازوں میں قراءۃ مقتدی کے احتیاط کا
قول منسوب کیا گیا ہے۔ وہ ضعیف ہے جیسا کہ
دو ابن حاتمؒ نے تفصیل سے اسکا ذکر کیا ہے۔
خلاصہ یہ کہ امام محمدؒ کتاب الآثار میں فرماتے
ہیں سری و جہری نمازوں میں ہم قراءۃ خلف
الامام کے قائل نہیں اور دعویٰ احتیاط کا غلط ہے
بلکہ احتیاط ترک قراءۃ میں ہے کیونکہ اس کی
دلیل اقویٰ ہے۔ بیشک متعدد صحابہ کرام سے
مروی ہے کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرتا
ہے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے پس زیادہ قوی
دلیل منع قراءۃ خلف الامام کی ہے۔

وہم نمبر 2

صوفی عبدالوہاب صاحب شعرانی جو شافعی المسلک ہیں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ انہوں نے پہلے قول یعنی قراءۃ خلف الامام نہیں ہوئی چاہئے) رجوع کر لیا تھا اور قراءۃ خلف الامام کو مستحسن جانتے تھے۔ (بحوالہ غیث الغمام) (ص ۲۱۶) توضیح الکلام ص ۵۷ ج ۱ تا ص ۵۸) تو یہ صوفی صاحب کا وہم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے پھر وہ شافعی ہیں اس لئے ان کا قول احناف کیلئے حجت نہیں ہے۔

جناب علامہ عبدالحی لکھنوی رقمطراز ہیں۔ **لکن کتب الحنفیۃ اکثرھا خالیۃ عن ذکر الرجوع لو ثبت ذالک لانہ قاطع للنزاع** (غیث الغمام ص ۲۱۶)۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں لیکن چونکہ یہ قول متداول کتب حنفیہ میں موجود نہیں اس لئے یہ مسئلہ تا بنوز نزاع کا باعث بنا ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ لکھنوی لکھتے ہیں مگر اکثر کتب حنفیہ اس رجوع کو ذکر کرنے سے خالی ہیں۔ اگر یہ رجوع ثابت ہو جاتا تو اس سے نزاع ختم ہو جاتا ہے۔ (غیث الغمام ص ۲۱۶) توضیح الکلام ص ۵۵۹ ج ۱) بعد میں معلوم ہوا حضرت صوفی صاحبؒ نے یہ بات حالت سُکر میں کہی ہے۔ جو کہ قابل التفات نہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحی نے علامہ شعرانیؒ کی طرف امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے دو قول ہیں کی نسبت غلط کی ہے۔ ان کی کتابوں میں مثلاً میزان و کشف المغرہ و رحمۃ الامۃ میں یہ دو قول نہیں ملتے۔ (اعلاء السنن ص ۹۲ ج ۳)۔

وہم نمبر 3

حضرت علامہ عینیؒ کا وہم جو ترمذی کی عبارت سے ان کو ہوا ہے۔ اس کا ذکر خیرن ہائے گفتنی کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے۔ اس کو وہاں ملاحظہ کریں۔ اسی طرح عینی لکھتے ہیں۔

علی ان بعض اصحابنا
استحسنوا ذالک علی
سبیل الاحتیاط فی جمیع
الصلوات و منهم من
استحسنها فی غیر الجهریة و
منهم من رأى ذالک اذا کان
الامام لحانا (عینی شرح
بخاری ص ۱۲ ج ۶)

کہ علاوہ اس کے ہمارے بعض ساتھی احتیاطاً
تمام نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کرتے
ہیں بعض صرف سری میں مستحسن جانتے ہیں
بعض کا خیال ہے کہ جب امام غلط پڑھنے والا
ہو تو پھر قراءۃ کرنی چاہیے۔

ان بعض کا علامہ عینی نے نام نہیں لیا کہ وہ کون ہیں فلہذا ایسے مجہول اشخاص کا کیا اعتبار
ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے علامہ عینی کی عبارت کو صحیح نقل نہیں کیا۔
مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

کہ علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں کہا ہے کہ
ہمارے بعض ساتھی قراءۃ خلف الامام کو تمام
نمازوں میں احتیاطاً اچھا سمجھتے ہیں اور بعض
صرف سری میں چنانچہ حجاز و شام کے فقہاء اسی
نظر یہ پر قائم ہیں۔

قال فی شرح صحیح
البخاری بعض اصحابنا
یستحسنون ذالک علی
سبیل الاحتیاط فی جمیع
الصلوات و بعضهم فی
السریة فقط و علیہ فقہاء
الحجاز و الشام انتہی غیث
الغمام ص ۲۱۶

مولانا لکھنوی نے علیہ فقہاء الحجاز و الشام کا جملہ مذکورہ بالا عبارت سے لگا دیا ہے جو
بالکل خیانت اور تحریف ہے۔ حالانکہ یہ جملہ اس عبارت کے ساتھ متصل نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا
ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں 'مولانا عبدالحی لکھنوی نے غیث الغمام ص ۲۱۶ میں بھی علامہ عینی کی
یہ عبارت شرح البخاری کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

وعلیہ فقہاء الحجاز و الشام کہ اسی پر فقہاء حجاز و الشام کا عمل ہے۔

مگر یہ الفاظ علامہ عینی ص ۱۱ ج ۶ میں سری نمازوں میں قراءۃ کے بارے میں لکھے ہیں
(توضیح الکلام ص ۲۸ ج ۱۔)

مولانا عبدالحی لکھنوی کا عبارات میں تحریف کرنا اور احناف کو نقصان پہنچانا عام عادیہ شریفہ ہے۔ کچھ کا ذکر رقم الحروف نے ہدایہ علماء کی عدالت میں کر دیا ہے۔

مسئلہ زکوٰۃ الجنین میں علامہ لکھنوی نے احادیث کی جرح و تعدیل میں اپنے جس کرب کا مظاہرہ کیا ہے الامان والحفیظ۔ حالانکہ حنفیہ کے مشہور مخالف علامہ ابن حجر شافعی نے انہیں الجہیر میں کچھ انصاف کا مظاہرہ کیا ہے۔ مولانا لکھنوی نے گیارہ صحابہ کرامؓ سے روایات پیش کی ہیں۔ اب ان سب پر تبصرہ کرنا تطویل کا باعث ہے۔ اس لئے صرف ایک روایت پر ہم تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

چھٹی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے جس کا اخراج دارقطنی نے کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری یا صحیح مسلم کے ہیں۔

السادس ابن مسعود اخرج
حدیثہ الدار قطنی و رجالہ
رجال الصحیح (التعلیق
المجدد ص ۲۸۴)

حالانکہ یہ خیانت اور تحریف کی بدترین مثال ہے چنانچہ مولانا عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے

ہیں۔

قال الزيلعي رجاله رجال
الصحيح الا ان شيخ شيخه
احمد بن الحجاج بن الصلت
قال الذهبي انه هو آفته
انتهي وفي الميزان ايضاً و
العجب ان الخطيب ذكره في
تاريخه ولم يضعفه و كانه
سكت لانتهاك حاله انتهي
وفي التلخيص حديث ابن
مسعود رجاله ثقات الا احمد
بن الحجاج بن الصلت فانه
ضعيف جدا وهو علة
التعليق المغني علي سنن
الرازي قطني ص ٢٤٢ ج ٢

کہ زبیلی نے فرمایا کہ اس کے راوی صحیح کے
ہیں مگر دارقطنی کے شیخ کا شیخ احمد بن الحجاج
بن الصلت علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں یہ
اس حدیث کی آفت ہے اور میزان الاعتدال
میں بھی فرماتے ہیں اور تعجب سے خطیب
بغدادیؒ پر کہ انہوں نے اس راوی کی روایت
کو اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ لیکن اس کی
تضعیف نہ کی شاید اس کے حال سے بے خبر
تھے۔

اور التلخیص الحبیبر میں ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس روایت کے راوی ثقہ
ہیں۔ مگر احمد بن الحجاج سخت ضعیف ہے اور یہی راوی اس حدیث کی علت ہے۔

یہ روایت حضرت ابن مسعودؓ سے سنن دارقطنی ص ٢٤٢ ج ٢ میں موجود ہے علامہ ناصر
مدین البانی غیر مقلد نے احمد بن الحجاج کی ایک روایت کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے۔
: یعنی (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ١٠٩ ج ١)

یہ ہے مولانا عبدالحی نکسنوی مرحوم کی حالت اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے آمین۔

وہم نمبر 4:

مولانا ارشاد الحق صاحب علامہ محمد عابد سندھیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

ولهذا مال كثير من
المتأخرين الى الاخذ بما
يروى عن محمد من انه
اوجب قراءة الفاتحة على
المقتدى فى السرية وهو
اختيار ابي حفص الكبير و
هو قول مالك والاوزاعي
والليث واشهر الروايتين عن
احمد وهو اعدل الاقوال وهو
الذى فهم جمهور الصعابة
الخ (المواهب اللطيفة قلمي
ص ۲۸۰ ج ۱) توضيح الكلام
ص ۱۹۲ ج ۲

اسی لئے اکثر متاخرین امام محمدؒ کے قول کے
مطابق سری میں فاتحہ خلف الامامؒ نے وجوب
کے قائل ہیں۔ ابو حفصؒ کبیر کا یہی مختار
مذہب ہے اور یہی قول امام مالکؒ اور زاعیؒ،
لیثؒ اور امام احمدؒ کا ہے ان کی مشہور روایت
کے مطابق اور یہی تمام اقوال سے اعدل قول
ہے اور یہی جمہور صحابہ کرامؓ نے سمجھا ہے۔

الجواب: امام محمدؒ کی طرف صاحب بدایہ نے (یرونی) مجہول کے صیغہ سے سری نماز
میں قراءۃ خلف الامامؒ کا استحسان منسوب کیا تھا۔ جو بالکل غلط ہے جس کی تردید وہم نمبر ۱ کے
تحت بالتفصیل ذکر ہو چکی ہے۔ لیکن وجوب کا قول امام محمدؒ کی طرف سے کسی نے منسوب نہیں
کیا۔ فلہذا علامہ محمد عابد سندھیؒ کی کتاب المواہب اللطیفہ قلمی سے وجوب کا حوالہ محرف نظر آتا
ہے۔ جس کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب مشہور متداول کتابوں
میں تحریف و خیانت کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو اس قلمی کتاب کے ساتھ رحم گوارا کیسے کر
سکتے ہیں۔ ابو حفصؒ الکبیر کی طرف وجوب کی نسبت بھی کذب خالص ہے۔ اس طرح امام
مالکؒ و امام احمدؒ کی طرف وجوب قراءۃ خلف الامامؒ سری میں یہ بھی غلط ہے۔ جمہور صحابہؓ کی
طرف سری میں وجوب قراءۃ کی نسبت افتراء عظیم ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب خود تحریر کرتے

ہیں۔ "امام محمد سری نمازوں میں فاتحہ پڑھنے کو مستحسن خیال کرتے ہیں بلکہ امام ابوحنیفہؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ (کما سیاتی) یہی رائے امام محمدؒ کے شاگرد رشید امام ابوحنیفہؒ کے بیروان کے بعد شیخ التسلیم نظام الدین البروی م ۷۳۷ھ کی ہے (امام الکلام ص ۴۶) توضیح ص ۲۶ ج ۱ تا ص ۲۷ ج ۱۔ یہ نسبت امام محمد و امام ابوحنیفہؒ کی طرف سری میں جواز قراءۃ خلف الامام یا استئذان کی بالکل غلط ہے اور وجوب قراءۃ خلف امام فی السریہ کی نسبت کرنا تو بہت بڑا جھوٹ ہے۔ فلحد المواہب اللطیفہ کی عبارت محرف ہے اس طرح امام احمد و امام مالکؒ بھی سری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے جواز کے قائل ہیں وجوب کے قائل نہیں دیکھئے توضیح الکلام ص ۹۷ ج ۱، ص ۳۹۱ ج ۱، ص ۱۳۹ ج ۲۔ امام اوزاعی و امام لیث کے مسلک کی وضاحت اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جمہور صحابہؓ بھی سری میں وجوب کے قائل نہ تھے ان کی طرف سری میں وجوب قراءۃ خلف الامام کی نسبت کرنا بے ثبوت ہے۔

باب الکذبات

یعنی مولانا ارشاد الحق اثری کے چند جھوٹ

جھوٹ نمبر 1

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الرحمن کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں۔ وہ حجت ہے امام ابن معینؒ، ابو حاتمؒ، محمد بن صالح نسائیؒ، دارقطنیؒ وغیرہ نے ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ (تہذیب ص ۲۰۷ ج ۲ مقدمہ فتح الباری ص ۱۷۱ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۳۵۷ ج ۱) الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ تہذیب التہذیب جلد نمبر 4 میں اس کا ترجمہ مذکور ہے۔ جیسا کہ خود اثری صاحب نے بھی توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱ میں تہذیب ص ۲۰۸ ج ۳ کا حوالہ دیا ہے لیکن یقین کیجئے کہ تہذیب اور مقدمہ فتح الباری میں امام احمد کا یہ قول ہرگز موجود نہیں کہ سلیمان بن عبد الرحمن حجت ہے یہ اثری صاحب کا سفید جھوٹ ہے اسکے علاوہ اثری صاحب نے سلیمان بن عبد الرحمن کی توثیق نقل کرنے میں بھی خیانت کا ارتکاب کیا ہے جس کو ہم باب الخیانات میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں۔ ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر 2

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی فرض یا نفل امام کے پیچھے پڑھے وہ اس میں فاتحہ اور اس کے علاوہ اور قرآن بھی پڑھے اگر فاتحہ ہی پڑھے گا تو یہ کافی ہے اور جب امام جہرا پڑھے تو امام کے سکات میں امام کی قراءۃ سے پہلے یا بعد میں فاتحہ پڑھے (مصنف عبدلرزاق ص ۱۳۳ ج ۲ کتاب القراءۃ ص ۱۵۲/۵۵۔ اس روایت کی سند میں محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر ہے۔ جو

ضعیف ہے جیسا کہ مؤلف احسن الکلام نے کہا ہے۔ (احسن ص ۱۷۱ ج ۱) عمرو منفرد نہیں بلکہ شعیب بن صباح اور ابن لہیعہ نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ (کتاب القراءة ص ۵۴۔ توضیح الکلام ص ۱۳۱ ج ۲)

الجواب: مصنف عبدالرزاق کی سند میں محمد بن عبداللہ بن عیسرواقع نہیں۔ اثری کا کہنا ہے کہ عبدالرزاق کی پسند میں محمد بن عبداللہ ہے۔ خالص جھوٹ ہے۔ پھر اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ وہ منفرد نہیں بلکہ شعیب بن صباح اور ابن لہیعہ نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ تو یہ متابعت کا لحد م ہے اس لئے کہ ابن لہیعہ نے عمرو بن شعیب سے نہیں سنا (ایک مقام پر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

وابن لہیعة لا یحتج بہ وقد قال ابو حاتم انه لم یسمع من عمرو بن شعیب (الدراہ ص ۲۶۵ ج ۲ و کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ۱۱۴)

کہ ابن لہیعہ سے احتجاج نہ کیا جائے بے شک امام ابو حاتم نے فرمایا کہ ابن لہیعہ نے عمرو بن شعیب سے نہیں سنا۔

امام احمد فرماتے ہیں کتب عن المثنی بن الصباح عن عمرو بن شعیب وکان بعد محدث
بجاء عن عمرو بن شعیب (تہذیب التہذیب ص ۷۵ ج ۵ و میزان الاعتدال ص ۷۶ ج ۲) کہ
عبداللہ بن لہیعہ نے باواسطہ مثنیٰ بن صباح عن عمرو بن شعیب سے روایت کی تھی پھر بعد میں شعیب بن صباح کا واسطہ گرا کر براہ راست عمرو بن شعیب سے روایت کرتا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ ابن لہیعہ کی روایت وہی مثنیٰ بن صباح والی ہے پھر محمد بن عبداللہ متروک الحدیث ہے۔ چنانچہ امام نسائی فرماتے ہیں محمد بن عبداللہ بن عبید بن عیسر متروک الحدیث کئی (ضعفاء للنسائی ص ۲۶)۔
۔ ناصر الدین البانی غیر مقلد اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت ابن عمیر متروک شدید
الضعف کما مضی قریباً فلا
یستشهد به ونحوه المثنی ابن
الصباح فقد ضعفه الجمهور من
الائمة وقال النسائی وابن
الجندی متروک الحدیث وقال
النسائی فی موضع آخر لیس
بثقة وقال الساجی ضعیف
الحدیث جداً حدث بمناکیر
یطول ذکرها وکان عابداً یهم
قلت وایضاً فانه ، کان ممن
اختلط فی آخر عمره کما قال
ابن حبان واما ابن لهیعة هو
معروف بالضعف لانه ، خلط
بعد احتراق کتبه فیحتمل ان
یکون هذا من تغالیطه ومع
الاحتمال یسقط الاستدلال
(سلسلة الاحادیث الضعیفة
والموضوعة ج ۲۲۰ ج ۲)

کہ میں البانی کہتا ہوں کہ ابن عمیر متروک
الحدیث سخت ضعیف ہے جیسا کہ ابھی قریب
میں گزرا ہے پس اس کی روایت استہزاء کے
قابل نہیں اور مثل اس کے ثقی بن صبات ہے
اس کو جمهور ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا
ہے۔ امام نسائی اور ابن الجندی نے متروک
الحدیث کہا ہے۔ امام نسائی ایک اور جگہ
فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور محدث ساقی
فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے بڑی لمبی
چوڑی اس کی منکر روایات ہیں۔ یہ عابد تھا
بھولتا تھا میں البانی کہتا ہوں کہ ثقی آخری عمر
میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا اور ابن لہیعہ بھی
مشہور ضعیف ہے۔ کیونکہ کتاب میں جل جانے
کے بعد اختلاط کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا پس
احتمال ہے یہ بھی اس کی تغالیط میں سے ہو اور
احتمال کی موجودگی میں استدلال ساقط ہو جاتا
ہے

مولانا ارشاد الحق صاحب خود تحریر کرتے ہیں کہ اور متروک کی روایت کو متابعت بھی
پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا اعتراف خود مولانا (صنذر صاحب) کو بھی ہے۔ (توضیح الکلام ص
۳۲۲ ق ۱) فلہذا مولانا اثری کا متروک راویوں کو متابعت میں پیش کرنا قابل ثرم ہے۔ تو اللہ
تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سکتا والی روایت کا عدم ثابت ہوئی جیسا کہ علامہ البانی نے فرمایا
ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

جموٹ نمبر 3

مولانا اثری صاحب فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

انہم کانوا یقرأون خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا انصت فاذا قرأ لم یقرأوا واذا انصت قرأوا (کتاب القراءة ص ۸۶/۶۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب انصات اور سکتہ کرتے تھے تو اس وقت صحابہ کرام آپ کے پیچھے پڑھتے تھے اور جب آپ پڑھتے تھے تو خاموش رہتے تھے۔

یہ اثر سند کے اعتبار سے حسن سے کسی صورتہ کم نہیں مؤلف احسن الکلام نے (ص ۷۰ ج ۱) اس کی سند میں صرف عمرو بن شعب عن ابیہ عن جدہ کے طریق پر کلام کیا ہے۔ جس کا جواب ہم پہلے حصہ اول میں ذکر کر آئے ہیں۔ (چند سطور کے بعد اثری صاحب لکھتے ہیں) حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے صحابہ کا جو عمل بسند حسن منقول ہے۔ وہ بھی اس حدیث سکتات) کا مؤید ہے۔ (توضیح ص ۱۳۱ ج ۲)۔

جواب: جناب اثری صاحب نے اس اثر کی سند بیان نہیں کی حالانکہ ان کا حق تھا کہ وہ اس اثر کی سند کے تمام راویوں کا ترجمہ تحریر کر کے توثیق ثابت کرتے جو ان کے بس میں نہ تھا۔ مؤلف احسن الکلام کا صرف عمرو بن شعب عن ابیہ عن جدہ کے طریق پر کلام کرنا اور باقی سند کے راویوں پر جرح نہ کرنے سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ اثر کی سند حسن درجہ سے کسی صورتہ کم نہیں یہ مؤلف توضیح الکلام کا دجل و فریب ہے۔ اس کی جتنی مذمت کی جائے ہے چنانچہ قارئین کرام آپ پہلے اس اثر کی سند ملاحظہ کریں امام بیہقی کتاب القراءة، طبع، دہلی ص ۶۹ میں فرماتے ہیں

خبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابو الطیب محمد بن عبد اللہ لشعیری نا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز القاضی الجرجانی

فی محلۃ جبروذا ابو الصلت الہروی نا ابو معاویۃ عن عبید اللہ بن عمر عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہم کانو یقرأون الخ۔

(1) اس سند کا راوی ابو الطیب محمد بن عبد اللہ الشعمری کے بارے میں علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ الشعمری کی حدیث کو امام حاکم اور علامہ ذہبی نے صحیح کہا ہے لیکن میں نے اس کا ترجمہ نہیں پایا۔ (لم اجده سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۲۷۱ ج ۲)۔

(2) اس الشعمری کا استاد عبد اللہ الجرجانی کا ترجمہ بھی مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کے ذمہ ہے کہ وہ بیان کریں کہ یہ کیسا راوی ہے۔

(3) عبد اللہ الجرجانی کا استاذ ابو الصلت الہروی ہے جناب اثری صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں عبد السلام بن صالح ابو الصلت کو امام ابن معین ثقہ فرماتے ہیں حالانکہ جمہور نے اسے ضعیف بلکہ کذاب کہا ہے۔ اور متھم بوضع الحدیث قرار دیا ہے۔ (تہذیب ص ۳۲۰ ج ۲ ص ۳۲۱) توضیح الکلام ص ۱۷۳ ج ۱) علامہ ذہبی میزان الاعتدال ص ۶۱۶ ج ۲ میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ابو الصلت میرے نزدیک سچا نہیں امام ابو زرہ نے اس کی حدیث پر قلم پھیر دیا تھا محدث عقلی فرماتے ہیں کہ یہ رافضی خبیث ہے محدث ابن عدی فرماتے ہیں یہ متھم ہے امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ رافضی خبیث ہے اور حدیث الایمان اقرار بالقلب اس نے گھڑی ہے اور ابو الصلت سے یہ بھی منقول ہے کہ علوی خاندان کا کتا بنو امیہ خاندان سے بہتر ہے۔ صرف یحییٰ بن معین اس کی توثیق کرتے۔

مولانا اثری صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں عبد السلام بن صالح کے متعلق علامہ زیلعی

نے فرمایا کہ یہ راوی سخت ضعیف ہے عبد السلام ابو الصلت متروک ہے۔ (آئینہ انکودکھایا تو برامان گئے۔ ص ۶۱) تعجب ہے کہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے ایسے کذاب رافضی خبیث کے اثر کو حسن درجہ کا کس طرح فرمادیا ہے۔ یہاں صرف عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند پر کلام نہیں بلکہ سند کا اکثر حصہ مخدوش ہے۔ مولانا اثری صاحب ایک مقام میں تحریر کرتے ہیں۔

کذاب کی روایت سے استدلال کوئی دینی خدمت ہے (مولانا سرفراز صندراپنی تصانیف کے آئینہ میں ۱۳۹) علامہ ذہبیؒ ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ابو الصلت الہروی وهو لا آفة (میزان ص ۶۱۳۰ ج ۲) اس حدیث کی آفة (مصیبت) یہی ابو الصلت ہے۔ نیز ایک مقام پر لکھتے ہیں ابو الصلت الہروی احد المتهمین (میزان ص ۱۵۸ ج ۳) یعنی ابو الصلت الہروی ان راویوں میں سے ہے جو وضع الحدیث کے ساتھ مقہم ہیں۔

۴) امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ نے عبید اللہ بن عمر سے منکر حدیثیں یعنی ضعیف حدیثیں روایت کی ہیں۔ (میزان ص ۵۷۵ ج ۴) یاد رہے کہ اس اثر کی سند بھی ابو معاویہ عن عبید اللہ بن عمر کے طریق سے ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ الضریرا عیش کی حدیث کے سوا مضطرب الحدیث ہے دوسروں کی حدیث کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکتا (تہذیب التجذیب ص ۱۳۸ ج ۹) اتنی خرابیوں کے باوجود اگر اس اثر کی سند حسن ہے تو پھر ضعیف حدیث دنیا میں کوئی ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اثری صاحب نے جو اثر کی سند کو حسن کہا ہے خالص جھوٹ ہے۔ پھر یہ اثر جو جھوٹ پر مبنی ہے سکتا کی متروک حدیث کا مؤید کس طرح ہو سکتا ہے۔ (لطیفہ) مولانا ارشاد الحق صاحب نے جو یہ فرمایا کہ یہ اثر سند کے اعتبار سے حسن سے کسی صورتہ کم نہیں۔ تو حسن

کے اوپر رح کا نشان لگا دیا ہے۔ اب تک راویوں کے نام پر رح کا نشان لگایا جاتا تھا۔ لیکن سند حسن یا صحیح پر رح کا نشان نہیں لگایا جاتا تھا شاید اب اثری صاحب کو کوئی نیا انکشاف ہوا ہو۔
گرتے ہیں شاہسوار ہی میدان جنگ میں۔ وہ طفل کیا گرے جو مٹھنوں کے بل چلے

حواث نمبر 4

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں لا تقرؤا خلف الامام فی شی من الصلوۃ کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءۃ نہ کرو (نصب الراية ص ۱۲ ج ۲ طحاوی ص ۱۲۹ ج ۱) لیکن یہ اثر سند صحیح نہیں جبکہ اس کی سند میں بکر بن عمر العافری و امام ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا ابن القطان فرماتے ہیں کہ اس کی عدالت معلوم نہیں دارقطنی فرماتے ہیں اس کے معاملہ میں غوغو فکر کیا جائے اور ایک قول ہے کہ وہ قابل اعتبار ہے ابو حاتم فرماتے ہیں کہ شیخ وہ شیخ ہے تہذیب ص ۴۸۶ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۱۰۷ ج ۲ تا ص ۱۱۷)۔

الجواب: علامہ ذہبی فرماتے ہیں:-

وکان ذا فضل وتعبد محله
الصدق واحتج به الشیخان
میزان الاعتدال ص ۲۴۷ ج ۱
کہ یہ راوی صاحب فضیلت اور صاحب عبادۃ ہے۔ مقام اس کا سچائی کا ہے امام بخاری و امام مسلم نے اس کی روایت کیساتھ حجت پکڑی ہے

اور محمد الصدوق بمعنی صدوق ہے اثری صاحب کے ہاں دیکھئے توضیح الکلام ص ۳۲۰ ج ۱ و امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۱۰۵ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب ص ۴۷ میں لکھتے ہیں۔ صدوق عابد کہ یہ راوی سچا اور عابد ہے اس طرح مولانا اثری کے بزرگ محدث مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔ صدوق عابد (تحفۃ الاحوذی ص ۲۶۸ ج ۳) امام ترمذی بکر بن عمرو کی ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی مع تحفۃ

الاحوذی ص ۲۶۸ ج ۳ باب ماجاء فی الزحادة فی الدنيا) نیز مولانا اثری صاحب ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ امام بخاری و امام مسلم کا اس سے روایت لینا بجائے خود اس کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ (احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ص ۱۸۱) پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بکر بن عمر وقتہ اور صدوق ہے۔ محترم اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس راوی کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا یہ بالکل جھوٹ اور تلبیس و تدلیس کا شاہکار ہے۔ ان تینوں صحابہ کرامؓ سے صحیح اور صریح سند کے ساتھ اس سند کے علاوہ بھی مطلقاً (یعنی تمام نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کی ممانعت مروی ہے)۔

(۱) حضرت جابرؓ

نمبر ۲۷۸۶ حدثنا و کعب عن الضحاک بن عثمان عن عبید اللہ بن مقسم عن جابرؓ قال لا یقرأ خلف الامام (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱ طبع بیروت لبنان) علامہ مار دینیؒ فرماتے ہیں وهذا ایضاً سند صحیح متصل علی شرط مسلم (الجوهر النقی ج ۲ ص ۱۶۱)۔ اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے۔ (دیکھئے احسن الکلام ص ۱۳۴ ج ۲ طبع دوم) اس میں حضرت جابرؓ نے مطلقاً امام کے پیچھے قراءۃ سے منع کیا ہے۔

(۲) ۶۸۱۹ عبد الرزاق عن داود بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ اتقرأ خلف الامام فی الظهر و العصر شیاً فقال لا عبد الرزاق ص ۱۴۱ ج ۲) عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سوال کیا کہ آپ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں کچھ پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اس اثر کی سند بھی صحیح ہے۔ اس میں ظہر و عصر کی نماز کی صراحت ہے کہ وہ امام کے پیچھے ان سری نمازوں میں کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

(3) مالک عن ابی نعیم وہب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی

رکعة لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (موطما لک ص

۶۶)۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک رکعت بغیر فاتحہ کے پڑھی پس اس کی نماز

نہیں ہوئی مگر امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ امام ترمذی بھی اس اثر کو امام مالک کے طریق

سے روایت کر کے فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی مع التحد ص ۲۶۱ ج ۱) کہ یہ حدیث

حسن صحیح ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ یہ اثر سنداً صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ص ۱۳

ج ۲) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ

وروی ہو (۱۶۰/۲) وغیرہ

بسند صحیح ایضاً عن جابرؓ

قال من صلی رکعة لم یقرأ

فیہا بام القرآن فلم یصل

الا وراء الامام (سلسلة

الاحادیث الضعیفة

والموضوعة ص ۲۲۰ ج ۲)

اور روایت کیا امام بیہقی نے سنن ص ۱۶۰ ج

۲ میں اور دوسرے محدثین نے صحیح سند کے

ساتھ حضرت جابرؓ سے کہ جس نے کوئی

رکعت بغیر فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہیں

ہوئی مگر امام کے پیچھے۔

مؤلف خیر الکلام ص ۵۱۹ میں لکھتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔ (بحوال احسن الکلام ص ۳۰۲

ج ۱ طبع دوم) ان صریح و صحیح روایات کی موجودگی میں تاویل کر کے جان بچھڑانا صرف مشکل ہی

نہیں بلکہ محال ہے۔

(1) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

نمبر ۲۸۱۲ عبد الرزاق عن هشام بن حسان عن انس بن سیرین

قال سألت ابن عمرؓ اقرأ مع الامام قال انک لضغم البطن

یکفیک قراءة الامام (عبد الرزاق ص ۱۴۰ ج ۲) انس بن سیرین فرماتے ہیں میں نے

حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں امام کے ساتھ قراءہ کروں تو انہوں نے فرمایا البتہ تو تو مونے پیٹ والا ہے تجھے امام کی قراءہ کافی ہے۔ اس صحیح اثر سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ امام کے ساتھ قراءہ کرنے پر ناراض بھی ہوئے اور مؤطا محمد ص ۹۸ میں یہ روایت یوں ہے قال محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمرؓ انه سئل عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام۔ کہ حضرت ابن عمرؓ سے قراءہ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے امام کی قراءہ کافی ہے اور مسند احمد ص ۴۹ ج ۲ میں ہے عن انس بن سیرین قال قلت لعبد اللہ بن عمرؓ اقرأ خلف الامام قال تجزئك قراءة الامام۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قراءہ کروں تو انہوں نے فرمایا تجھے امام کی قراءہ کافی ہے۔ مسند ابن الجعد ص ۷۸ میں اس اثر کی سند والفاظ اس طرح ہیں۔ نمبر ۱۱۵ حدثنا علي اننا سمعنا عن انس بن سيرين قال سالت ابن عمر عن القراءة خلف الامام فقال تكفيك قراءة الامام۔

(2) مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احد كم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ اقال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام (مؤطا مالك ص ۶۸) نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے جب بھی سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءہ کر سکتا ہے تو آپؓ فرماتے کہ جب بھی تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءہ کافی ہے اور جب بھی اکیلا ہو کر نماز پڑھے تو قراءہ ضرور کرے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءہ نہ کرتے تھے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں حضرت ابن

عمر کا اثر جسے امام مالکؒ نے بیان کیا ہے بظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جہری اور سری نمازوں میں نہیں پڑھے تھے لیکن امام مالکؒ نے اسے ترجمہ الباب میں جہری نماز پر ہی محمول کیا ہے اور اس کی صحت پر وہ اثر دال ہے جسے عبدالرزاقؒ نے بیان کیا ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ امام کے ساتھ سری نماز میں قراءۃ کرتے تھے۔

امام مالکؒ اور حافظہ ابن عبدالبرؒ کی اس وضاحت کے بعد حضرت ابن عمرؓ کے اثر کو جہری و سری دونوں نمازوں پر محمول کرنا محض سینہ زوری ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۲۵ ج ۱) محترم اثری صاحب ابن عبدالبرؒ نے تو تسلیم کیا ہے کہ مؤطا مالک والا اثر بظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ (ابن عمرؓ) جہری اور سری نمازوں میں نہیں پڑھتے تھے البتہ امام مالکؒ نے اپنی طرف سے تاویل کر کے ترجمہ الباب سے اس کو مقید کیا ہے۔ جس کی تائید (ابن عبدالبرؒ نے) عبدالرزاق کے حوالہ سے ابن عمرؓ کی روایت سے پیش کی ہے۔ لیکن اس روایت کی سند و متن کی حقیقت کیا ہے۔ بہر حال اس روایت پر بحث آجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ہم پہلے قارئین کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اصل روایات پیش کر رہے ہیں تاکہ ان کی موجودگی میں دیکھا جائے کہ کسی تاویل کرنے کی گنجائش بھی ہے یا نہ۔

(3) **عن نافع و انس بن سیرین انهما حدثا عن ابن عمرؓ انه قال في القراءة خلف الامام يكتفيك قراءة الامام** (کتاب القراءة ص ۱۵۷ نمبر ۳۷۳ و سنن دارقطنی ص ۴۰۲ ج ۱) حضرت نافع و انس بن سیرین دونوں حضرات ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔

(4) نمبر ۲۸۱۳ عبدالرزاق قال أخبرنا داؤد بن قیس عن زيد بن اسلم عن ابن عمرؓ ان نفعي عن القراءة خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲) زيد بن اسلم حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے (بہت خوب) یہ صحیح اثر اس بات پر دلالت کرتا

ہے کہ حضرت ابن عمر تمام نمازوں میں قراءۃ خلف الامام سے روکتے تھے۔

(5) عن القاسم بن محمد قال کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام جہرا ولم یخبر وکان رجال ائمة یقرأون وراء الامام (کتاب القراءۃ ص ۱۸۳ نمبر ۴۲۱) قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے تھے خواہ امام جہری نماز پڑھتا تھا یا سری اور دوسرے رجال جو ائمہ تھے وہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں حضرت ابن عمر سے ایک اور اثر منوطا امام محمد ص ۹۶ میں بواسطہ اسامہ بن زید عن سالم ان الفاظ سے مروی ہے کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام۔ کہ ابن عمر امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ امام بیہقی نے اسامہ عن قاسم کی سند سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

کان یقرأ خلف الامام جہرا ولم یجہر وکان رجال ائمة یقرأون وراء امام (کتاب القراءۃ ص ۱۴۶ و السنن الکبریٰ ص ۱۶۱ ج ۲) توضیح ص ۴۰۵ ج ۲	کہ ابن عمر امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کیا کرتے تھے۔ امام جہر سے پڑھتا یا آہستہ اور بڑے بڑے امام کے پیچھے قراءۃ کیا کرتے تھے۔
--	--

مولانا ارشاد الحق صاحب کان یقرأ نقل کیا ہے جو غلط ہے صحیح کان لا یقرأ البتہ اثری صاحب نے ترجمہ اردو صحیح کیا ہے۔

نوٹ: اس روایت کی سند میں اسامہ بن زید متکلم فیہ ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صدوق بختم (تقریب) سچا ہے بھول جاتا ہے مگر اس روایت میں وہ بھولا نہیں کیونکہ اس کی روایت ان سب روایات کے موافق ہے جو ابن عمر سے اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔ البتہ جو انہوں نے کان رجال ائمة سے قراءۃ خلف الامام نقل کیا ہے۔ وہ رجال مجہول ہیں پتہ نہیں وہ کون ہیں اور مجہول کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

(6) نمبر ۲۸۱۵ خبرنا عبدالرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمر

کان لایق قرآن خلف الامام کہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے تھے۔ اس کی سند میں ابن ذکوان کون ہے علامہ حبیب الرحمن اعظمیؒ فرماتے ہیں

لذکوان ثلثة ابناء سهيل وصالح وعباد وكلهم ثقات قاله ابن معين (حاشیہ عبدالرزاق ص ۴۰ ج ۲) کہ ذکوان کے تین بیٹے ہیں۔ سہیل۔ صالح۔ عباد ابن معین نے فرمایا کہ تینوں ثقہ تھے۔

(8) امام طحاویؒ فرماتے ہیں حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمرؓ قال یکنیک قراءۃ الامام (طحاوی ص ۱۶۰ ج ۱) کہ عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے تمام شاگردوں کی یہی تعلیم دی کہ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرو کیونکہ امام کی قراءۃ تم کو کافی ہے ہاں اکیلا آدمی ہو تو پھر ضرور قراءۃ کرے جیسا کہ مؤطا مالک میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

(9) وحدثنا ابراهيم بن منذر قال ثنا المقرئ عن حيوة وابن لهيعة قالوا اخبرنا بكر بن عمرو ان عبيد الله بن مقسم اخبره ان ابن عمرؓ قال له اذا صليت وحدك فاقرأ في الركعتين الاوليين من الظهر والعصر بام القرآن وسورة سورة وفي الركعتين الاخرين بام القرآن قال فلقيت زين بن ثابت وجابر بن عبدالله فقالا مثل ما قال ابن عمرؓ (طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱)

عبداللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں کہ انکو عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب تو اکیلا نماز پڑھے تو ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ام القرآن اور ایک ایک سورۃ پڑھ اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھ تو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر کو ملتا انہوں نے

بھی اسی طرح فرمایا جس طرح عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تھا۔

حضرت جابرؓ کی بھی اس کے علاوہ کچھ روایات ملاحظہ کر لیں۔

(1) حدثنا فهد قال ثنا عبدالله بن صالح قال حدثني الليث

قال حدثني اسامة بن زيد عن عبيد الله بن مقسم عن جابر بن

عبدالله انه سألہ كيف تصنعون في صلواتكم التي لا تجهرون

فيها بالقراءة اذا كنتم في بيوتكم فقال نقرأ في الاوليين من

الظهر والعصر في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة انترا في

الاخريين بام القرآن وندعو (طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱) عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں

کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا ان نمازوں کے بارے میں جو سری ہیں کہ جب تم گھروں

میں ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ

فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھتے ہیں۔ اور دو آخری میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں اور دعائیں لگتے ہیں۔

اس اثر کی سند کچھ کمزور ہے مگر اگلی سند جو ذکر ہو رہی ہے مضبوط ہے ملاحظہ ہو۔

(2) حدثنا يونس ثنا ابن وهب قال اخبرني مخرمة عن ابيه

عن عبيد الله بن مقسم قال سمعت جابر بن عبد الله يقول اذا

صليت وحدك شيئا من الصلوات فاقرأ في الركعتين الاوليين

بسورة مع ام القرآن وفي الاخريين بام القرآن (طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱)۔

عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب تو نمازوں

میں سے کوئی نماز اکیلا پڑھے تو پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ اور کوئی سورۃ بھی پڑھ اور

آخری دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھ۔

ان صریح روایات کی موجودگی میں کسی خطا کا راوی کی روایت یا کسی مدلس کی

روایت ان کے مقابلہ کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ پہلے ہم حضرت جابرؓ کی مخالف روایت کا جائزہ لیتے ہیں۔ محمد بن یحییٰ ثناء عید بن عامر، ثناء شعبہ عن مسعر عن یزید الفقیر عن جابر بن عبد اللہ قال کنا نقرأ فی الظهر والعصر خلف الامام فی الرکتین الاولیین بفاتحة الكتاب وسورة وفى الاخریین بفاتحة الكتاب (ابن ماجہ ص ۶۱ و کتاب القراءة ص ۶۷) مولانا اثری صاحب اس اثر کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ ہم ظہر و عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک مزید سورۃ پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (توضیح الکلام ص ۵۰۱ ج ۱)

الجواب: خلف الامام کے لفظ اس روایت میں غلط فہمی پڑتی ہیں کیونکہ حضرت جابرؓ و ابن عمرؓ و زید بن ثابتؓ کی روایت میں ہے لا تقرأ و اخلف الامام فی شیء من الصلوة کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قرآن نہ کرو (نصب الراية ص ۱۲ ج ۲، طحاوی ص ۱۲۹ ج ۱) توضیح الکلام ص ۱۰۷ ج ۲) اس اثر کی سند صحیح ہے۔ جیسا کہ اس کا بیان ہو چکا ہے۔ اس اثر کی دوسری سند یوں ہے۔ حدثنا یونس ثنا ابن وهب قال اخبرني مغرمة عن ابيه عن عبيد الله بن مقسم قال سمعت جابر بن عبد الله ثم ذكر الحديث مثل ذلك (طحاوی ص ۱۶۰ ج ۱)

(2) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں لا یقرأ خلف الامام (ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱) کہ امام کے پیچھے قرآن نہ کی جائے۔ اس اثر کی سند بھی صحیح ہے۔ حدثنا وکیع عن الضعاک بن عثمان عن عبيد الله بن مقسم عن جابر بن جابر بن الجراح الکوفی ثقة حافظ عابد (تتاریخ لابن حجر) الضعاک بن عثمان الحزامی ابو عثمان المدني صدوق یهم من السابعة (تقریب) ہچا ہے بھولتا ہے۔ لیکن یہاں ان سے بھول نہیں ہوئی کیونکہ ان کی تائید میں صحیح

حدیثیں موجود ہیں۔

(3) عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ اقرأ خلف الامام فی الظہر والعصر شیاً فقال لا (عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۲) کہ عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا حضرت جابرؓ سے کیا آپ ظہر وعصر کی نماز میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ داء ود بن قیس الفراء الد باغ ابو سلیمین القرشی حوالہ المذنی ثقة فاضل (تقریب) اور عبید اللہ بن مقسم المذنی ثقة مشہور (تقریب) تو یہ سند بھی صحیح ہے۔ اب حضرت جابرؓ صاف فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے کچھ قراءۃ بھی نہیں کرتا تو ان روایات کے ساتھ تعارض ہونے کی وجہ سے ابن ماجہ والی روایت غلط ہے۔ اس کے علاوہ حضرت جابرؓ سے عبید اللہ بن مقسم جو بہت پختہ راوی ہے وہ اکیلے آدھی کے بارہ میں نماز میں قراءۃ کرنے کا طریقہ ذکر کرتا ہے جیسا کہ کئی سندوں سے روایت ہو چکا ہے۔ یزید الفقیر کے شاگرد امام اعظمؒ بھی خلف الامام کے لفظ روایت نہیں کرتے چنانچہ کتاب القراءۃ ص ۸۱، نمبر ۱۹۲ میں ہے۔ عن الاعمش عن یزید وهو الفقیر عن جابر بن عبد اللہ قال اقرأ فی الاولیین بالحمد والسورة وفی الاخیرین بالحمد۔ پھر یزید الفقیر کے شاگرد مسعر بن کدام ہیں ان سے ابو نعیم بھی خلف الامام کا لفظ نقل نہیں کرتے۔ چنانچہ جزء القراءۃ بخاری ص ۶۷، ۱۸۳ میں ہے حدثنا ابو نعیم قال حدثنا مسعر عن یزید الفقیر قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول اقرأ فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الكتاب وسورة وفی الاخیرین بفاتحة الكتاب وکنا نتحدث انه لا تجزئ صلوة الا بفاتحة الكتاب۔

(2) مسعر کے شاگرد امام وکیعؒ بھی خلف الامام کا ذکر نہیں کرتے چنانچہ ابن ابی شیبہ نمبر

۳۷۲۸ ص ۳۲۶ ج ۱ میں ہے حدثنا و کيع عن مسعر عن يزيد الفقير عن جابر قال يقرأ في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الاخيريين بفاتحة الكتاب كنا نتحدث انه لا صلوة الا بقراءة فاتحة الكتاب فما زاد۔

(3) امام یحٰی بن سعید القطان بھی اپنے شیخ مسعرؒ سے خلف الامام کے بغیر روایت کرتے ہیں یحٰی بن سعید قال حدثنا مسعر بن کدام قال حدثني يزيد الفقير عن جابر بن عبد الله سمعته يقرأ في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الاخيريين بفاتحة الكتاب قال وكنا نتحدث انه لا صلوة الا بقراءة فاتحة الكتاب فما فوق ذلك او فما اكثر من ذلك (طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱ و کتاب القراءة ص ۱۸ تا ص ۱۹ نمبر ۴۶)۔

(4) معاویہ بن ہشام یوں روایت کرتے ہیں۔ محمد بن العلاء من کتابہ ثنا معاویہ بن ہشام عن مسعر عن يزيد الفقير عن جابر قال كنا نرى انه لا تجزى صلوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فما فوقها (کتاب القراءة ص ۱۹ نمبر ۴۶)۔

(5) بکیر بن بکار بھی اپنے شیخ مسعرؒ سے خلف الامام کا لفظ نقل نہیں کرتے۔ ابو قلابہ الرقاشی نا بکیر بن بکارنا مسعر عن يزيد الفقير عن جابر بن عبد الله قال كان يقرأ في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب وسورة ويقرأ في الاخيريين بفاتحة الكتاب قال وكنا نتحدث انه

لا يجوز صلوة الا بفاتحة الكتاب وشيء معها (کتاب القراءة ص ۱۳۹ نمبر ۳۳۰) اور پہلے عبید اللہ بن مقسم کی روایت میں وضاحت آگئی ہے۔ کہ یہ طریقہ تعلیم حضرت جابرؓ نے اذا صليت وحدا (کہ جب تو اکیلا ہو) کے بارے دی تھی۔ فلہذا۔ سعید بن عامر ثمالی عن مسعر الخ کی روایت میں خلف الامام کے لفظ یقیناً غلط ہیں کیونکہ مسعرؒ کے پانچ شاگرد اس کو نقل نہیں کرتے تو یہ کتابت کی غلطی نظر آتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علامہ

ابن عبدالبر ماکئی کہتے ہیں۔

کہ میں کسی صحابی کے بارے میں نہیں جانتا
کہ اس سے صحیح سند کیساتھ بغیر اختلاف
کے اس طرح منقول ہو جیسا کہ اہل کوفہ کا
مذہب ہے۔ سو حضرت جابر بن عبداللہ
اکیلے کے۔

ولا اعلم صاحباً صحیح عنہ بلا
اختلاف انه قال مثل ما قال
الکوفیون الا جابر بن عبداللہ
وحدہ واللہ اعلم (تہذیب ص
۵۱ ج ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن جبر و غیرہ میں خلف الامام کے الفاظ اس زمانہ میں موجود ہی
نہیں تھے۔ بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ورنہ ابن عبدالبر بلا اختلاف کے الفاظ استعمال نہ کرتا۔
اگر بالفرض موجود تھے تو ان کے نزدیک پھر صحیح نہیں اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ بہر حال خلف
الامام کے الفاظ اگر کتابت کی غلطی نہ قرار دی جائے تو صحیح روایات کے معارض ہونے کی وجہ سے
کا اعدام ہیں پھر امام شعبہ کا شاگرد سعید بن عامر ہے مگر اس سے حدیث کے
بیان کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ غلطی سعید کی نظر آتی ہے۔ چنانچہ تہذیب
العزیز ص ۵۰ ج ۴ میں ہے کہ

اور امام ابو حاتم نے فرمایا کہ سعید اچھا آدمی
تھا اور اس کی حدیث میں کچھ غلطی ہوتی تھی
اور وہ سچا تھا۔ (تہذیب نہیں ہوتا تھا)

وقال ابو حاتم کان رجلاً
صالحاً وکان فی حدیثہ بعض
الغلط وهو صدوق۔

امام ترمذی باب ما جاء ما يستحب عليه الافطار کی ایک حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں قال ابو یسعی
حدیث انس لا نعلم احداً رواه عن شعبه مثل هذا غیر سعید بن عامر
وهو حدیث غیر محفوظ ولا نعلم له اصلاً من حدیث عبدالعزیز
بن صہیب عن انس ترمذی ص ۱۴۹ ج ۱ ترجمہ امام ابو یسعی فرماتے ہیں کہ
حدیث انس کی ہم کوئی اصل نہیں جانتے جو شعبہ سے روایت کی ہے مثل اس کے سو سعید بن
عامر کے اور یہ حدیث غیہ محفوظ ہے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابو حاتم کے علاوہ تمام محدثین نے اسے ثقہ اور حافظ الحدیث کہا ہے بلکہ وہ خود بھی اسے صدوق کہتے ہیں البتہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث میں بعض غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ لیکن بسا اوقات وہم و خطا کے ہونے سے راوی کا ضعف ثابت نہیں ہوتا (توضیح الکلام ص ۵۰۲ ج ۱) پھر مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ لہذا سعید بن عامر ثقہ اور صدوق ہے تو معمولی وہم اس کے ضعف کا باعث نہیں تا وقتیکہ دلائل قویہ سے وہم ثابت ہو تو ایسی صورتہ میں اس کی صرف اسی روایت سے اعتناء نہیں ہوگا۔ جس میں وہم ہوا ہے لیکن زیر بحث روایت میں قطعاً سعید سے وہم نہیں ہوا۔ (توضیح الکلام ص ۵۰۲ ج ۱ ص ۵۰۳) (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے ان دلائل قویہ کی موجودگی میں اثری صاحب اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں گے۔ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے ثقہ صالح وقال ابو حاتم ربما وہم (تقریب توضیح ص ۵۰۲ ج ۱)

حضرت جابرؓ کی ایک اور روایت ملاحظہ ہو۔

عن سفیان بن حسین عن الزہری عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علیؓ و عن مولیٰ لهم عن جابر بن عبد اللہ قال یقرأ الامام ومن خلفه فی الاولیین بفاتحة الكتاب وسورة وفي الآخر بین بفاتحة الكتاب. (کتاب القراءة ص ۶۷ و جزاء القراءة ص ۱۴ معلقاً)

کہ حضرت علیؓ و حضرت جابرؓ دونوں فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی پہلی دور رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور آخری دور رکعتوں میں فاتحہ پڑھے۔ (الجواب: یہ روایت بالکل ردی و ضعیف ہے۔)

(۱) اس کی سند میں سفیان بن حسین و اقصیٰ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ یہ زہری کی روایت میں ثقہ نہیں۔ امام یحییٰ القطان فرماتے ہیں کہ زہری کی روایت کے سوا ثقہ ہے۔ زہری

کی روایت میں قوی نہیں۔ امام -حجی بن معین کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ زہری کی روایت میں قوی نہیں۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں لا باس بہ الا فی الزہری اس کی روایت میں حرج نہیں مگر زہری کی روایت میں حرج ہے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں۔ حوفی غیر الزہری صالح کہ زہری کی روایت کے سوا اچھا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے ثقات میں فرمایا کہ زہری سے بہت غلط ملط ہے۔ اس کی روایت سے بچنا واجب ہے، اور ابن حبانؒ نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ یہ راوی زہری سے الٹ پلٹ روایات کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ زہری کا صحیفہ اس پر غلط ملط ہو گیا تھا۔) تہذیب المعذیب ص ۱۰۸ ج ۴) علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں ویرودی عن الزہری مضطرب فیہ (میزان الاعتدال ص ۱۶۵ ج ۲) کہ یہ راوی زہری سے روایت کرنے میں مضطرب الحدیث ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ثقہ فی غیر الزہری باتقاہم من الساہلہ (تقریب) ثقہ ہے مگر زہری کی روایت بالاثفاق ضعیف ہے۔ مولانا مہار کپوریؒ غیر مقلد بھی یہی الفاظ ثقہ فی غیر الزہری باتقاہم نقل کرتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۳ ج ۲، ص ۲۶ ج ۳) مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔ بلاشبہ سفیان زہریؒ سے روایت کرنے میں متکلم فیہ ہیں۔ (توضیح ص ۲۹ ج ۱)۔

(2) زہری کی روایت عن کے ساتھ ذکر کی گئی ہے جبکہ زہری مدلس ہے اور مدلس کا معنی سے روایت کرنا قابل قبول نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ امام زہریؒ کو حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین کے تیسرے طبقہ سے ذکر کیا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۳۸۸ ج ۱) مولانا زبیر علیہ کی غیر مقلد کہتے ہیں۔ لہذا امام زہریؒ نے جن روایات میں سماع کی تصریح کی ہے ان کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہے۔ (ماہنامہ محدث لاہور جولائی ۱۹۹۵ ص ۲۳) نیز لکھتے ہیں بد ازہری کی مصرح بالسماع روایت صحیح ہوتی ہے۔ (ماہنامہ محدث لاہور ایضاً ص ۲۵)۔ زہریؒ کی مدلیس کی بحث خنبائے غفنی میں گزر چکی ہے۔ فلہذا یہ روایت عن معنی کی وجہ سے مردود ہے۔

(3) پھر زہریؒ کا استاذ امولی جابر مجہول ہے۔ احسن الکلام ص ۱۳۲ ج ۲ طبع دوم میں ہے۔ اس میں مولیٰ جابر مجہول ہے۔ سفیان بن حسین کی حدیث زہریؒ سے ضعیف ہے (لطیف) مولانا ارشاد الحق صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "حالانکہ حضرت الاستاذؒ نے صراحت کی ہے مولیٰ جابر منفرد نہیں عبید اللہ بن ابی رافع اس کا متابع موجود ہے۔ مگر مؤلف احسن الکلام اس کے باوجود بڑی بے جگری سے اس اعتراض کو دہرا رہے ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۵۰۶ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب اثریؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو لکھتے وقت رو رہے تھے اور اس رونے کو ہی وہ جواب سمجھ رہے ہیں۔ مولیٰ جابر، حضرت جابرؒ سے روایت کرتا ہے اور عبید اللہ حضرت جابرؒ سے روایت نہیں کرتا بلکہ حضرت علیؒ سے روایت کرتا ہے تو عبید اللہ، مولیٰ جابر کا متابع کیسے ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے استاذ و شاگرد کا عقل رخصت ہو گیا تھا اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ حضرت جابرؒ کے صحیح آثار کو چھوڑ کر ایک مجہول اثر پر جو سند کے لحاظ سے سخت ضعیف بھی ہے۔ ایمان لانا معمولی جرم نہیں (فما تحمدا اللہ تعالیٰ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی مخالف اثر کا حال ملاحظہ ہو۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر حضرت سالمؒ فرماتے ہیں۔

ان ابن عمر کان ینصت للامام فیما جهر فیہ ولا یقرأ معہ (کتاب القرآۃ ص ۱۰۰) (توضیح الکلام ص ۵۲۲ ج ۱)	کہ حضرت ابن عمرؓ جبری نمازوں میں خاموش رہتے تھے اور امام کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔
--	--

الجواب: محترم اثری صاحب نے اس اثر کے نقل کرنے میں سخت خیانت اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ کتاب القرآۃ ص ۱۰۰ طبع دہلی میں عبارت یوں ہے۔ وحدثنی ابن شہاب عن سالم او ابن عمر کان ینصت للامام فیما یتکھم فی من الصلوۃ ولا یتقرأ معہ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابن شہاب (زہریؒ) کو شک ہے کہ یہ روایت سالمؒ سے ہے یا ابن عمرؓ سے ہے۔ پھر اوپر ان کا

نشان ہے جو نسخہ کی طرف اشارہ کرتا ہے تو حاشیہ پر یوں لکھا ہوا ہے۔ ان / ان تو یہ نسخہ حاشیہ پر اثری صاحب خیانت اور تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے متن سے لفظ او کو ازا کر حاشیہ والا ات۔ او کی جگہ متن میں داخل کر دیا ہے اور بڑے دھڑلے سے فرمایا کہ یہ اثر سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۲۳ ج ۱) حالانکہ اثری صاحب کو پوری سند تحریر کر کے رادیوں کی توثیق نقل کرنا ضروری تھی۔ احمد بن محمد بن احمد الحرشی کون ہے اس کو کس نے ثقہ کہا ہے یہ بیان کرنا ضروری تھا۔ مگر جھوٹا دعویٰ کرنا کہ اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے کون مانتا ہے۔ مولانا خالد گھر جاکھی غیر مقلد کا نسخہ جو انہوں نے اشرف پریس لاہور سے شائع کرایا ہے اس میں عبارت یوں ہے و حدیثی ابن شہاب عن سالم ابن عمر (کتاب القراءۃ ص ۱۲۳، ۳۰۴) یہ دونوں نسخے غیر مقلدین کے اپنے طبع کردہ ہیں۔ دہلی والا نسخہ باہتمام مولانا المولوی محمد تطف الرحمن غیر مقلد طبع ہوا ہے اور اس نسخہ کی تصحیح غیر مقلدین حضرات کے بزرگ مولانا عبد اللہ غازی پوری اور ابو الطیب شاید مولانا شمس الحق عظیم آبادی مراد ہیں کیونکہ یہ کنیت ان کی مشہور ہے) اور مولانا زین العابدین آری نے کی ہے۔ دیکھئے حاشیہ کتاب القراءۃ ص ۶، ۱۳، ۱۷، ۲۸، ۲۹، ۷۱، ۷۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۳۳۔

اس نسخہ کے طبع ہونے کے بعد مولانا مبارکپوری غیر مقلد نے تحقیق الکلام لکھی تھی اور اسی نسخہ کے حوالے تحقیق الکلام میں ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ ایک مقام پر مولانا مبارکپوری صاحب بڑے فخر سے لکھتے ہیں "قرآنہ خلف الامام کے بارہ میں امام بیہقی نے ایک مستقل کتاب موسوم بہ کتاب القراءۃ خلف الامام تصنیف کی ہے جو میرے سامنے ہے۔ جس کو میں اول سے آخر تک حرفا حرفا دیکھ چکا ہوں۔" (تحقیق الکلام ص ۲۹ ج ۲) چونکہ تحریف و خیانت کرنا غیر مقلدین حضرات کا آبائی پیشہ ہے۔ اس لئے مولانا مبارکپوری نے تحقیق الکلام ص ۱۶۵، ج ۲ میں زیر بحث سند کو یوں نقل کیا ہے۔ و حدیثی ابن شہاب عن سالم ابن عمر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے نیاز ہیں۔ ان کو قیامت کی دین کے حساب کی کوئی فکری نہیں ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور امام بخاری کے رسالہ (جوان کی طرف منسوب ہے) جزا القراءة ص ۱۵ میں ہے وقال الزهری عن سالم بن عبد اللہ بن عمر ینصت للامام فیما جهر۔ یعنی سالم امام کے پیچھے جہری نماز میں خاموشی اختیار کرتے تھے۔ تو بات سالم کی ہے (وہ بھی اگر صحیح سند سے ان تک پہنچ جائے) حضرت عبداللہ بن عمر کا ذکر کرنا صحیح نہیں۔ ہمارے شیخ مکرم حضرت صفور صاحب دام مجدہم کے پاس بھی کتاب القراءۃ طبع دہلی والا نسخہ تھا۔ مگر اپنے مبارکپوری پر کوئی گرفت نہیں فرمائی مبارکپوری نے عن ابن عمر نقل کیا تھا۔ حضرت شیخ مکرم دام مجدہم نے کتاب القراءۃ ص ۱۰۰ و تحقیق الکلام ص ۱۶۱ ج ۲ کے حوالہ سے ان ابن عمر بنا دیا ہے (احسن الکلام ص ۱۴۰ ج ۲) مولانا حبیب الرحمن اعظمی تو عجیب خط میں پڑے کہ ابن عمر کی روایت مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲ میں ذکر کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ذکرہ البخاری تعلیقاً فی جزء القراءۃ واخرجه (حق) فی کتاب القراءۃ من طریق عبدالرزاق ولفظ، ان ابن عمر کان ینصت للامام الخ ص ۱۰۰ حاشیہ عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲) کہ ابن عمر کی روایت کو امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے اور تحقیقی نے کتاب القراءۃ ص ۱۰۰ میں جس کے لفظ ہیں۔ ان ابن عمر کان ینصت للامام۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ امام بخاری نے ابن عمر کی روایت کو معلقاً ذکر نہیں کیا۔ یہ علامہ اعظمی کا وہم ہے بلکہ جزء القراءۃ ص ۱۵ میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی روایت ہے۔ پھر کتاب القراءۃ تحقیقی ص ۱۰۰ والا وہی نسخہ ہے جس کی ہم نے بحث کی ہے اور اس کے لفظ عن سالم اور ابن عمر میں معلوم ہوتا ہے کہ اس وہم کی بنیاد پر عبدالرزاق میں بھی انہوں نے ان ابن عمر جوڑ دیا ہے۔ جواب نمبر ۲ اس اثر کی سند میں زہری عن سے روایت کرتا ہے اور عدلس کا معنی قبول نہیں ہوتا۔ مولانا مبارکپوری غیر مقلد اور مولانا زبیر طلیزنی غیر مقلد کے ہاں بھی

زہریؒ کی عن والی روایت مردود ہے۔ اگر اثری صاحب ضد اور سینہ زوری کی بناء پر زہریؒ کو مدلس نہ مانیں تو ضد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ جواب نمبر 3 پھر اس اثر میں جبری نماز میں امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنے کا ذکر ہے۔ سری نماز میں امام کے پیچھے قراءۃ کرنے یا نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں اس لئے مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ ابن عمرؓ اس اثر سے معلوم ہوا کہ آپ نماز سری میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے اور اس کا فتویٰ بھی دیتے تھے اور بعض روایات ضعیفہ میں اس کی تصریح بھی آگئی ہے کہ آپ نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے۔ (تحقیق الکلام ص ۱۶۵ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جبری نمازوں میں تو امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کرتے تھے البتہ سری میں پڑھتے تھے بلکہ بعض آثار میں اس کی صراحت بھی موجود ہے۔ (توضیح ص ۵۲۳ ج ۲) معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کے اس اثر میں سری نمازوں کے بارے میں کوئی وضاحت موجود نہیں۔ اور جن ضعیف روایات میں وضاحت ہے۔ وہ بھی ہم دیکھ لیتے ہیں اولاً تو ان ضعیف روایات کا صحیح روایات سے تقابل کرنا اور پھر صحیح کو چھوڑ کر ضعیف کو قبول کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ پہلے ہم ضعیف کا جائزہ لیتے ہیں۔

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ "دوسری سند ابوالعالیہ البراء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مکہ میں دریافت کیا میں نماز میں قراءۃ کیا کروں۔
 قال انی لا استعی من رب
 هذا البيت ان اصلی صلوة لا
 اقرأ فیها ولو بام القرآن۔
 تو انہوں نے فرمایا مجھے اس گھر کے رب سے حیا آتی ہے۔ کہ میں قراءۃ نہ کروں
 اگر چہ ام القرآن ہی ہو۔

جزء القراءۃ ص ۷ کتاب القراءۃ ص ۶۵/۱۳۷، السنن الکبریٰ ص ۱۶۱ ج ۲۔

کتاب القراءۃ میں فاتحہ الکتاب و ما تیسر کے الفاظ ہیں کہ مجھے حیا آتی ہے کہ فاتحہ

الکتاب اور ماتیسر نہ پڑھوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر جب سری میں قراءۃ کے قائل تھے واما زاد کا اسی لئے ذکر فرما رہے ہیں اور ہم بھی سری میں مازاد کے قائل ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۵۲۵ ج ۲۱ ۵۲۶)۔ الجواب: اثری صاحب نے اس کی سند کے بارے میں بالکل خاموشی اختیار کی ہے معلوم ہوا کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ اگر سند صحیح ہوتی تو اثری صاحب اپنا نمبر ضرور بناتے۔ چنانچہ جزء القراءۃ ص ۱۵ میں قال لنا ابو نعیم ہے اور قال لنا یا قال لی سے امام بخاری جہاں ان کے نزدیک سند میں خرابی ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب راقم الحروف کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "انتحائی افسوس کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے محمد بن ابی قاسم کو کما حقہ نہ پہنچانے کی بناء پر ہی تو روایت کو "قال لی" کے الفاظ سے بیان کر کے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے کہ اس کی سند میں کچھ خرابی ہے (الی ان قال) کہ یہ صیغہ (یعنی قال لی) امام بخاری موقوف اور مرفوع حدیثوں میں بھی استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کی سند میں البیہ راوی ہو جو ان کے نزدیک قابل احتجاج نہیں ہوتا۔ الخ (امام بخاری ص ۱۰۹) اور کتاب القراءۃ کی سند بھی گڑبڑ ہے پہلے تو امام بیہقی کے شیخ ابوبکر بن الحارث الفقیہ (ثقة نہیں ہے) انکا ترجمہ اثری صاحب نے توضیح ص ۲۰۲ ج ۱ طبع دوم میں علامہ ذہبیؒ سے یوں نقل کیا ہے الامام المقرئ الزہد المحمدی (سیر اعلام النبلاء ص ۵۳۸ ج ۱۷) اس توثیق کا کوئی کلمہ بھی مذکور نہیں اس کے علاوہ محمد بن عبداللہ بن رستہ کا ترجمہ بھی ذکر نا چاہیے۔ جواب نمبر ۲ اس کے متن میں بھی اضطراب ہے جزء القراءۃ میں ہے ان اصلی صلوٰۃ لا اقرأ فیہا ولو بام الکتاب اس میں سورۃ فاتحہ پر اکتفاء ہے اور مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں کہ کتاب القراءۃ میں فاتحہ الکتاب و ماتیسر یعنی صرف فاتحہ پر اکتفاء درست نہیں بلکہ اس کے علاوہ ماتیسر بھی ضروری ہے۔ جبکہ طحاوی ص ۱۵۱ ج ۱ باب القراءۃ فی الظہر والعصر میں ہے۔ ان اصلی صلوٰۃ لا اقرأ فیہا بام القرآن او ماتیسر یعنی سورۃ فاتحہ یا ماتیسر پڑھ لوں یعنی فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں پس اضطراب فی المتن کی وجہ سے بھی یہ اثر ضعیف ہے۔

جواب نمبر 3 اس میں خلف الامام کا لفظ مذکور نہیں فلہذا قراءۃ فاتحہ خلف الامام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ اس میں خلف الامام کا ذکر نہیں انتہائی کمزور بات ہے۔ کیا خیر القرون میں حالت افراد میں بھی کچھ حضرات قراءۃ میں متردد تھے قطعاً نہیں (توضیح ص ۵۲۶ ج ۱) جبکہ مولانا اثری صاحب خود لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ پہلے سری نمازوں میں مطلقاً قراءۃ کے قائل نہ تھے۔ (توضیح الکلام ص ۷۲۳ ج ۲) پھر مولانا موصوف امام طحاویؒ سے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔

<p>یعنی ایک جماعت انہی آثار کی بناء پر اس بات کی قائل ہے کہ ظہر وعصر میں بالکل قراءۃ نہیں ہونی چاہیے۔ (توضیح الکلام ص ۷۲۵ ج ۲)</p>	<p>فذهب القوم الى هذه الآثار التي رويناها فقلدوها وقالوا لانرى ان يقرأ احد في الظهر والعصر البتة (شرح الآثار ص ۱۲۱ ج ۱)</p>
--	---

نوٹ: جناب اثری صاحب نے تقلد وحا کا معنی چھوڑ دیا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے پس اس جماعت نے ان آثار کی تقلید کی۔ یہ معنی اثری صاحب نے خیانت کرتے ہوئے اس لئے چھوڑ دیا کیونکہ غیر مقلدین کا جھوٹا دعویٰ ہے کہ خیر القرون میں تقلید نہ تھی۔ نیز مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں عقبہ بن نافع فرماتے ہیں میں نے ابن عمرؓ کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز پڑھی تو وہ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن آپ نماز میں وہ کام کرتے ہیں جو ہم نہیں کرتے انہوں نے فرمایا وہ کیا میں نے کہا آپ آہستہ پڑھتے ہیں اور ہم آئمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ وہ قراءۃ نہیں کرتے الخ (توضیح ص ۵۲۷ ج ۱) معلوم ہوا کہ حالت افراد ہو یا امام ہو یا مقتدی ہوں ایک جماعت سری نمازوں میں قراءۃ کی قائل نہ تھی۔ فلہذا مولانا اثری کے اس جھوٹے استفسار "کیا خیر القرون میں حالت افراد میں بھی کچھ حضرات قراءۃ میں متردد تھے۔

قطعاً نہیں" کی کیا پوزیشن باقی رہ جاتی ہے۔ جواب نمبر ۴ مجمل روایت وہ بھی ضعیف صحیح و صریح روایات کا مقابلہ قطعاً نہیں کر سکتی مثلاً:

(۱) حضرت ابن عمرؓ سے صحیح سند سے گزر چکا ہے۔ لا تقر خلف الامام فی شیء من الصلوات کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قراءۃ نہ کرو اس اثر کی سند کے راوی (بکر بن) عمرو المعافری پر اثری صاحب نے اعتراض کیا تھا۔ جس کی توثیق جھوٹ نمبر ۴ کے تحت گزر چکی ہے۔

(۲) حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کان تخطی عن القراءۃ خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۳۰ ج ۲) کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ سے منع کرتے تھے یہ اثر بھی صحیح سند والا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہیں پڑھتے تھے۔ امام جبر سے پڑھتایا آہستہ (توضیح الکلام ص ۷۰۶ ج ۲) اس طرح مؤطا امام مالک کی روایت مؤطا امام محمد کی روایت جو گزر چکی ہیں صریح ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ مقتدی کو امام کی قراءۃ کافی ہے۔ البتہ اکیلا آدمی قراءۃ کرے اور خود ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے تھے۔ اتنی صریح روایات کو چھوڑ کر کسی ضعیف اور مجمل روایت سے اپنا کشید کردہ مطلب نکالنا تحقیق کی زد سے سینہ زدوری سے کم نہیں ہے۔

(۳) تیسری سند امام عبدالرزاقؓ فرماتے ہیں ومعمروا بن جریج عن الزہری عن سالم عن ابیہ قال یلکیک قراءۃ الامام فیما تمکھر کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ جب امام بلند آواز سے پڑھے تو اس کی قراءۃ کافی ہے۔ (کتاب القراءۃ ص ۱۰۰، ۱۲۸) مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲ مگر مصنف میں عن ابیہ "کاوا" طرگڑ گیا ہے۔ یہ اثر سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (توضیح ص ۵۲۶ ج ۱) الجواب یہ وہی پہلی سند ہے جو کتاب القراءۃ و مصنف عبدالرزاق میں موجود ہے اور اس کا جواب گزر چکا ہے۔ کہ زہری مدلس ہے روایت عن سے ہے (۲) سری نماز کا ذکر نہیں ہے اور جن روایات میں وضاحت سے آچکا ہے کہ ابن عمرؓ سری نماز میں بھی نہیں پڑھتے تھے۔ اور

دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ وہی قابل عمل ہیں۔ منکئی روایت فصیح و صریح روایت کا مقابلہ قطعاً نہیں کر سکتی۔ چوتھی سند منکئی البرکاء کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا امام کے پیچھے قراءۃ ہو سکتی ہے تو انہوں نے فرمایا۔

ماکانوا یرون بأساً ان یقرأ
بناتعة الكتاب فی نفسه (جزء
القراءۃ ص ۷)
کہ لوگ! کہیں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ وہ
آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

منکئی البرکاء، وضعیف ہے مگر اس کی یہ روایت پہلی صحیح روایت کے موافق ہے مولانا
سند رکا یہ کہن کہ صحیح اور ضعیف کی تطبیق کا کیا معنی (احسن ص ۱۳۲ ج ۲) محض تعصب پر مبنی ہے ہم
ثابت کر آئے ہیں کہ پہلی روایات صحیح ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سری میں
قراءۃ خلف الامام کے قائل تھے۔ (توضیح ص ۵۲۶ ج ۱ ص ۵۲۷)۔ الجواب: منکئی البرکاء،
والی روایت صریح تھی مگر اثری صاحب نے خود کہہ دیا کہ منکئی البرکاء، وضعیف ہے۔ یہاں گوٹو
کی پالیسی نہیں چلتی اس اثر کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔

(۱) امام بخاری کے رسالہ میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ وقال عبدالرحمن بن
عبدالله بن سعد الرازی اخبرنا ابو جعفر عن یحیی البکاء سنن
ابن عمر الخ جزء القراءۃ ص ۱۵۔ وقال سے یہ اثر بیان ہوا ہے۔ امام بخاری نے
سماعت نہیں کی فلہذا یہ معلق ہے جو منقطع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس لئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے
ہیں وعلق لہ البخاری فی جزء القراءۃ خلف الامام (تحدیب ص ۲۰۷ ج ۲) کہ امام بخاری نے اس
کو جزء القراءۃ میں معلقاً روایت کیا ہے۔ ہمارے شیخ مکرم نے یہ اعتراض چھوڑ دیا ہے حالانکہ
بنیادی اعتراض تھا۔

(۲) ابو جعفر الرازی بھی متکلم فیہ ہے جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

(۳) منکئی البرکاء، بالاتفاق ضعیف ہے بلکہ بعض محدثین نے اس پر سخت جرح کی ہے کہ یہ

متروک الحدیث ہے۔ (تہذیب ص ۲۷۹ ج ۱۱) لکھنا یہ اثر تو کالعدم ہے نہ تو یہ کسی کا منوید ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اور اثر اس کا منوید ہو سکتا ہے۔ مولانا سرفراز خان کی نرم جرح کو اثری صاحب تعصب قرار دے رہے ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور اس اثر سے پہلے بھی کوئی صحیح سند والا اثر اثری صاحب پیش نہیں کر سکے۔ جس میں یہ وضاحت ہو کہ امام کے پیچھے سری نماز میں قراءۃ جائز ہے۔ یا خود ابن عمرؓ سری میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے اور نہ قیامت تک وہ پیش کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(5) پانچویں سند عقبہ بن نافع فرماتے ہیں الخ توضیح (ص ۵۲۷ ج ۱) اس اثر کی کچھ عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اس اثر کی سند میں اولاً تو عقبہ بن نافع ہے اس کا ترجمہ ذکر نہیں کیا گیا۔

(6) اس کی سند میں حسن بن علی بن حمیب المعمری ہے جس کے متعلق اثری صاحب خود لکھتے ہیں۔ یہ روایت (اذا قرأ الامام فاصحوا) بھی صحیح نہیں بلکہ یہ حسن بن علی بن حمیب المعمری کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ اور صدوق اور حافظ تھے مگر متون حدیث میں غلطی یا سحوا سے کچھ الفاظ بڑھا دیا کرتے تھے اور موقوف کو مرفوع بیان کر دیا کرتے تھے۔ (توضیح ص ۳۵۹ ج ۲)

(۲)۔ نوٹ: اثری صاحب نے اس راوی کا نام ہٹانے کے لئے تحریف کرتے ہوئے یوں بدل دیا ہے "یہ اثر محدث حسن بن شعیب المعمری التوفی ۲۹۵ھ (توضیح ص ۵۶۷ ج ۱) تاکہ قارئین کرام کو پتہ نہ چل سکے کہ یہ وہی راوی ہے جس پر اثری صاحب نے جرح کی ہے۔ حالانکہ صحیح نام یوں ہے۔ حسن بن علی بن حمیب المعمری۔ (۳) اس اثر کی باقی سند کا کوئی علم نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کی سند میں کوئی مدلس راوی بھی واقع ہو۔ (۴) حضرت ابن عمرؓ نے کہا جو ان کے ساتھ پڑھے تو انہیں خبردار کر دو کہ نماز قراءۃ تشہد اور درود شریف کے بغیر نہیں ہوتی۔ الخ یہ قول بھی مجمل ہے۔ صحیح و سرج روایات کے مقابلہ میں اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔ الحمد للہ راقم

الحروف نے اثری صاحب کی پانچ سندوں سے پیش کردہ آثار کا جواب دے دیا ہے۔ اب اثری صاحب کا یہ صریح دعویٰ کرنا کہ حضرت ابن عمرؓ عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءہ کرتے تھے۔ خالص جھوٹ پر مبنی ہے۔ (دیکھئے توضیح ص ۷۰۹ ج ۲، ص ۷۱۰ ج ۲، ص ۷۱۱ ج ۲) حضرت زید بن ثابتؓ: بھی حضرت ابن عمرؓ حضرت جابرؓ کے ساتھ یہ فیصلہ دیا لا تقراءوا خلف الامام فی شی من الصلوات کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قراءہ نہ کرو۔ اس کے علاوہ بھی آپ سے کئی آثار مروی ہیں۔ (۱) نمبر ۳۸۸۷ حدیث و کعب عن الضحاک بن عثمان عن عبد اللہ بن یزید عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان جھروا لان خافت (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۱ ج ۱) حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءہ نہ کی جائے۔ چاہے وہ جبری نماز پڑھ رہا ہو یا سری اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ الضحاک بن عثمان صدوق یحکم (تقریب) کہ سچا ہے بھولتا ہے۔ مگر یہاں بھول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دوسری صحیح و صریح روایات موجود ہیں۔ جو کہ اس کی مؤید ہیں۔

(۲) امام مسلمؒ نے اپنے چار اساتذہ کے طریقہ سے یوں بیان کیا ہے۔ حدیث اسمعیل و ہوا بن جعفر عن یزید بن خنیفہ عن ابن قسیط عن عطاء بن یسار انہ اخیرہ وانہ سأل زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شی و زعم انہ قرأ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انجزم اذا ہو فی قلم یسجد (صحیح مسلم ص ۲۱۵ ج ۱ باب سجود التلاوة) عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت سے سوال کیا۔ امام کے ساتھ مقتدی کو قراءہ کرنے کی اجازت ہے تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں قراءہ کی اجازت نہیں ہے اور حضرت زیدؓ نے گمان کیا کہ اس نے سورۃ و انجزم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھی۔ پس سجدہ نہ کیا۔ یہ روایت نسائی ص ۱۵۲ ج ۱ ترک السجود فی النجم) میں بھی اس طرح ہے اور صحیح ابوعوانہ ص ۲۰۷ ج ۲ ص ۲۰۸ میں بھی اس طرح ہے۔ مولانا رشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر۔ حضرت عطاء

”بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زیدؓ سے سوال کیا کیا امام کے ساتھ قراءۃ کی جاسکتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا لا قراءۃ مع الامام فی شیء کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں قراءۃ نہیں (مسلم ص ۲۱۵ ج ۱ الطحاوی ص ۱۲۳ ج ۱ وغیرہ) یہ اثر سنداً صحیح ہے۔ مگر حضرت زیدؓ کا یہ اثر ماحدا فاتحہ پر یا ترک جہر پر محمول ہے تاکہ احادیث صحیحہ مرفوعہ میں اور اس اثر میں موافقت ہو جائے گی جیسا کہ امام بیہقی نے کتاب القراءۃ ص ۱۳۸ اور علامہ نوویؒ نے شرح مسلم ص ۲۱۵ ج ۱ میں کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۱۰ ج ۲) علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ہاں بیہقیؒ نے صحیح

نعم اخرج البيهقي بسند صحيح
عن عطاء بن يسار انه سأل زيد بن
ثابت عن القراءة مع الامام فقال
لا اقرأ مع الامام في شيء وقال
اخرجه ، مسلم وهو معمول على
الجهر بالقراءة مع الامام والله
اعلم قلت هذا حمل بعيد جدا واما
يحمل على مثله التوفيق بين
الاثر والمذهب والافكيك يؤول
بمثل هذا التأويل الباطل الذي انما
يقول البعض مثله ، اذا كان هناك
من يرى مشروعية جهر المؤتم
بالقراءة وراء الامام فهل من قائل
بذلك حتى يضطر زيد رضي الله
عنه الى ابطاله اللهم لا ولكنه
التعصب للمذهب عنا لله منه
وان مما يؤكده بطلانه ان الامام
الطحاوي رواه (۱/۱۲۹) من الطريق
المذكور عن زيد بلفظ لا تقرأ خلف
الامام في شيء من الصلوات واما
عزوه لمسلم ففيه نظر فاني لم اجده
عنده والله اعلم (سلسلة
الاحاديث الضعيفة والموضوعة
ص ۲۲۱ ج ۲)

سند سے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ
انہوں نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے سوال کیا کیا
امام کے ساتھ قراءۃ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں
امام کے ساتھ کسی نماز میں نہیں پڑھتا۔ بیہقیؒ نے کہا
کہ اثر کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ اور یہ محمول
ہے اس پر کہ امام کے ساتھ جہر سے قراءۃ نہ کرنی
چاہیے واللہ اعلم میں البانیؒ کہتا ہوں کہ یہ حمل بہت
بعید ہے اور ایسا حمل محض مذہب کے ساتھ موافقت
کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ ورنہ اس باطل تاویل کی
محتاجت نہیں ہے کیا اس زمانہ میں کوئی شخص تھا جو امام
کے پیچھے جہری قراءۃ کا قائل ہو جی کہ حضرت زیدؓ
اسکے مذہب کے باطل کرنے پر مجبور ہوئے ہوں
یقیناً ایسی بات نہ تھی لیکن مذہبی تعصب نے اس
تاویل پر ابھارا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب سے
بچائے بیہقیؒ کی اس تاویل کے بطلان کو امام طحاویؒ
کی وہ روایت پختہ کرتی ہے جس میں حضرت زیدؓ
فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے نمازوں میں کچھ بھی قراءۃ
نہ کر۔ اس اثر کی نسبت مسلمؒ کی طرف بھی کی جاتی
ہے۔ مگر مجھے نہیں ملی واللہ اعلم مسلم باب سجود التلاوة
میں یہ اثر موجود ہے۔

ہمارے شیخ مکرم دام نجد رحمہ فرماتے ہیں کہ فریق ثانی کی یہ ستم ظریفی بھی قابلِ داد ہے۔ کہ ایک طرف تو لا صلوة الخ کی روایتوں میں نکرہ پر لائی گئی جنس کو داخل سمجھ کر کے اتنی تعیم مراد لی جاتی ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے اسلامی کتب خانوں کی کسی کتاب سے کوئی دلیل نہیں پیش کی جاسکتی اور دوسری طرف لایقرأ مع الامام فی شیء اور لایقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات کو ایسا مقید کیا جاتا ہے کہ باوجود کہ سورۃ فاتحہ ام القرآن اور قرآن عظیم ہے مگر اس کی قراءۃ پر نہ تو لائی گئی جنس اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ لفظ شیء بالغ (احسن ص ۳۰۵ ج ۱)

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ یہ تاویل اس لئے کی گئی ہے تاکہ احادیث صحیحہ مرفوعہ میں اور اس اثر میں موافقت پیدا ہو جائے۔ یہ محض دل کا بہلاوا ہے ورنہ احادیث صحیحہ مرفوعہ کہاں ہیں۔ یہ خالص جھوٹ ہے۔

(3) امام طحاوی فرماتے ہیں حدیث ابی یوسف بن عبد اللہ بن ابی انا عبد اللہ بن وہب قال اخبرنی مغرمۃ بن بکیر عن ابیہ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لایقرأ المؤتم خلف الامام فی شیء من الصلوات (طحاوی ۱۶۰ ج ۱) کہ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی کچھ قراءۃ نہ کرے اس اثر کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ خزیمہ بن بکیر نے اپنے والد سے سنا ہے یا نہ۔ اگر اس اثر کی سند منقطع بھی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ متصل سندیں بھی موجود ہیں اور اس اثر کے متصل طحاوی میں دوسری سندیں ہیں۔ حدیثنا فہد قال ثنا علی بن معبد قال ثنا اسمعیل بن ابی کثیر عن یزید بن قسیط عن عطاء بن یسار عن زید مثله۔

اور حضرت زید بن ثابت سے اس اثر کے مخالف کوئی اثر بھی منقول نہیں۔ حضرت امام

بخاری کا کمال حضرت امام بخاریؒ نے حضرت زید بن ثابت کی روایت جو صحیح مسلم ص ۲۱۵ ج ۱ و نسائی ص ۱۵۲ ج ۱ و ابوعوانہ ص ۲۰۷ ج ۲ کے حوالہ سے گزری ہے۔ اس کو صحیح بخاری ص ۱۳۶ ج ۱ باب قرأ السجدة ولم يسجد میں لکھتے ہیں۔ حدثنا سليمان بن داود ابو الربيع قال حدثنا اسماعيل بن جعفر قال اخبرنا يزيد بن خصيفة عن ابن قسيط عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت فزعم انه قرأ على النبي صلى الله عليه وسلم والنجم فلم يسجد فيها. حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قوله (انه سأل زيد بن ثابت فزعم)

حذف المسئول عنه وظاهر السياق يوهم ان المسئول عنه السجود في النجم وليس كذا الك وقدينه مسلم عن علي بن حجر وغيره عن اسماعيل بن جعفر بهذا الاسناد قال سالت زيد بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام في شيء وزعم انه قرأ النجم الحديث فحذف المصنف الموقوف لانه ليس من غرضه في هذا المكان ولانه يخالف زيد بن ثابت في ترك القراءة خلف الامام وفاقا لمن او جبهها من كبار الصحابة تبعاً للحديث الصحيح الدال على ذلك كما تقدم في صفة الصلوة (فتح الباری ص ۵۵۵ ج ۲)

کہ امام بخاری کا یہ کہنا کہ عطاء بن یسار نے حضرت زید سے سوال کیا پس گمان کیا اس عبارت میں امام بخاری نے سوال کا جواب حذف کر دیا ہے جس سے شک پڑتا ہے کہ سوال کا جواب سورۃ النجم میں سجود تلاوت کے متعلق ہے حالانکہ ایسا نہیں اور بے شک امام مسلمؒ نے اسی سند کے ساتھ جو امام بخاریؒ نے ذکر کی ہے واضح کیا ہے کہ عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید سے امام کے ساتھ قراءہ کرتے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں قراءہ نہیں اور حضرت زید بن ثابتؓ نے گمان کیا کہ انہوں نے سورۃ النجم ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھی (الحدیث) تو مؤلف امام بخاریؒ نے اس موقف اثر کو حذف کر دیا کیونکہ ان کی غرض اس مقام میں اس کا ذکر مقصود نہ تھا اور یہ اس لئے بھی کیا کہ امام بخاریؒ ترک قراءہ خلف الامام میں حضرت زید بن ثابتؓ کے مخالف ہیں ان بڑے صحابہ کی موافقت میں جو قراءہ کو امام کے پیچھے واجب کہتے ہیں صحیح حدیث کی اتباع میں جیسا کہ کتاب صلوۃ میں گزر چکا ہے۔

ماشاء اللہ امام بخاریؒ اپنے مخالف عبارتوں کے حذف کرنے اور رد و بدل کرنے میں بہت ماہر ہیں (جزاۃ اللہ خیراً) سأل کے بعد جو جواب تھا اس کو حذف کر کے عبارت یوں بنا دی **انه سأل زيد بن ثابت فزعم**۔ حالانکہ اصل میں تھا۔ **وزعم**۔ **واؤ عطف** کے ساتھ امام بخاریؒ نے اس کو **فزعم** فاء کے ساتھ بنا دیا اور اس کا عطف سأل پر کر دیا جو معنی اور مفہوم کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ محدث ابن خزیمہؒ نے اس عبارت کو یوں پیش کیا۔ سأل زيد بن ثابت وزعم **انه قرأ** (المحدث) صحیح ابن خزیمہ ص ۲۸۵ ج ۱) ماشاء اللہ انہوں نے بھی سوال کے جواب کو حذف کر دیا اور **واؤ عطف** وزعم میں برقرار رکھی۔ مزید تبصرہ کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ اس کو ہم قارئین کرام کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ کے اس فرمان کا (کہ امام بخاریؒ نے بڑے صحابہ کرام کی موافقت کی ہے جو کہ صحیح حدیث کا اتباع ہے اس کا جواب ہم دینا چاہتے ہیں۔ بڑے صحابہ سے کیا مراد ہے؟ (اگر) خلفاء راشدین مراد ہیں۔ تو ان کے متعلق سن لیں۔

(۱) امام عبدالرزاق فرماتے ہیں۔

کہ حضرت موسیٰ بن عقبہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سب قراءۃ خلف امام سے منع کرتے تھے۔ یہ روایت مرسل ہے مگر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہے اس لیے حجت ہے۔ جبکہ حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت عثمانؓ سے مخالف روایت مروی نہیں ہے

واخبرني موسى بن عقبه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابو بكر و عمر و عثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

(۲) عبدالرزاق عن ابن عیینة عن ابی اسحق الشیبانی عن رجل قال عبد عمر بن الخطاب ان **بأقرأوا مع الامام** (عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲) یعنی حضرت عمرؓ نے حکم فرمایا کہ امام کیساتھ قرآن نہ کرو۔ اس سند کے راوی ثقہ ہیں۔ سوارجل کے وہ محکم ہے لیکن اور روایات اس کی تائید کرتے ہیں۔

(3) اما ابو بکر بن ابی شیر عزماتے ہیں۔

حضرت نافع اور انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔

حدثنا ابن علیہ عن ایوب عن نافع و انس ابن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیک قراءۃ الامام (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱) (نمبر ۳۷۸۴)

اس اثر کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ بھی مرسل ہے جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث

ہیں۔

(4) اما محمد فرماتے ہیں خبرنا داؤد بن قیس الفراء خبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لی فی قم الذی یقرأ خلف الامام حمزا مؤطا محمد ص ۹۸) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہوں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرے۔ اور عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲ میں اسی سند سے ہے اس کے الفاظ یوں ہیں قال عمر بن الخطاب و ددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ حجر، یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں منہ میں پتھر ہوں۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قراءۃ کے سخت مخالف تھے۔ حضرت عمرؓ سے مخالف اثر۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں یزید بن شریک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ اقرأ خلف الامام قال نعم قلت وان قرأت یا امیر المؤمنین قال وان قرأت جزء القراءۃ ص ۷ التاریخ الکبیر ص ۳۳۰ ج ۳ قسم ۲ سنن دارقطنی ص ۳۱۷ ج ۱ سنن بیہقی ص ۱۶۷ ج ۲ کتاب القراءۃ ص ۵۹ سنن دارقطنی۔ السنن الکبریٰ اور المسند رک (۲۳۹ جلد ۱) میں ہے قلت وان جبرت قال وان جبرت یعنی کیا میں امام کے پیچھے پڑھوں۔ فرمایا ہاں کہا اے امیر المؤمنین خواہ اپ بلند آواز سے ہی پڑھ رہے ہوں۔ فرمایا اگرچہ میں بلند آواز سے بھی پڑھ رہا ہوں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں رواۃ کلہم ثقات (توضیح

(۱) اس اثر کی سند امام بخاری نے یوں بیان کی ہے وقال لنا محمد بن يوسف حدثنا سفیان الخ جزء القراءة ص ۱۵) اور قال لنا یا قال لی سے جو روایت امام بخاری نے بیان کرتے ہیں اس کی سند میں خرابی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کے مخالف اثر جو ابو العالیہ البراء سے مروی ہے اس میں ہم نے بحث کی ہے وہاں ملاحظہ کریں۔ چنانچہ اس اثر کی سند میں ایک راوی جواب بن عبید اللہ التیمی واقع ہے محدث ابن نمیرؒ قمر ماتے ہیں۔

کہ یہ راوی حدیث میں ضعیف ہے حضرت سفین ثوریؒ نے اس کو دیکھا ہے لیکن اس سے حدیث نہیں لی ابو خالد الاسمرؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قصبہ کو تھا اور مذہب ارجاء پر چلتا تھا اور ابو نعیم ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جرجان سے گزرا وہاں جواب تمی موجود تھا۔ لیکن میں نے اس سے ارجاء کی وجہ سے روایت نہیں لی اور ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ اس راوی کے زہد وغیرہ میں چند قطعات ہیں اور جتنی اس کی روایات ہیں اس میں مجھے کوئی منکر نظر نہیں آئی اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں کہا ہے کہ یہ مرجئی تھا اور یعقوب بن سفیان نے کہا یہ راوی ثقہ ہے لیکن شیعہ مذہب رکھتا ہے۔

ضعیف فی الحدیث و قدر آہ الثوری فلم يعمل عنه وقال ابو خالد الاحمر کان یقصد ویذهب مذہب الارجاء وقال ابو نعیم عن الثوری مررت ببجران و بها جواب التیمی فلم اعرض له قال سفیان من قبل الارجاء وقال ابن عدی وله مقاطیع فی الزهد وغیرہ ولم ار له حدیثاً منکراً فی مقدار مایرویہ قلت وقال ابن حبان فی الثقات کان مرجئاً و قال یعقوب بن سفیان ثقة یتشیع تهذیب التهذیب ص ۱۲۱ ج ۲ تا ص ۱۲۲

خلاصہ یہ کہ محدث ابن نمیر کے ہاں حدیث میں ضعیف ہے اور یہ مذہباً سنی نہیں بلکہ شیعہ اور مرجی ہے تو اس کی روایت اہل سنت کے مقابلہ میں مرجوح و ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے جو اس کو ثقہ کہا تھا یا نقل کیا تھا ملاحظہ ہو۔ (سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۶۷ جلد دوم و کتاب القراءة ص ۶۰) تو انہوں نے سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۵ (کتاب الموعظ باب کراہیۃ مباہیۃ من اکثر مالہ من الربا او ثمن المعمر میں حضرت ابن مسعود کا اثر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں (قال الشيخ جواب التیمی غیر قوی) شیخ بیہقی فرماتے ہیں کہ جواب بھی ضعیف ہے فلہذا امام بیہقی کا یہ آخری قول ہے۔ جواب نمبر ۱۲ امام بیہقی فرماتے ہیں۔

اور ابو بکر امام ابن خزیمہؒ نے عبد اللہ بن سعید الاشج عن حفص کے طریق سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قراءۃ کر اگرچہ امام جبر سے قراءۃ کرے اور سورۃ فاتحہ اور کچھ اس کے علاوہ بھی پڑھ میں نے کہا میں اگرچہ آپ کے پیچھے ہوں تو فرمایا ہاں۔
گرچہ تو میرے پیچھے ہو۔

ورواه ابو بکر محمد بن اسحق
بن خزیمۃ عن عبد اللہ بن
سعید الاشج عن حفص
باسنادہ ان عمر قال اقرأ خلف
الامام وان جهر و اقرأ فاتحۃ
الکتاب و شیاً قلت و ان کنت
خلفک قال و ان کنت خلفی
(کتاب القراءة ص ۶۰)

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں لیکن جب حضرت عمرؓ حکم دے رہے ہیں تو پھر اسے بغیر قرینہ صارفہ کے اجازت پر عمل کرنا محض طفل تملی ہے خود معترض لکھتے ہیں کہ امر و وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ (احسن ص ۳۰ ج ۲) محترم اثری صاحب جب امر و وجوب کے لئے تو سورۃ فاتحہ کے علاوہ پڑھنا بھی واجب ثابت ہوا اور ہم نے عبائیۃ والی سند پیش نہیں کی بلکہ یہ حفص بن غیاث والی سند ہے۔ جو آپ کے نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے جناب کا حافظ ابن حجر کے متعلق یہ لکھنا کہ "تو حافظ ابن حجر کا فتح الباز میں حضرت عمرؓ سے بلا سند یہ نقل کرنا کہ وہ مازاد کی قرضیت

کے قائل تھے کیونکہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۳۶۷ ج ۱) صحیح نہیں بلکہ حافظ ابن حجر کا یہ فیصلہ یعنی برانصاف ہے اور بلا سند نہیں بلکہ آپ کی سوء فہم کا یہ نتیجہ ہے اس لئے حضرت عمرؓ کی آدمی بات کو قبول کرنا اور آدمی کو ٹھکرا دینا کسی عقلمند آدمی کا کام نہیں۔

جواب نمبر 3: ابو اسحق الشیبانی جو اس سند کا مرکزی راوی ہے یہ اضطراب کا شکار ہے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲ کے حوالہ سے عن ابی اسحق عن رجل قال عبد عمر بن الخطاب ان لا تقر اواع الامام (یعنی حضرت عمرؓ نے حکم فرمایا کہ امام کے ساتھ قراءۃ نہ کرو) یہ روایت گزر جی ہے پھر اس کے خلاف ابو اسحق روایت کرتا ہے تو کبھی عن جواب التیمی عن یزید بن شریک قال شالت عمر بن الخطاب الخ دارقطنی ص ۳۱۷ ج ۱۱ اور کبھی عن ابی اسحق الشیبانی عن جواب التیمی و ابراہیم بن محمد بن المنتشر عن الحارث بن سوید عن یزید بن شریک انه سال عمرؓ (دارقطنی ص ۳۱۷ ج ۱) تو یزید سے پہلے دو دو آدمی داخل کرتا ہے۔ کبھی صرف سورۃ فاتحہ کا ذکر کرتا ہے (کتاب القراءة) کبھی سورۃ فاتحہ کے ساتھ زائد قراءۃ کا بھی ذکر کرتا ہے۔ (ابن خزیمہ بحوالہ کتاب القراءة) تو اتنے اضطراب کی صورت میں یہ روایت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن عبدالبر مکی نے بھی ہمارے مضمون سے ملتا جلتا مضمون لکھ کر آ خر میں لکھتے ہیں۔

ولیس فی هذا الباب شیء من جهة الاسناد عن عمر وعنه
فیہ اضطراب (تمہید ابن عبدالبر ص ۲۵ ج ۱۱)

اور اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں جو سند کے لحاظ سے حضرت عمرؓ سے ثابت ہو اور حضرت عمرؓ کی روایات میں اضطراب ہے

حضرت عثمانؓ کی ایک روایت ملاحظہ ہو۔

نمبر ۲۴۴۲ عبدالرزاق عن داؤد
بن قیس عن داؤد بن حصین
مولیٰ عمر قال کان عثمان یقول
اعدلوا الصفوف و صفوا الاقدام
و وحا ذوا المناکب و اسمعو
او انصتوا فان للمنصت الذی لا
یسمع مثل ما للمنصت الذی
یسمع (عبدالرزاق ص ۴۹ ج ۲)

حضرت عثمانؓ فرماتے تھے صفیں درست کرو
اور قدم ملا کر رکھو اور کاندھوں میں محاذات
کرو اور (قرآن مجید) کو سنو اور خاموش
رہو اس شخص کو جو امام کی قراءت نہیں سن رہا
اور خاموش ہے اس شخص کے برابر اجر ملے گا
جو امام کی قراءت کو خاموشی سے سن رہا ہے۔

بہر حال حضرت عثمانؓ سے کوئی مخالف روایت مروی نہیں ہے تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا امام
کے پیچھے قراءت سے منع کرنا درست ثابت ہوا (واللہ الحمد علی ذالک)۔

(۱) حضرت علیؓ

نمبر ۲۸۰۶ عبدالرزاق عن داؤد
بن قیس عن محمد بن عجلان
قال قال علیؓ من قرأ مع
الامام فلیس علی الفطرة
(عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے
ساتھ قراءت کرتا ہے وہ فطرۃ انسانی پر نہیں
ہے (کیونکہ فطرۃ انسانی یہ ہے کہ دوسرے
کی بات سنے اور سمجھے اور خاموش رہے)۔

یہ روایت مرسل ہے دوسری متصل روایات بھی موجود ہیں۔

(۲) نمبر ۳۷۸۱ حدیثنا محمد بن سلیمان الاصبہانی عن عبدالرحمن
الاصبہانی عن ابن ابی لیلیٰ عن علیؓ قال من قرأ خلف الامام فقد

اخطاً الفطرة (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱) حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قراءۃ کی پس وہ فطرۃ انسانی سے ہٹ گیا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱ میں یہی روایت محمد بن سلیمان الاصحانی عن عبد الرحمن (بن) الاصحانی عن ابن ابی لیلیٰ عن علیؑ کی اسناد سے ہے اور درقطنی (۳۳۲ ج ۱) میں قیس بھی اسے ابن الاصحانی سے روایت کرتا ہے جس میں یہ صراحت بھی ہے کہ ابن ابی لیلیٰ، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہے۔ اسی بناء پر عبد حاضر کے نامور محدث علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ یہ سند جید ہے (اردو الغلیل ص ۲۸۲ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۳۱ ج ۲) علامہ مارودینیؒ فرماتے ہیں:

وهذا الاثر من هذا الوجه لا بأس به اور یہ اثر اس سند سے لا بأس ہے۔
 آ (الجوهر النقی ص ۱۶۸ ج ۲) (الجوهر النقی ص ۱۶۸ ج ۲)

(۳) امام عبد الرزاق فرماتے ہیں قال ابن عیینۃ فاخبرنا اصحابنا عن زبید عن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ عن علیؑ قال یس من الفطرۃ القراءۃ مع الامام (عبد الرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)
 حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ امام کے ساتھ قراءۃ کو فطرۃ میں سے نہیں ہے۔

(4)

عبد الرزاق عن الثوری عن
 ابن ابی لیلیٰ عن رجل عن
 عبد اللہ بن ابی لیلیٰ اخي
 عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ان
 علیاً کان ینہی عن القراءۃ
 خلف الامام (عبد الرزاق ص
 ۱۳۸ ج ۲)

کہ حضرت علیؑ قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

یہ عبد اللہ بن ابی لیلیٰ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا بھائی ہے یہ حضرت علی کا شاگرد ہے۔ اس طرح اس کی روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے جس میں ابن ابی لیلیٰ کا شاگرد قنَادہ ہے۔ دیکھئے المعجم الاوسط للطبرانی ص ۲۹۷ ج ۳ اور مصنف عبدالرزاق میں اس کا شاگرد زبید بن الحارث ہے جو ثقہ راوی ہے۔ کتاب المراسل لابن ابی حاتم ص ۱۰۸ میں ابن ابی لیلیٰ کی روایت حضرت ابن عمرؓ سے موجود ہے۔ اس راوی کا مزید حال معلوم نہیں ہو سکا۔ (لعل اللہ محمد ث بعد ذالک امر)۔ ہم نے المختار ابن ابی لیلیٰ والی سند پیش نہیں کی جس پر بعض حضرات نے جرح کی ہے۔ حضرت علیؓ کے مخالف اثر کا حال مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں

حضرت علیؓ کا اثر حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ حکم دیتے تھے اور پسند (فرماتے تھے) کہ ظہر اور عصر میں مقتدی فاتحہ اور اس کے علاوہ بھی کوئی سورۃ پڑھے اور آخری رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے۔

انه كان يامرو يعجب ان يقرأ
خلف الامام في الظهر و
العصر بفاتحة الكتاب
وسورة (دارقطني ص ۲۲۲ ج
۱) مستدرک حاکم ص ۲۳۹
ج ۱ کتاب القراءة ص
۱۲ السنن الكبرى ص ۱۶۸
ج ۲ جزء القراءة ص ۶
التمهيد ص ۳۶، ۳۵ ج ۱۱

امام دارقطنیؒ اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں هذا السناد صحيح عن شعبة کہ شعبہ کے طریق یہ سند صحیح ہے۔ الخ (توضیح الکام ص ۳۶۸ ج ۱)۔ الجواب: اثری صاحب نے یہ اثر جن کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ بعینہ کسی کتاب میں بھی موجود نہیں۔ پہلے نمبر پر انہوں نے سنن دارقطنی ص ۳۲۲ ج ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں یہ اثر ان الفاظ سے مروی ہے عن علیؓ انه كان يامر او يحب ان يقرأ الخ یعنی حضرت علیؓ حکم کرتے تھے یا پسند کرتے تھے راوی کو شک ہے کہ حضرت علیؓ وجوبی طور پر حکم دیتے ہیں یا صرف استحبالی طور پر۔ مگر اثری

صاحب نے خیانت و تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے اوکی جگہ واؤ بنا دیا ہے اور پھر ترجمہ بھی واؤ کا اور کیا ہے۔ چونکہ یہ تحریف کرنا ان کا آبائی پیشہ ہے اور اثری صاحب کے استاذ مولانا گوندلوی نے بھی کان یا مروءت نقل کیا ہے (خیر الکلام ص ۲۹۸ تا ص ۲۹۹) لیکن ہمارے شیخ مکرم اس تحریف پر گرفت نہیں کر سکے۔ دیکھئے احسن ص ۱۳۲ ج ۲ طبع دوم)۔ اس لئے یہ بیچارے مجبور ہیں اور لا علاج مریض ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ اس روایت کا جواب نمبر ۱ ہم سخن ہائے گفتنی میں ذکر کر چکے ہیں کہ اس کی سند میں زہری ہے اور وہ مدلس ہے اور روایت عن سے ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے جواب نمبر ۲ زہری سے روایت کرنوالا سفین بن حسین ہے اور اس کی روایت زہری سے بالاتفاق ضعیف ہے جیسا کہ اس کی بحث ہم حضرت جابرؓ کے ایک اثر کے تحت ذکر کر چکے ہیں مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ”بلاشبہ سفیان زہری سے روایت کرنے میں مشکلم فیہ ہیں مگر وہ علی الاطلاق ضعیف نہیں لہذا دیانتداری اور اصول کا تقاضا ہے کہ زہری کے تلامذہ میں جہاں اس کی روایات ثقات کے مخالف ہو یا اس میں خطا ثابت ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ (توضیح الکلام ص ۳۲۹ ج ۱) جواب نمبر ۳ سفیان بن حسین زہری سے روایت کرتے ہوئے سند میں اضافہ کرتا ہے دوسرے زہری کے تلامذہ اس کی موافقت نہیں کرتے چنانچہ سفیان بن حسین عن الزہری عن ابن ابی رافع عن ابیہ ان علیاً الخ سنن دارقطنی ص ۳۶۲ ج ۱ و مستدرک حاکم ص ۳۶۶ ج ۱ طحاوی ص ۱۳۲ ج ۱ اس لئے امام بیہقی فرماتے ہیں کہ

ورواہ یزید بن ہارون عن
سفیان بن حسین دون ذکر
ابیہ فیہ وهو اصح (کتاب
القراءۃ ص ۷۴، نمبر ۱۶۱)

اور یزید بن ہارون نے سفیان بن حسین
سے ابیہ کے ذکر کے سوا روایت کی ہے اور
وہ زیادہ صحیح ہے۔

نوٹ: امام بیہقی نے یزید بن ہارون عن سفیان سے کوئی روایت نہیں کی ہاں نمبر ۱۶۳ میں

یزید بن زریع عن معمر فذکرہ باسنادہ نحوہ دون ذکر ایہ۔ ذکر کی ہے فلعد اسفیان بن حسین کی روایت میں عن ابیہ کا اضافہ غلط ہے۔ پھر سفیان بن حسین کی روایت میں ان علیاً کان یا مراد یقول (سنن دارقطنی ص ۳۲۲ ج ۱) شک کے ساتھ ہے اس طرح عن علیٰ انہ کان یا مراد وحب (سنن دارقطنی ص ۳۲۲ ج ۱ و طحاوی ص ۱۳۳ ج ۱) بھی شک کے ساتھ مروی ہے جس سے معدوم ہوتا ہے کہ اس اثر کے بیان کرنے میں وہ خطاء اور وہم کا شکار ہیں۔

(3) پھر سفین بن حسین کی روایت میں ہے کہ ظہر وعصر کی نماز میں (مقتدی) پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ سورۃ بھی پڑھے۔ اور آخری رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے (ملاحظہ ہو توضیح الکلام ص ۴۶۸ ج ۱) جبکہ مصنف

ابن ابی شیبہ ص ۴۲۸ ج ۱
(نمبر ۳۷۵۳) میں ہے حدثنا
عبدالا علی عن معمر عن
الزہری عن عبید اللہ بن ابی
رافع ان علیاً کان یقول اقرأوا
فی الظہر والعصر خلف
الامام فی کل رکعة بام الکتاب
و سورۃ۔

اس اثر میں ظہر وعصر کی ہر چار رکعات میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھنے کا امر فرمایا ہے جبکہ سفین بن حسین کی روایت میں آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ کے پڑھنے کا ذکر تھا دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا ہے۔ ابن ابی شیبہ کی طریق سے اس روایت کو امام بخاری نے کتاب القراءۃ ص ۷۷ (نمبر ۱۶۲) میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ان علیاً کان یقول اقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی کل رکعة بفاتحہ الکتاب وسورۃ۔ اور کتاب القراءۃ ص ۱۶۹

(نمبر ۴۰۱) میں لکھتے ہیں۔

قد املیت خبر الزهری عن
عبدالله بن ابی رافع عن علیؓ
بن ابی طالب انه کان یقول
اقرا فی الظهر والعصر خلف
الامام فی کل رکعة بام الکتاب
وسورة وهذا اسناد متصل قدر
واہ العدول الزهری الذی لم
یکن فی زمانه اعلم بالاخبار
ولا احفظ لها ولا احسن سیاقاً
للحدیث منه عن عبدالله بن
ابی رافع کا تب علیؓ ولا یدفع
هذا الخیر الذی روی باسناد
صحیح متصل بروایة مثل
المختار بن عبدالله عن ابیه
الاجاهل بالعلم او متجاهل۔

بے شک میں (تحقیق) نے زہری کی
روایات عن عبید اللہ عن علیؓ لکھوائی ہے کہ
حضرت علیؓ نے فرمایا پڑھ ظہر اور عصر کی نماز
میں امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور
دوسری سورۃ اور یہ سند متصل ہے اس کو بہت
بڑے عادل زہری نے روایت کیا ہے جس
سے دنیا میں زیادہ حدیثوں کا جاننے والا نہیں
اور اس سے نہ بڑا کوئی حافظ ہے اور نہ اچھی
حدیث والا ہے۔ اس زہری نے یہ اثر
عبید اللہ سے روایت کیا ہے۔ جو حضرت علیؓ
کا مثنیٰ تھا۔ (اس) صحیح سند متصل کو مختار بن
عبد اللہ عن ابیہ کی روایت سے نہیں ٹھکرانے گا
مگر جاہل یا متجاہل۔

معلوم ہوا۔ سفین بن حسین کی روایت اس اثر کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے
بہ امام تحقیق اور غیر مقلدین ظہر و عصر کی ہر رکعت میں خلف الامام فاتحہ کے علاوہ سورۃ کو بھی
بہ تسنیم کر لیں کیونکہ اقراء امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ اثری
بہ نے فرمایا (کما مر) حالانکہ یہ ان کے مذہب کے خلاف ہے یہ خود کشی و قبول نہیں کریں
نہ پھر امام تحقیق کو المختار بن ابی لیلیٰ کی روایت تو یاد ہے لیکن اسی مصنف ابن ابی شیبہ سے جس
سے حضرت علیؓ کا یہ اثر نقل کیا ہے اسی مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۴۰ (نمبر ۳۷۸۱) حدیث محمد بن

سليمن الاصمخاني عن عبد الرحمن الاصمخاني عن ابن ابي ليلى عن علي قال من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة والى رواية كيون نقل نہ فرمائی جو کہ متصل ہے اور بقول علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد اس کی سند جید ہے۔ محترم امام بیہقی صاحب ہم نے الحقائق کی سند کے علاوہ چار طرق سے حضرت علی کا اثر نقل کیا ہے جس کے مقابلہ میں زہری عن عبید اللہ عن علی والا اثر قابل قبول نہیں کیونکہ یہ مضطرب ہے جیسا کہ اس کا ذکر جاری ہے پھر فائقی الناس والی حدیث میں زہری آپ کے نزدیک صفریہ صفریوں ہو گیا ہے اور اس کا شیخ ابن اکیمہ جو ثقہ راوی ہے آپ کے نزدیک مجہول کیوں ہو گیا ہے کیا زہری آپ کے نزدیک قابل تعریف اس وقت ہے جبکہ اس کی روایت آپ کے حق میں ہو۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

(4) عبد الرزاق ص ۱۰۰ ج ۲ میں ہے۔

کہ حضرت علی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھتے تھے۔ اور آخری رکعتوں میں بالکل نہ پڑھتے تھے

عبدالرزاق عن معمر عن الزہری عن عبید اللہ بن ابی رافع قال کان یعنی علیاً یقرأ فی الاولیین من الظہر و العصر بام القرآن و سورۃ ولا یقرأ فی الاخریین۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ ظہر و عصر کی نماز کی دو آخری رکعتوں میں فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنا بہتر ہے اتنے موئے موئے اضطراب کی موجودگی میں یہ اثر کیسے قابل عمل ہو سکتا ہے۔ فلہذا حضرت علیؑ سے صحیح منع قرآنہ خلف الامام ہے علامہ ابن عبد البر المالکی لکھتے ہیں۔

وقال آخرون منهم سفیان
الثوری وابن عیینة وابن ابی
لیلیٰ و ابو حنیفہ واصحابہ
والحسن بن حی لا یقرأ مع
الامام لا فیما اسرو لا فیما
جہرو و هو قول جابر بن
عبد اللہ و جماعة من
التابعین بالعراق و روی
ذالک ایضاً عن زید بن
ثابت و علیؓ و سعدؓ و هو لاء
ثبت ذالک عنہم من جهة
الاسناد (التمہید لابن
عبدالبر ص ۴۷ ج ۱۱)

کہ دوسروں نے کہا ان میں سفیان ثوری
سفیان بن عیینہ ابن ابی لیلیٰ ابو حنیفہ اور
آپ کے شاگرد اور الحسن بن حی کہ مقتدی
امام کے ساتھ قراءت نہ کرے نہ سری
نمازوں میں نہ جہری میں اور یہی فرمان ہے
حضرت جابرؓ کا اور ایک جماعت تابعین کا
جو عراق میں رہنے والے ہیں اور اس طرح
حضرت زید بن ثابت حضرت علیؓ حضرت
سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا گیا ہے
جو سند کے لحاظ سے ان حضرات سے یہ
فرماں ثابت ہو چکا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ وزید بن ثابت گفتہ لاقراءۃ مع الامام فی
شی رواہ مسلم و عن جابرؓ بمعناہ و هو قول علیؓ و ابن مسعودؓ و کثیر من الصحابہؓ (ہدایت السائل ص ۱۹۳)
(بحوالہ احسن الکلام ص ۳۰۴ ج ۱ طبع دوم)۔ امام بخاریؒ اس مسئلہ کے بارے میں مدرک رکوع
مدرک رکعت ہے کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رکوع پانے سے رکعت ہو جاتی ہے اس کی
اجازت حضرت زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ
اور ان حضرات نے دی ہے جو امام کے
پچھے قراءت کے قائل نہیں ہیں۔

انما اجاز زید بن ثابتؓ وابن
عمرؓ والذین لم یروا القراءۃ
خلف الامام (جزء القراءۃ ص
۷)

یہ امام بخاریؒ لکھتے ہیں۔

رکوع پانے سے رکعت ہو جاتی ہے جس کی اجازت ان صحابہ کرامؓ نے دی ہے جو قرآن خلف الامام کے قال نہیں۔ ان میں سے حضرت ابن مسعودؓ و حضرت زید بن ثابتؓ و حضرت ابن عمرؓ بھی ہیں۔

انما اجازا دراک الرکوع من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءة خلف الامام منهم ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر (جزء القراءة ص ۳۶)

صاحب ہدایہ نے فرمایا ترک قراءة خلف الامام پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اس کے جواب میں حافظ ابن حجر الدرایہؒ میں لکھتے ہیں۔

یہ ترک قراءة خلف الامام حضرت ابن عمرؓ و حضرت جابرؓ و حضرت زید بن ثابتؓ و حضرت ابن مسعودؓ سے ثابت ہے اور حضرت سعدؓ و حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ و حضرت علیؓ سے روایات بھی ہیں۔

وانما یثبت ذالک عن ابن عمر و جابر و زید بن ثابت و ابن مسعود و جاء عن سعد و عمر و ابن عباس و علی۔

قارئین کرام آپ کو یاد ہو گا ہماری بات حافظ ابن حجرؒ کے ساتھ چل رہی تھی کہ امام بخاریؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے اثر کو درمیان سے کیوں حذف کر دیا تو حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ کبار صحابہؓ کی موافقت کرتے ہوئے جو صحیح حدیث کا اتباع کرتے ہیں تو کبار صحابہؓ کا پیچھڑ کر ہو گیا ہے۔ کہ وہ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ کے ہرگز موافق نہیں البتہ اب وہ صحیح حدیث معلوم کرنی ہے۔ جو قراءة خلف الامام پر دال ہے۔ اگر اس سے حضرت عبادہؓ کی یہ حدیث مراد ہے۔ لا صلوة لمن لم یقرأ بقائه الکتاب (بخاری ص ۱۰۴ ج ۱) کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر قراءة خلف الامام میں صریح نہیں اس میں احتمال ہے کہ یہ

امام اور منفرد کے حق میں ہو اور مقتدی کے حق میں نہ ہو۔ چنانچہ خود حضرت عبادۃؒ اس حدیث کو منفرد کے حق میں سمجھتے ہیں چنانچہ کتاب القراءة ص ۶۷ (نمبر ۷۷ میں ہے)

شعبة عن مسلم ابی
نضر قال سمعت حملة بن
عبدا الرحمن يحدث عن
عبادة بن الصامت انه رأى
رجلاً لا يتم ركوعه ولا سجوده
فاتاه فاخذ بيده فقال لا
تشبهوا بهذا ولا بما مثاله انه
لا صلوة الا بام الكتاب فان
كنت خلف الامام فاقرأ في
نفسك وان كنت وحدك
فاسمع اذ نيك ولا تؤذن من
عن يمينك ومن عن
يسارك.

یعنی اما شعبہ مسلم ابو النضر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حملة بن عبد الرحمن سے سنا وہ حضرت عبادۃؒ سے بیان کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا نہ تو وہ رکوع پورا کر رہا تھا۔ نہ سجدہ پس اس کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا اس شخص اور اس جیسے شخصوں سے مشابہت نہ کرو بے شک فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی پس اگر تو امام کے پیچھے ہے تو اپنے دل میں پڑھ لو اور اگر تو اکیلا ہے تو اپنے کانوں کو سنا اور دائیں بائیں والے کو ایذا نہ پہنچا۔

اور معنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۹ ج ۱ میں ہے۔

رائی عبادۃ رجلاً لا يتم
الركوع والسجود فاخذ بيده
ففرع الرجل فقال عبادۃ
لا تشبهوا بهذا ولا بما مثاله انه
لا يجزى صلواته الا بام
الكتاب.

کہ حضرت عبادۃؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجدہ پورا نہیں کر رہا تھا پس اس کے ہاتھ سے پکڑا تو وہ گھبرا گیا۔ پس فرمایا تم اس شخص اور اس جیسے اشخاص کیساتھ مشابہت نہ کرنا بے شک اس کی نماز فاتحہ کے بغیر کفایت نہیں کرتی۔

یہ امام شعبہ کے طریق سے مروی ہے جس کے بارے میں مولانا اثری صاحب حافظ ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ ۳ اور وہ اپنے مشائخ سے صرف صحیح احادیث ہی نقل کرتے ہیں

(توضیح الکلام ص ۴۷ ج ۱) پس ثابت ہوا کہ حضرت عبادہؓ بھی اس حدیث کو جو انہوں نے خود روایت کی ہے عام نہیں سمجھتے۔ اب جو غیر مقلدین حضرات حضرت عبادہؓ کی حدیث کو عام سمجھتے ہیں اور مقتدی کو بھی شامل کرتے ہیں۔ تو یہ حضرت عبادہؓ کے منشا کے خلاف ہے۔ پھر انہوں نے وضاحت کی ہے کہ مقتدی دل میں پڑھے اور اکیلا صرف اپنے کانوں کو سنوائے زیادہ آواز پر زور دے کر نہ پڑھے کہ دائیں بائیں والے آدمی کو ایذا ہو لیکن غیر مقلدین مقتدی ہونے کی حیثیت سے بھی اتنی آواز سے پڑھتے ہیں کہ دائیں بائیں والے کو ایذا ہوتی ہے تو یہ حضرات حضرت عبادہؓ کے فتویٰ سے موافق ثابت ہوئے۔ (۲) حضرت جابرؓ بھی اس حدیث کو منفرد کے بارے میں سمجھتے ہیں جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے چنانچہ امام ترمذی لکھتے ہیں۔

اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب کا تعلق اکیلے آدمی کے ساتھ ہے اور انہوں نے حضرت جابرؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پڑھی پس اسے فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ ہاں اگر امام کے پیچھے ہو تو اس کی نماز درست ہے تو حضرت جابرؓ نے لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب کا تعلق منفرد سے جوڑا ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال
معنى قول النبي صلى الله
عليه وسلم لا صلوة لمن لم
يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان
وحده واحتج بحديث جابر
بن عبد الله حيث قال من
صلى ركعة لم يقرأ فيها بام
القرآن فلم يحصل الا ان
يكون وراء الامام. قال احمد
فهذا رجل من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم تاول
قول النبي صلى الله عليه
وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ
بفاتحة الكتاب ان هذا اذا كان
وحده (ترمذی ص ۷۱ ج ۱)

حضرت سفیان بن عیینہؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ بھی اس سے مراد اکیلا شخص
مراد لیتے ہیں چنانچہ ابو داؤد وص ۱۱۹ ج ۱ میں ہے۔ قال سفیان لمن یصلی وحده۔ علامہ ابن عبد البر
الناسکیؒ فرماتے ہیں:

کہ اس باب وجوب قراءۃ خلف الامام میں
کوئی ایسی روایت نہیں جو سند کے لحاظ سے
مجروح نہ ہو مگر حدیث زہریؒ عن محمود بن
عبادہؒ اور وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے (یعنی
اس سے مراد منفرد ہو)

ولیس فی هذا الباب مالا
مطعن فیہ من جهة الاسناد
غیر حدیث الزہری عن
محمود بن الربیع عن عبادہؒ
وهو محتمل للتأویل
(التمہید ص ۲۶ ج ۱۱)

حدیث اسماعیلیؒ بھی اس کو منفرد کے بارے میں ذکر کرتے ہیں (بحوالہ بذل الحمد
ص ۵۲ ج ۲) امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں۔

کہ پس حدیث حضرت عبادہؒ کی جو صحیح ہے
وہ غیر مقتدی پر محمول ہے اسی طرح جو
حدیث حضرت ابو ہریرہؒ (جس میں خدا ج کا
ذکر ہے) وہ بھی غیر مقتدی پر محمول ہے۔

فاما حدیث عبادہؒ الصحیح
فهو محمول علی غیر الماموم
وکذا لک حدیث ابی ہریرہؒ
الخ (مغنی ص ۶۰۶ ج ۱)

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام ابن قدامہؒ ساتویں صدیق ہجری کے اعیان
حنابلہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اہل علم کا انکی جلالت شان پر اتفاق ہے (توضیح الکلام ص ۸۹ ج ۱)
امام شمس الدینؒ فرماتے ہیں۔

کہ پس پہلی صحیح حدیث مقتدی پر محمول نہیں
اور اس طرح دوسری حدیث حضرت
ابوہریرہؓ بھی مقتدی کے بارے میں نہیں
ہے۔

فالحديث الاول الصحيح
محمول على غير المأموم
وكذلك حديث ابى هريرة
شرح مقنع للكبير ص ۱۲ ج
۲ بحوالہ احسن الکلام ص
۳۷۷ ج ۲ طبع دوم

حضرت امام شافعیؒ حدیث حضرت عبادۃ الاسلامۃ فاتحہ الکتاب اور حدیث
حضرت ابوہریرہؓ (فہی خداج) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

اور بے شک حضرت عبادۃؒ و حضرت
ابوہریرہؓ کی حدیثیں سورۃ فاتحہ کے فرض
ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ سورۃ فاتحہ کا
ترک جان بوجہ کر ہو یا نسیا نا برابر ہے اس
سے رکعت نہیں ہوئی۔ مگر فاتحہ کے ساتھ یا
فاتحہ کے ساتھ پچھرا اند کے ساتھ مگر مقتدی
کا ذکر انشاء اللہ بعد میں کیا جائیگا۔

وان حديث عبادة وابى هريرة
يدلان على فرض ام القرآن
والعمد في ترك القراءة بام
القرآن والخطأ سواء في ان لا
تجزى ركعة الابهاء او بشئ
معها الا ما يذكر من المأموم
ان شاء الله (كتاب الام ص
۸۹ ج ۱)

(2) پھر امام شافعیؒ لکھتے ہیں۔

پس امام اور منفرد پر سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

ہر رکعت میں فاتحہ کے بغیر کوئی چیز کفایت نہیں کرے گی۔ اور مجھے پسند ہے کہ فاتحہ کے ساتھ کچھ یا اکثر اور قراءۃ بھی کرے اور مقتدی کا ذکر انشاء اللہ عنقریب کرونگا۔

فواجب علی من صلی
منفرداً او اماماً ان یقرأ
القرآن فی کل رکعة لا
یجزئہ غیرہا و احب ان یقرأ
معہا شیئاً او اکثر و ساء ذکر
السا موم ان شاء اللہ (کتاب
الام ص ۹۳ ج ۱)

امام شافعی کا مقتدی کو امام اور منفرد سے الگ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے ان دونوں حدیثوں کا مقتدی سے تعلق نہیں۔ پھر حافظ ابن حجرؒ سے ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت عبادۃؒ کی اس حدیث کا جو صحیح ہے مقتدی سے کوئی تعلق نہیں تو امام بخاریؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے فرمان کو درمیان سے حذف کر کے کوئی صحیح حدیث کا اتباع کیا ہے اگر حافظ کی مراد حضرت عبادۃؒ کی وہ حدیث ہو جو ابن احنقؒ عن محمول عن محمود بن البرقع کے طریق سے مروی ہے تو وہ صحیح نہیں جیسا کہ اس کی بحث آ رہی ہے فلہذا حافظ ابن حجرؒ کا امام بخاریؒ سے دفاع کا رد ثابت نہ ہوا اور امام بخاریؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے فرمان (لا قراءۃ مع الامام فی شیء) کو درمیان سے حذف کر دینا در عبارت کا بدلتا ایسا ہی کارنامہ ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔ بہر حال بات بہت دور چلی گئی۔ بالکل ہم اثری صاحب کے جھوٹ ذکر کر رہے تھے۔

حجوت نمبر 5: مولانا ارشاد الحق صاحب محمول کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "اس حدیث میں اضطراب کا راز کھلا تو صرف حضرات علماء احناف پر آفر کیوں۔ آپ ہی جی جی پر غور کریں۔ (توضیح الکلام ص ۳۵۵ ج ۱)

باب: علامہ ابن عبد البرؒ مالکی لکھتے ہیں۔

ونافع هذا مجهول و مثل هذا
الاضطراب لا يثبت فيه عند
اهل العلم بالحديث شي
وليس في هذا الباب مالا
مطعن فيه من جهة الاسناد
غير حديث الزهري عن
محمود بن الربيع عن عبادة
وهو محتمل لتأويل الخ
(التمهيد ص ۴۶ ج ۱۱)

کہ نافع بن محمود یہ راوی مجہول ہے اور اس
جیسے اضطراب کی صورت میں محمد ثین کرام
کے ہاں کوئی حدیث ثابت نہیں ہو سکتی اور
اس باب میں کوئی ایسی حدیث نہیں۔ جس
میں سند کے لحاظ سے کوئی جرح نہ ہو۔ سوا
زہری کی حدیث کے جو محمود بن الربیع عن
عبادہ کے طریق سے مروی ہے اور وہ بھی
تاویل کا احتمال رکھتی ہے۔

محترم اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث میں اضطراب کا راز صرف علماء احناف
پر کھلا ہے یہ خالص جھوٹ و دروغ گوئی ہے۔ حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا۔

جھوٹ نمبر 6: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "علامہ ذہبیؒ کا یہ خیال کہ
خلف الامام کی حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث اس (نافع بن محمود) نے روایت نہیں کی صحیح نہیں
جبکہ مستدرک حاکم (ص ۵۵ ج ۲) میں ہے مکحول ثنا نافع بن محمود بن
الربيع عن ابيه انه سمع عبادة يقول نهى رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان يفرق بين الام و ولدها (الحدیث) لیجئے یہ دوسری روایت بھی
مروی ہے (توضیح الکلام ص ۳۵۹ ج ۱ طبع اول) اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں علامہ ذہبیؒ انسان
ہی تھے۔ انہوں نے فرمایا اپنی معلومات کی حد تک فرمایا (حاشیہ توضیح ص ۳۵۹ ج ۱) الجواب محترم۔
اثری صاحب نے مکحول سے نیچے والی سند کا حصہ ذکر نہیں کیا کیونکہ دل میں کچھ کالا کالا ضرور ہے
پھر اس پر مقام پر امام حاکم کی تصحیح کا ذکر بھی نہیں کیا البتہ توضیح ص ۳۶۳ ج ۱ میں تحریر کرتے ہیں
"امام حاکم نے المستدرک ص ۵۵ ج ۲ میں بھی اس (نافع بن محمود) کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔"

نیچے والی سند کا کچھ حصہ یوں ہے۔ ثناء عبد اللہ بن عمرو بن حسان ثناء سعید بن عبد العزیز المتوفی قال سمعت مکحولاً الخ علامہ ذہبیؒ اسی روایت کے بارے میں تلخیص المستدرک ص ۵۵ ج ۲ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے اور عبد اللہ بن عمرو بن حسان کذاب (بہت بڑا جھوٹا ہے) اور علامہ ذہبیؒ نے اس جھوٹی روایت کو مستدرک حاکم کے حوالہ سے میزان الاعتدال ص ۲۶۸ ج ۲ میں بھی عبد اللہ بن عمرو بن حسان کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے علامہ ذہبیؒ کو اس کا علم ہے اثری صاحب کا علامہ ذہبیؒ کا تخطیہ کرنا بے وقوفی ہے علامہ ذہبیؒ کے نزدیک اس من گھڑت روایت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ناجائز ہے اس لئے اس کو نافع بن محمود کی دوسری روایت کہنا بھی جھوٹ ہے۔ دوسرے محدثین کرامؒ نے بھی عبد اللہ بن عمرو بن حسان کو وضاع کذاب اور ضعیف قرار دیا ہے۔ محترم برادر مولا نامفتی فقیر اللہ صاحب لکھتے ہیں "علامہ ذہبیؒ اس حدیث پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

موضوع وابن حسان کذاب (تلخیص مستدرک) یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا راوی ابن حسان کذاب ہے۔

لیجئے اس دوسری روایت کی حقیقت یکشم عبرت ملاحظہ کر لیجئے کہ یہ کذاب راوی کی کذب بیانی کا ثمرہ اور اس کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے۔ اسے نافع بن محمود کی روایت قرار دے کر دوسری روایت کے طور پر پیش کرنا ابن حسان کے جھوٹ میں شرکت کے مترادف ہے جب یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے تو علامہ ذہبیؒ کے ارشاد لا یعرف بغیر هذا الحدیث پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی کہ نافع بن محمود فی الواقع خلف الامام کی حدیث کے علاوہ کسی حدیث کا راوی نہیں ہے۔ (خاتمۃ الکلام ص ۳۶۱) مولانا موصوف کی اس گرفت کے بعد مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے توضیح الکلام طبع دوم ص ۳۵۹ ج ۱ میں عبارت کا کچھ اضافہ کیا ہے اور علامہ ذہبیؒ کے متعلق جو حاشیہ میں عبارت لکھی تھی اس کو کاٹ دیا ہے۔

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "علامہ ذہبی کا یہ خیال کہ خلف الامام کی حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث اس نے روایت نہیں کی صحیح نہیں جبکہ مستدرک حاکم ص ۵۵ ج ۲) میں ہے کھول ثنائی بن محمود بن الربیع عن ابیہ اندہ سمع عبادۃ یقول نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یفرق بین الام وولدہا (المحدث) لیجئے یہ دوسری روایت بھی مروی ہے امام حاکم نے اس صحیح الاسناد کہا ہے مگر یہ سند صحیح نہیں جیسا کہ حافظ ذہبی نے تلخیص میں وضاحت کر دی ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ صرف ایک ہی حدیث روایت کرنا بھی باعث جرح ہے ہرگز نہیں صحابہ و تابعین کی ایک جماعت ایسی ہے جن سے صرف ایک ہی روایت مروی ہے حافظ سیوطی نے الحد ریب ص ۵۳۱ میں النوع الخاوی والاستعون (۹۱) بھی ذکر کی ہے۔ "من لم یرو الا حدیثا واحدا تو کیا ان تمام راویوں کو بھی ضعیف کہا جائیگا (توضیح الکلام ص ۳۵۹ ج ۲ طبع دوم) یہ عبارت طبع دوم میں اضافہ کی گئی ہے۔ قارئین کرام محترم اثری صاحب کی عبارت کا ہم جائزہ لیتے ہیں۔

(۱) علامہ ذہبی کا یہ خیال کہ خلف الامام کی حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث اس (نافع) نے روایت نہیں کی صحیح نہیں۔

(۲) لیجئے یہ دوسری روایت بھی مروی ہے۔

(۳) مگر یہ سند صحیح نہیں جیسا کہ حافظ ذہبی نے تلخیص میں وضاحت کر دی ہے۔

(۴) امام حاکم نے المستدرک (ص ۵۵ ج ۲) میں بھی اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۳۲۳ طبع دوم)۔

(۵) حافظ سیوطی تدریب الراوی میں نافع بن محمود کی صرف ایک روایت ذکر کرتے ہیں۔

یہ ساری باتیں جو متعارض ہیں اثری صاحب کی قلم کار شمس ہیں کس بات میں اثری صاحب سچا ہے کس میں جھوٹا ہے اس کو ہم قارئین و ناظرین کی رائے کے سپرد کرتے ہیں البتہ ایک متواتر حدیث سن نہیں من کذب ہی متعمداً فلیتبروا مقعده من النار (نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولا پس وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ تو اثری صاحب نے اس دوسری روایت کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جان بوجھ کر کی ہے اس لئے وہ اس وعید کی زرد میں ہیں فوراً توبہ کریں اور اس من گھڑت روایت کو اپنی کتاب سے فوراً نکال دیں یہ اس من گھڑت روایت کی نحوست ہے کہ اثری صاحب توضیح ص ۳۵۹ ج ۱ طبع دوم میں یہ لکھنے کے باوجود امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے مگر یہ سند صحیح نہیں جیسا کہ حافظ ذہبی نے تلمیض میں وضاحت کر دی ہے۔ مگر اثری صاحب کو یہ عبرت (امام حاکم نے المستدرک ص ۵۵ ج ۲) میں بھی اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے توضیح ص ۲۶۳ ج ۱) کو کاٹنا حذف کرنا یاد نہ رہا جہاں ہے کہ دروغ گور حافظہ نباشد، حافظہ زیر علی زنی غیر مقلد اس من گھڑت روایت کا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں "امام حاکم نے اس (نافع) کی ایک حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک ص ۵۵ ج ۲ الخ مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۳۲) زیر صاحب کو اس من گھڑت روایت پیش کرنے پر خصوصی مبارک ہو۔ (یہ حضرات غیر مقلدین کے نامور عالم دین ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے تو عوام غیر مقلدین کی کیا حالت ہوگی)۔

نوٹ: مولانا ارشاد الحق صاحب توضیح ص ۲۶۵ ج ۲ میں عبد اللہ بن عمر کو کذاب و متروک راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ اثری صاحب جاننے کے باوجود گندگی کو چاٹنے کے عادی ہیں۔ جھوٹ کہنے سے جھکو عار نہیں۔ ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر 7

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عبادہ کی حدیث کو امام بخاریؒ ابو داؤدؒ ترمذیؒ دارقطنیؒ ابن حبانؒ بیہقیؒ، حاکمؒ، المنذریؒ، الخطابیؒ، ابن حزمؒ، ابن حجر سیوطیؒ، لکھنویؒ، شمس الحق عظیم آبادیؒ اور نوابؒ وغیرہ نے صحیح کہا ہے جیسا کہ باحوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۳۵۱ ج ۲)

الجواب: امام بخاریؒ نے حضرت عبادہؓ کی حدیث جو بطریق اتن اتحق عن کحول مروی ہے اس کو ہرگز صحیح نہیں کہا یہ اثری صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے چنانچہ امام بخاریؒ جزء القراءة ص ۸ میں حضرت عبادہؓ کی حدیث اور حضرت جابرؓ کی حدیث (من كان له امام فقراءة الامام له قراءة) ان دونوں حدیثوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فلو ثبت الخبران كلاهما (۱) اگر یہ دونوں حدیثیں ثابت ہو جائیں

معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں امام بخاریؒ کے ہاں ثابت نہیں۔

(2) امام بخاریؒ جزء القراءة ص ۴۰ میں لکھتے ہیں۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کحول، حرام بن معاویہ، رجاہ بن حیوہ، عن محمود عن عبادہ ان کی حدیث زہریؒ کے حدیث کے تابع ہے کیونکہ زہریؒ نے حدیث محمود ان عبادہؓ خبرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سماع کے صیغے سے حدیث کو ذکر کیا ہے اور ان تینوں نے محمود سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔

قال البخاری والذی زاد مکحول وحزام بن معاویہ و رجاہ بن حیرة عن محمود بن الربیع عن عبادۃ فهو تبع لما روی الزہری لان الزہری قال حدثنا محمود ان عبادۃ اخبرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو لاء لم یدکروا انہم سمعوا من محمود۔

امام بخاریؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کحول کی روایت منقطع بھی ہے لہذا ضعیف ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں فلو ثبت الخبران کلاهما لکان هذا مستثنی من الاول لقوله لا یقرآن الا بالام القرآن الخ یعنی اگر یہ دونوں حدیثیں (حدیث عبادہؓ و حدیث جابرؓ) ثابت ہو جائیں تو یہ پہلی حدیث سے مستثنی ہوگی۔ الخ توضیح الکلام ص ۵۵۰ ج ۲) اثری صاحب اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں اگر کہا جائے کہ امام بخاریؒ نے یہاں

حضرت عبادۃ اور حضرت جابرؓ کی حدیث کے متعلق فرمایا ہے تو ثبت الخبر ان اگر دونوں حدیثیں ثابت ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں ثابت نہیں ہیں لیکن یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ حافظ ابن قیمؒ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبادۃ کی حدیث صحیح ہے نیز وہ کھول وغیرہ کی حدیث کو مفسر اور امام زہریؒ کی حدیث کو مجمل قرار دیتے ہیں اور اگر انہوں نے مفصل روایت میں کھول کا محمود سے سماع کا انکار کیا ہے تو دوسرے محدثین نے سماع کا ذکر کیا ہے۔ الغرض حضرت عبادۃ کی یہ حدیث امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ بالفرض اگر ان کے نزدیک وہ صحیح نہیں تو بھی اس کی صحت کا انکار مشکل ہے۔ جبکہ ایک درجن سے زائد محدثین و اہل علم نے اسے صحیح کہا ہے الخ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۵۵۰ ج ۲ ص ۵۵۱) محترم اثری صاحب نے اس تحریر میں یہ تسلیم کیا ہے کہ امام بخاریؒ کے ہاں یہ دونوں حدیثیں ثابت نہیں۔ پھر یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے کھول کا محمود بن ربیع سے سماع کا انکار کیا ہے۔ ان دونوں باتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود یہ کہنا کہ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبادۃ کی حدیث صحیح ہے "مولانا ارشاد الحق نے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ حافظ ابن قیمؒ اس مقام پر بھول گئے ہیں۔

چنانچہ مولانا اثریؒ توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱ میں حافظ ابن قیمؒ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں وقد رواہ البخاری فی کتاب القراءة خلف الامام وقال صحيح وثق ابن الخلق وامني عليه واجج بحديثه۔ اس عربی عبارت کا ترجمہ مولانا اثریؒ نے نہیں کیا کیونکہ دل میں کچھ کالا کالا ضرور تھا۔ قارئین حضرات آپ پہلے اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ اور بے شک حضرت عبادۃ کی حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ کتاب القراءة خلف الامام میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے اور ابن الخلق کی توثیق کی ہے اور اس کی تعریف کی ہے اور اس کی حدیث سے احتجاج کیا ہے یہ حافظ ابن قیمؒ کی عبارت کا ترجمہ ہے اب آپ حضرات امام بخاریؒ کے رسالہ

جزء القراءۃ کو ابتداء سے لے کر آخر تک دیکھ لیں انہوں نے کہیں بھی ابن اسحق کی حدیث کو صحیح نہیں کہا بلکہ ابن اسحق کی روایت پر دو مقام میں جرح کی ہے جیسا کہ گزرا حافظ ابن قیم کو اس بات سے دھوکہ لگا ہے کہ امام بخاری نے اپنے رسالہ جزء القراءۃ میں ابن اسحق کی توثیق نقل کی ہے۔ ہمیں سے حافظ ابن قیم نے سمجھ لیا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت عبادۃ کی حدیث صحیح ہے۔ اب مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا ابن قیم کے وہم پر ایمان لانا اور جزء القراءۃ کی واضح عبارت کو چھوڑ دینا کھلی بدیانتی ہے اکثر اثری صاحب ان ادبام پر گزرا چلاتے ہیں مولانا اثری صاحب کے بزرگ مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں۔

قلت لم یصرح الامام البخاری
فی جزء القراءۃ بان حدیث
عبادۃ بن الصامت صحیح
(ابکار المنن ص ۱۲۲)

کہ میں مبارکپوری کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جزء القراءۃ میں صریحاً یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عبادۃ کی حدیث صحیح ہے۔

اس طرح اثری صاحب کا یہ دعویٰ کہ "ایک درجن سے زائد محدثین و اہل علم نے اسے صحیح کہا ہے محض دھوکہ ہے۔"

جھوٹ نمبر 8

اس طرح مولانا موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ ابوداؤد نے ابن اسحق کی حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح ص ۲۲۲ ج ۱ ص ۳۵۱ ج ۲) یہ بھی خالص جھوٹ ہے۔ اس طرح مولانا اثری صاحب کا یہ تحریر کرنا "بلکہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اس حدیث کو ابوداؤد (ترمذی، دارقطنی ابن حبان اور بیہقی نے صحیح کہا ہے۔ (التلخیص الحبیر ص ۸۷) یہ بھی غلط ہے۔ حافظ ابن حجر نے ابتدائی دور میں التلخیص الحبیر کو لکھا تھا اس لئے یہ قابل اعتماد نہیں چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب ہمارے شیخ مکرم مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم کے حوالے سے لکھتے ہیں حافظ ابن حجر سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی کسی تصنیف پر راضی نہیں ہوں

کیونکہ میں نے ابتدائی دور میں لکھی ہیں اور تحریر کرنیوالا رفیق بھی میسر نہ ہو سکا۔ اس لئے ان تصانیف میں سقم رہ گیا۔ ہاں فتح الباری اس کا مقدمہ، مشتبہ، تہذیب اور لسان المیزان پر میں خوش ہوں اور ان سے دوسری جلد ہے کہ انہوں نے فتح الباری اور تعلیق اور نخبہ کی بھی بڑی تعریف کی ہے (البدراطلاع) اس سے معلوم ہوا کہ حافظ موصوف بغیر ان چند کتابوں کے جن میں فتح الباری بھی ہے اپنی اور کسی تصنیف پر نہ راضی ہیں اور نہ اعتماد کرتے ہیں الخ احسن الکلام ص ۲۰۳

ن ۱) (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ڈیروی کے جواب میں ص ۱۸۱ از ارشاد الحق صاحب اثری) (حوالہ نمبر ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مولانا صفدر نے (احسن الکلام ص ۲۰۳ ج ۱) میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر اپنی تصانیف میں سے فتح الباری مقدمہ فتح الباری المشتبه - لسان المیزان اور تہذیب پر زیادہ راضی تھے قتادہ کو ابن حجر نے طبقات المدینین میں شمار کیا ہے۔ جس کے متعلق موصوف فرماتے ہیں کہ ابن حجر نے چونکہ فتح الباری میں اس کی معتن حدیث کو صحیح کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سے مدس کہنے کے نظریہ سے رجوع کر چکے ہیں۔ یہی بات ہم عرض کرتے ہیں کہ فتح الباری میں چونکہ وہ اس نظریہ کی تردید کر چکے ہیں کہ ابن ائحق کا تفرد حجت نہیں۔ لہذا "الدرایہ" میں اس حکم کے نظریہ سے وہ رجوع کر چکے ہیں (توضیح الکلام ص ۲۳۳ ج ۱) مطلب ان دونوں حوالوں کا یہ ہے کہ التلخیص الحمیر چونکہ حافظ ابن حجر کی ابتدائی دور کی تصنیف ہے تو حافظ صاحب اسپر راضی نہیں ہیں اور چونکہ اثری صاحب نے ابن ائحق کی روایت کی صحیح چند محدثین کرام سے نقل کی ہے وہ بالکل غلط ہے خاص کر امام ابوداؤد سے صحیح نقل کرنا بالکل غلط ہے التلخیص الحمیر کے حوالہ کو غیر مقلدین نے بڑا اچھالا ہے حالانکہ یہ حوالہ باطل غلط ہے مگر غیر مقلدین اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس حوالہ کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

چنانچہ مولانا مبارکپوری مرحوم لکھتے ہیں قال الحافظ فی التلخیص بعد ذکر هذا الحدیث اخرجہ، احمد

والبخاری فی جزء القراءة صحیحہ، ابوداؤد و الترمذی و الدارقطنی و ابن حبان و الحاکم و البیہقی من طریق ابن الخثعمی (تحتہ الاحوذی شرح الترمذی ص ۲۵۳ ج ۱) یعنی اس حدیث کا اخراج امام احمد نے کیا اور امام بخاری نے جزء القراءة میں اور امام ابوداؤد و ترمذی و دارقطنی و ابن حبان و حاکم و بیہقی ان سب نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تو حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کافی حد تک غلط اور حقائق کے خلاف ہے۔ یہ حوالہ تلخیص الخیر سے مولانا مبارکپوری نے ابکار السنن ص ۱۳۲ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شمس الحق صاحب عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں:

قلت و اخرجه ايضا احمد و البخاری فی جزء القراءة و صححه و ابن حبان و البیہقی من طریق ابن اسحق الخ (عون المعبود ص ۲۰۲ ج ۱)

میں عظیم آبادی کہتا ہوں کہ اس حدیث کا اخراج امام احمد نے بھی کیا ہے اور امام بخاری نے جزء القراءة میں اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حبان اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

مولانا عظیم آبادی غیر مقلد نے امام بخاریؒ کی طرف یہ نسبت کر کے انہوں نے ابن الخثعمی کی حدیث کو صحیح کہا ہے بہت غلط بات کی ہے۔ راقم الحروف ان غیر ملقدین حضرات کی خیانات و تحریفات و مخادعات بیان کرتے تھک جائے گا۔ صرف اسی ایک مسئلہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام میں مگر ان حضرات کے یہ کارنامے ختم نہیں ہوں گے۔ غیر مقلدین کے مسلم بزرگ قاضی شوکانی مرحوم لکھتے ہیں۔

الحديث اخرجه ، ايضا احمد و البخاری فی جزء القراءة و صححه و ابن حبان و الحاکم و البیہقی من طریق ابن اسحق (نیل الاوطار ۲۲۵ ج ۲)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی نکالا ہے اور امام بخاریؒ نے جزء القراءة میں اور اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حبان و حاکم و بیہقی نے بھی ابن الخثعمی کے طریق سے روایت کیا ہے۔

یہ قاضی شوکانی صاحب ہیں جنہوں نے امام بخاریؒ کی طرف غلط نسبت کی ہے (سامع

اللہ تعالیٰ) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں والبخاری فی جزء القراءۃ و صحیحہ، (دلیل الطالب بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۲۶ ج ۳) اور اس حدیث کا اخراج امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ لکیر کے فقیر عجیب غیر مقلد ہیں (عفا اللہ عنہ) مشہور غیر مقلد عالم محمد اشرف سلیم صاحب لکھتے ہیں "امام ابوداؤدؒ نے اسے صحیح لکھا ہے (فرضیت سورۃ فاتحہ ص ۷، ناشر مکتبہ اصلاح انسانیت قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالا۔ امام ابوداؤدؒ نے ابن ابی نعیم کی حدیث کو صحیح نہیں کہا چنانچہ مولانا مبارکپوری تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۳ ج ۱ میں لکھتے ہیں۔ سنن ابوداؤد۔ یعنی امام ابوداؤدؒ نے اس سے سکوت کیا ہے معلوم ہوا کہ صراحۃً امام ابوداؤدؒ سے تصحیح منقول نہیں (نوٹ) مولانا اثری نے الدراریہ میں جو ابن ابی نعیم کے تفرّد کو غیر جیہ قرار دیا گیا ہے اسکو فتح الباری کی عبارت سے کہ ابن ابی نعیم جب متفرّد ہو تب بھی اس کی روایت حجت ہے بحوالہ ابکار المنن ص ۱۳۶ سے نقل کی ہے اور فتح الباری کی عبارت کی وجہ سے الدراریہ کی عبارت سے رجوع ثابت کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (توضیح ص ۲۴۳ ج ۱) اولاً تو فتح الباری کا صفحہ اور جلد نقل کرنا ضروری تھا ثانیاً فتح الباری ص ۷۱ ج ۲ باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع میں ہے وفی اسنادھا ابن اسحاق و هو حجة فی المنفازی لا فی الاحکام اذا خالف۔ اس حدیث کی سند میں ابن ابی نعیم ہے وہ تاریخ و غزوات میں توجہ ہے مگر احکام میں حجت نہیں جب دوسرے راوی کی مخالفت کرے۔

۲) وابن اسحاق حسن للحديث الا انه لا يحتج به اذا خولف (فتح الباری ص ۳۲ ج ۲) اور ابن ابی نعیم حسن حدیث والا سے مگر جب اس کی مخالفت کی جائے دوسرے راوی کی طرف سے تو پھر قابل حجت نہیں۔

(3) الدراریہ فتح الباری سے بہت بعد کی تصنیف ہے تو الدراریہ میں لکھی ہوئی بات سی فتح الباری کی عبارت کی وجہ سے رجوع کیسے ہو سکتا ہے۔ غیر مقلدین کا ذہن الناذر ص ۷۱ ج ۲) یہ بھی جھوٹ ہے امام ترمذیؒ نے ابن ابی نعیم کی حدیث کو صرف حسن کہا ہے (ملاحظہ ہو سنن الترمذی) مولانا مبارکپوریؒ لکھتے ہیں وقال الترمذی حسن (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۳ ج ۱) کہ امام ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ہے۔ بلکہ مولانا ارشاد الحق صاحب خود لکھتے ہیں کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے (توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱)

جھوٹ نمبر 9:

مولانا ارشاد الحق صاحب کا امام ترمذیؒ کو ابن ابی نعیم کی حدیث کو صحیح کہنے والوں شمار کرنا (توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱، ص ۳۵۱ ج ۲) یہ بھی جھوٹ ہے امام ترمذیؒ نے ابن ابی نعیم کی حدیث کو صرف حسن کہا ہے (ملاحظہ ہو سنن الترمذی) مولانا مبارکپوریؒ لکھتے ہیں وقال الترمذی حسن (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۳ ج ۱) کہ امام ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ہے۔ بلکہ مولانا ارشاد الحق صاحب خود لکھتے ہیں کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے (توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱)

کیا اچھا ہو کہ غیر پردہ کھولے۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

جھوٹ نمبر 10: مولانا ارشاد الحق صاحب کا یہ لکھنا کہ دارقطنیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح ص ۳۵۱ ج ۲) الجواب یہ بھی اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے امام دارقطنیؒ نے ابن اثقی کی حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ ابن اثقی کی حدیث کو صحیح ہرگز نہیں کہا۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب خود لکھتے ہیں کہ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں ہذا الاسناد حسنؒ یہ سند حسن ہے (توضیح ص ۲۲۲ ج ۱) خبیث انگریز کا فرمان تھا کہ اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ تمہارے جھوٹ کو سچ سمجھ لیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔

سند کا صحیح ہونا اور چیز ہے۔ حدیث کا صحیح ہونا اور چیز ہے۔ جیسا کہ مولانا ارشاد الحق صاحب نے اس ضابطہ کو توضیح میں بار بار دہرایا ہے دیکھئے توضیح الکلام ص ۵۶۵ ج ۲، ۲۷۱ ج ۲، ص ۶۸۳ ج ۲۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ ہم پہلے حوالہ نقل کر آئے ہیں کہ کسی حدیث کے راویوں کا ثقیہ یا حسن ہونا اور اسی بناء پر بسا اوقات اس کی سند کو حسن یا صحیح کہہ دینا اس حدیث کی صحت کی دلیل نہیں (توضیح الکلام ص ۴۸۵ ج ۲)۔

جھوٹ نمبر 11: امام حاکمؒ نے صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۳۵۱ ج ۲) یہ بھی جھوٹ ہے۔ المسند رک میں اسے مستقیم الاسناد کہا بلکہ خود اثری صاحب لکھتے ہیں "امام حاکمؒ نے بھی المسند رک میں اسے مستقیم الاسناد کہا ہے (توضیح ص ۲۲۳ ج ۱) معلوم ہوا کہ سند کا مستقیم ہونا اور بات ہے۔ حدیث کا مستقیم ہونا اور بات ہے۔ کما مر۔

جھوٹ نمبر 12: المنذر ریؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (توضیح ص ۳۵۱ ج ۲) الجواب یہ بھی جھوٹ محض ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف خود لکھتے ہیں "علامہ منذر ریؒ نے تلخیص السنن ص ۳۹۰ ج ۱ میں امام ترمذیؒ کی تحسین نقل کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے (توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱)۔ علامہ منذر ریؒ کی صرف خاموشی کو وہ بھی صرف تحسین پر یہ کہہ لینا کہ انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے بہت بڑا جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 13: امام خطابیؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۳۵۱ ج ۲) الجواب یہ بھی جھوٹ ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں اسنادہ جید لا مطعن فیہ اس کی سند جید ہے جس میں کوئی طعن نہیں (معالم السنن ص ۳۹۰ ج ۱) توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱) تو امام خطابیؒ نے سند کو جید کہا ہے۔ حدیث کو جید نہیں کہا۔

جھوٹ نمبر 14: ابن حجرؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح جلد ۲ ص ۳۵۱)

جواب: یہ بھی خالص جھوٹ ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص ۲۳۲ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔

لخرجه، البخاری فی جزاء القراءۃ و
لترمذی وابن حبان و غیر ہما من
روایتہ مکحول عن محمود بن الربیع الخ
اس کو امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں نکالا ہے اور
ترمذیؒ وابن حبانؒ وغیرہما مکحول عن محمود بن الربیع
کی روایت سے روایت کیا ہے

حافظ ابن حجرؒ نے تو کسی سے اس کی روایت کی نہ فتح نقل کی ہے نہ تخمین۔ مولانا ارشاد الحق صاحب خود لکھتے ہیں "حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں رجالہ، ثقات (الدرایہ ص ۹۴) اور نتائج الافکار میں فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن (امام الکلام ص ۲۵۸) تو اس حدیث کو حافظ ابن حجرؒ نے حسن کہا ہے۔ صحیح نہیں کہا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ "حدیث کی صحت کا مدار رواۃ پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی راوی ضعیف ہے تو کوئی اسے صحیح کہتا ہے کہتا ہے۔ اس سے روایت صحیح نہیں ہو جاتی (توضیح ص ۶۳ ج ۲)۔ جب اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاقؒ کذاب اور دجال موجود ہے جو شیعہ بھی ہے۔ قدری (تقدیر کا منکر بھی ہے) پھر اس میں مکحولؒ مشکم فیہ ہے اور مدلس ہے روایت عن سے ہے پھر یہ روایت معارض بھی ہے۔ تو یہ سند کسی قانون حدیث سے صحیح نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس دجال کی روایت کی بناء پر مسلمانوں پر یہ فتویٰ لگانا کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ بہت بظلم ہے۔ یہ ابن اسحاقؒ شیعہ قدری ہونے کے ساتھ معتزلی بھی ہے۔ علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ احکام میں اس کی حدیث حجت نہیں تو نماز جیسی عبادۃ جو اہم العبادات ہے اس میں اس کی حدیث کس طرح قابل اعتبار ہو سکتی ہے بحث اپنے مقام پر باحوالہ رہی کہ ابن اسحاقؒ کا محدثین کرامؒ کے ہاں کیا مقام ہے اور مکحولؒ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ یہ ہے مکحول الشافعی ابو عبد اللہ ثقہ فقیہ کثیر الاسرار مشہور من الثماتہ (تقریب) ثقہ ہے فقیہ ہے بہت ارسال کرنے والا ہے۔ یعنی اکثر روایات اس کی منقطع ہیں۔ طبقہ خامسہ میں سے ہے اور طبقہ خامسہ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے یہ وضاحت کی ہے کہ ان کی صحابہ کرامؒ میں سے کسی صحابیؒ سے روایت (دیکھنا) نصیب ہوتا ہے۔ مگر روایت کرنا نصیب نہیں ہوتا۔ لہذا مکحولؒ کی روایت حضرت محمود بن الربیعؒ سمیت کسی صحابیؒ سے ثابت نہیں اس روایت پر باقی بحث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام آئے گی۔

جھوٹ نمبر 15: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلکہ امام احمدؒ کے استاذ امام

شافعیؒ امام اوزاعیؒ اور امام اسحاقؒ بھی جبری میں فاتحہ خلف الامام کے وجوب کے قائل ہیں جیسا کہ حصہ اول میں گزر چکا ہے (توضیح الکلام ص ۹۹ ج ۲) الجواب امام اسحاقؒ سے جبری نماز میں

فرضیت فاتحہ خلف الامام کا کوئی قول ہرگز ثابت نہیں یہ مولانا ارشاد الحق صاحب کا سفید مجموعہ ہے۔ اس کے کئی حوالے ہم پیش کر سکتے ہیں۔ حوالہ نمبر 1 مولانا مبارکپوری (غیر مقلد) تجنیۃ الاخوان ص ۲۵۷ میں امام خطابی کی معالم السنن سے نقل کرتے ہیں۔

کہ امام زہری امام مالک امام عبد اللہ بن المبارک امام احمد امام احقر یہ سب فرماتے ہیں کہ مقتدی سری نماز میں قراءہ کرے اور جہری نماز میں قراءہ نہ کرے۔ امام سفیان ثوری اور احناف فرماتے ہیں کہ مقتدی جہری اور سری دونوں نمازوں میں قراءہ نہ کرے۔

وقال الزهري ومالك وابن المبارك واحمد واسحق يقرأ فيما أسر الامام ولا يقرأ فيما جهر به وقال سفين الثوري واصحاب الرأي لا يقرأ خلف الامام جهر لواءسر (انتمی کلام الخطابی)

حوالہ نمبر 2: علامہ حازنی کتاب الاعتبار ص ۷۳ میں لکھتے ہیں۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مقتدی سری نماز میں قراءہ کرے اور جہری میں خاموش رہے یہی مذہب امام زہری امام مالک امام عبد اللہ بن مبارک اور امام احقر کا ہے۔

ونذهب بعضهم الى ان المأموم يقرأ في صلوة السر ويسكت في صلوة الجهر واليه ذهب الزهري ومالك وابن المبارك واحمد بن حنبل واسحق۔

حوالہ نمبر 3: قاضی شوکانی (غیر مقلد) حدیث واذا قرأ فاصحوا کے تحت لکھتے ہیں۔

کہ اس حدیث سے ان علماء نے حجت پکڑی ہے جو کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے جہری نماز میں قراءہ نہ کرے اور وہ زید بن علی۔ حادق، قاسم، احمد بن عیسیٰ، عبید اللہ بن الحسن العنبری، احقر بن راہویہ، امام احمد، امام مالک اور احناف لیکن احناف نے کہا کہ مقتدی سری و جہری دونوں نمازوں میں قراءہ بالکل نہ کرے۔

احتج بذلك ان المؤتم لا يقرأ خلف الامام في صلوة الجهرية وهم زيد بن علي والهادي والقاسم واحمد بن عيسى وعبيد الله بن الحسن العنبري واسحق ابن راهويه واحمد و مالك والحنفية لكن قال الحنفية لا يقرأ خلف الامام لا في سرية ولا في جهرية (نبیل الاوطار ص ۲۲۳ ج ۲)

حوالہ نمبر 4: علامہ ابن عبدالبر مالکی بھی امام احنق کو ان علماء میں شمار کرتے ہیں جو جبری نماز میں قراءۃ کے قائل نہیں (التمہید لابن عبدالبر ص ۲۸ ج ۱۱) حوالہ نمبر 5 ہمارے شیخ مکرم دام مجہم حسن الکلام ص ۳۳۱ ج ۳ طبع دوم میں لکھتے ہیں "امام احنق بن راہویۃ المتوفی ص ۲۳۶ھ) م. بغوی، علامہ آلوسی اور مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ امام موصوف جبری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ کے قائل نہ تھے۔ (معالم التنزیل ص ۶۲۳ ج ۳ روح المعانی ص ۱۳۵ ج ۹ اور تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱) حوالہ نمبر 6۔ امام موفق الدین ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں۔

کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا نہ جبری نمازوں میں واجب ہے نہ سری میں ایک بڑی جماعت نے امام احمد سے اس کی تصریح نقل کی ہے اور امام زہری، سفین ثوری، سفین بن عیینہ، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احنق بن راہویہ کا مسلک اور مذہب ہے۔

وجملۃ ذالک ان القراءۃ غیر واجبة علی العموم فیما جہر بہ الامام ولا فیما اسر بہ نص علیہ احمد فی رایۃ الجماعۃ وبذالک قال لزہری والثوری وابن عیینۃ و مالک و ابو حنیفۃ و اسحق بن راہو یہ (معنی ابن قدامہ ص ۱۰۸ ج ۱) حوالہ احسن الکلام ص ۲۱ ج ۱ ضیع دوم)

قارئین کرام ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امام احنق جبری نمازوں میں قراءۃ کے سرے سے قائل ہی نہیں غمراشی صاحب ان سے وجوب فاتحہ خلف الامام نقل کر رہے ہیں جو کہ خالص ثبوت ہے اور بہتان ہے۔

حواث نمبر 16: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ صحیح احادیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی جب غسل کر کے مسواک کر کے خوشبو لگائے، اچھے کپڑے پہن کر جموع لگے آئے اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو رکعتیں پڑھے ثم انصت اذا خرج الامام حتی یصلی کانت کفارة لما بینہما (کتاب القراءۃ ص ۸۴) وغیرہ

پھر جب امام آئے تو خاموش ہو جائے یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے تو دو جھکوں کے مابین یہ کفارہ ہوگا۔ یہاں بھی انصاف کے معنی یہ قطعاً نہیں کہ امام کے نماز مکمل کرنے تک خاموش رہے جبکہ امام کے ساتھ تکبیر، ثناء، تسبیحات، تشہد وغیرہ بالاتفاق پڑھنے کا حکم ہے (توضیح الکلام ص ۲۰۷ ج ۲) الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب نے احادیث صحیح کبہ کر جھوٹ بولا ہے یہ احادیث صحیح نہیں ہیں کتاب القراءة بمعنی کی سند یوں ہے اخیرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا احمد بن جعفر القطعی نا عبد اللہ بن احمد بن فضیل حدیثی ابی تا اسمعیل بن ابراہیم عن محمد بن اسحاق حدیثی محمد بن ابراہیم اس کی سند میں ایک راوی احمد بن جعفر القطعی ہے جو غلط الحدیث ہے خود مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں احمد بن جعفر قطعی کو ابن الفرات وغیرہ نے غلط کہا ہے مگر ذہبی فرماتے ہیں کہ انکا یہ قول غلو و اسراف ہے ابو بکر احمد بن جعفر اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث تھے (میزان ص ۸۷ ج ۱ تا ص ۸۸) مگر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں انکار الذہبی علی ابن الفرات عجیب فائدہ لم یطرذ بذالک (لسان ص ۱۳۵ ج ۱) کہ علامہ ذہبی کا ابن الفرات پر انکار عجیب ہے جبکہ ابن الفرات اس حکم میں منفرد نہیں (توضیح الکلام ص ۳۵۶ ج ۲) (۲) پھر اس کی سند میں محمد بن اسحاق مشہور دجال ہے مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام نووی کی جرح۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ان میں ایک ابن اسحاق بھی ہے (بحوالہ مقدمہ شرح مسلم) جواب بلاشبہ ابن اسحاق صحیح کی شرط کے مطابق نہیں (توضیح الکلام ص ۲۳۸ ج ۱) جب ابن اسحاق کی حدیث صحیح نہیں تو صحیح احادیث کہاں سے آگئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "علامہ ذہبی" بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے علماء نے ابن اسحاق کی حدیث سے بوجہ استدلال سے اجتناب کیا ہے ان میں سے ایک اس کا شیعہ ہونا، قدریہ کی طرف منسوب ہونا اور مدلس ہونا ہے واما الصدق فلیس بمدفوع مگر صداقت اس سے مدفوع نہیں ہوتی (السیروس ج ۳ ص ۲۶۳ ج ۱) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں بلکہ خود

خطیب نے اما کلام مالک مشہور الخ کے بعد لکھا ہے کہ تدلیس کے علاوہ چونکہ وہ قدریہ تشیع کی طرف بھی منسوب تھے اس بناء پر اہل علم نے ان پر کلام کیا ہے۔

فاما الصدق فلیس بمذکور مگر اس کا صادق ہونا مرتفع نہیں ہے۔
عنہ (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱)

توضیح الکلام ص ۲۵۷ ج ۱ تا ص ۲۵۸) بہر حال ابن اثلق کی حدیث صحیح نہیں مکمل جرح ابن اثلق پر کہ یہ کذاب ہے دجال ہے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ تو احمد بن جعفر القطعی خط الحدیث ہے۔ جس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور ابن اثلق شیربراس سند میں بھی موجود ہے۔ سری سند اخیرنا ابو طاہر المقیہ انا ابو حامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال حدیثنا ابو الازھرنا یعقوب بن ابراہیم بن سعدنا ابی عن ابی اثلق حدیثی محمد بن ابراہیم التیمی عن عمران بن ابی یحییٰ الخ کتاب قرأۃ ص ۸۴ طبع دہلی۔ اس سند میں عن ابی اثلق دراصل محمد بن اثلق ہے جو کہ مشہور دلا ہے۔ مگر ابراہیم بن سعد نے اس کو ابن اثلق کی بجائے عن ابی اثلق بنا دیا ہے اور ابن اثلق کو چھپانے کے لئے یہ ایسی کاروائی کرنا مریض نظر آتا ہے۔

(۲) اس سند میں ایک راوی ابو الازھر النیسابوری ہے جو کہ ثقہ ہے مگر بڑھاپے کی حالت میں بھول جاتا تھا۔ چنانچہ تھذیب ص ۱۱ ج ۱ تا ص ۱۲ میں ہے۔

اور امام حاکم ابو احمد نے فرمایا ہے کہ یہ راوی جب اصل کتاب سے حدیث بیان کرے تو وہ زیادہ صحیح ہوتی ہے یہ جب بوزھا ہو گیا تو اکثر اوقات اسکو لقمہ دیا جاتا تھا۔

وقال الحاکم ابو احمد ما حدث من اصل کتابہ فهو اصح قال وکان قد کبر فریما یلقن تہذیب ص ۱۱ ج ۱ تا ص ۱۲

اور تھذیب ص ۱۳ میں ہے۔

وذكره ابن حبان في الثقات وقال
يخطئ و كان ابن خزيمة اذا حدث
عنه قال ثنا ابو الازهر من اصل
كتابه.

ابن حبان نے اسکو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے
فرمایا کہ یہ راوی خطا کرتا ہے اور ابن خزیمہ
جب اس سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے
کہ ابو الازھر نے مجھے اصل کتاب سے
حدیث بیان کی ہے۔

چنانچہ اس روایت میں جس کی بحث چل رہی ہے اس کے شاگرد نے نہیں بتایا کہ یہ
روایت اس کی کتاب سے ہے یا اس کے حفظ کی بناء پر ہے فلہذا روایت مشکوک ہو گئی ہے۔
(۳) اس سند میں عمران بن ابی - محی کون ہے اس کا ترجمہ درکار ہے۔ فلہذا یہ روایت بھی صحیح
نہیں ہے۔ جواب نمبر (۲) مولانا ارشاد الحق صاحب نے ثم انصت اذ اخرج الامام حتی - صلی کا
جو یہ معنی کیا ہے۔ کہ "پھر جب امام آئے تو خاموش ہو جائے یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو
جائے" تو یہ ترجمہ غلط ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ یہاں تک کہ امام نماز شروع کرے۔
فارغ ہو جائے والا معنی ایجاد بندہ ہے اور پھر اسی غلط ترجمہ کی بنیاد پر مولانا موصوف نے نتائج
اغذ کیے ہیں۔ جو بالکل ہی غلط ہیں اگر راقم الحروف کا صحیح ترجمہ جو قواعد عربیہ کے مطابق ہے :-
اگر بیان کرتے تو ان برے نتائج ذکر کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ جواب نمبر (۳) صحیح مسلم ص
۲۸۳ ج ۱ میں ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال من اغتسل ثم اتی
الجمعة فصلى ما قدره ثم
انصت حتی یفرغ من خطبته
ثم یصلی معہ الخ

کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
مخلص غسل کر کے پھر جمعہ کو آتا ہے پھر نماز
نماز پڑھتا ہے جو اس کے مقدّر میں ہے پھر
خاموش ہو جاتا ہے حتیٰ کہ امام خطبہ سے فارغ
ہو جائے پھر امام کیساتھ نماز پڑھتا ہے الخ۔

اس حدیث میں بہترین وضاحت ہے مگر ارشاد الحق صاحب حق کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے مذہب کی خلاف ہے انہوں نے بھٹی "ومبارکپوری" کی تقلید کرتے ہوئے حدیث کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے اپنے باطل مذہب کو سہارا دیا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) صحیح بخاری شریف میں حضرت سلمان فارسی سے مرفوعاً مروی ہے۔

کہ پھر نماز پڑھے جو اس کی قسمت میں لکھا ہوا ہے پھر خاموش ہو جائے جب امام کلام کرے یعنی خطبہ پڑھے مگر اس شخص کی مغفرت کر دی جائیگی اس جمعہ سے لے کر دوسری جمعہ تک۔

ثم یصلی ما کتب لہ ثم ینصت اذا تکلم الامام الا غفر الہ ما بینہ و ما بین الجمعۃ الاخری (بخاری شریف ص ۱۲۱ ج ۱)

اور بخاری شریف ص ۱۲۳ ج ۱ میں یہ الفاظ ہیں ثم اذا خرج الامام انصت غفر لہ ما بینہ و بین الجمعۃ الاخری۔ بخاری شریف کی حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ انصت کا تعلق خطبہ سے ہے لہذا اثری صاحب کی (پیش کردہ) روایات غلط ہیں سند کے لحاظ سے اور ان کے ترجمہ میں جناب اثری صاحب نے تحریف کا ارتکاب کیا ہے جو کہ ان کا آبائی پیشہ ہے۔

حواشی نمبر ۱۷: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ "ہم تو ثابت کر آئے ہیں کہا کہ امام معمرؒ جو بالاتفاق ثقہ اور زہریؒ کی روایت میں اثبت زوات میں شمار ہوتے ہیں خود امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس کے تفرد پر کلام کیا ہے (توضیح الکلام ص ۶۳ ج ۲) مولانا بوصف ہی لکھتے ہیں کہ "یہی ایک مقام نہیں اس کے علاوہ اور مقامات میں بھی امام معمرؒ سے خفاء ہوئی ہے جن میں چند ایک کی ہم نشاندہی کرتے ہیں مثلاً صحیح بخاری "باب الرجم بالمصلی" کے تحت امام بخاریؒ نے حضرت عازہؓ سلمیؓ کو حد لگانے کا ذکر کرتے ہوئے بواسطہ عبدالرزاق قال خبرنا معمر بن زہری ایک روایت ذکر کی ہے۔ جس کے آخری الفاظ یوں ہیں۔ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ

وسم خیر اوصلی علیہ" امام بخاریؒ یہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

یونسؒ اور ابن جریجؒ نے زہریؒ سے فصلی علیہ کے الفاظ نقل نہیں کئے امام بخاریؒ سے سوال کیا گیا کہ فصلی علیہ کے الفاظ صحیح ہیں تو انہوں نے فرمایا معمرؒ نے یہ بیان کئے ہیں انہیں کہا گیا کہ معمرؒ کے علاوہ بھی کسی نے انہیں روایت کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔

لم یقل یونس و ابن جریج عن الزہری فصلی علیہ سنن ابو عبد اللہ صلی علیہ یصح قال رواہ معمر فقیل لہ رواہ معمر قال لا (صحیح البخاری ص ۱۰۰۷ ج ۲)

اندازہ فرمائیے یہاں بھی امام بخاریؒ واشکاف الفاظ میں معمرؒ کے تفرد کی نشاندہی فرماتے ہیں حضرت ماعز اسلمیؒ پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں سر دست ہمیں اس سے بحث نہیں بلکہ بتلاتا یہ ہے کہ "صلی علیہ" کے الفاظ کو امام بخاریؒ نے معمرؒ کا تفرد قرار دیا ہے (توضیح ص ۱۲۳ ج ۱۲۳) الجواب مولانا اثری کا یہ کہنا کہ امام بخاریؒ نے معمرؒ کے تفرد پر کلام کیا ہے بالکل سفید جھوٹ ہے۔ اس طرح اثری کا یہ کہنا کہ اس مقام پر امام معمرؒ سے خطا ہوئی ہے۔ یہ بھی دروغ خالص ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ نے اس مقام پر معمرؒ کے تفرد کو قبول کیا ہے۔ جس کی وجہ سے امام بخاریؒ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

اور امام بخاریؒ پر اعتراض کیا گیا ہے ان کے اس یقین کرنے پر کہ اس زیادہ کے ساتھ معمرؒ مفرد ہے۔ حالانکہ تفریح محمود بن غیلان کا ہے اور محمود بن غیلان کی بہت سے حفاظ حدیث نے مخالفت کرتے ہوئے لم یصل علیہ کے الفاظ روایت کیے ہیں لیکن مجھ (ابن حجرؒ) کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ امام بخاریؒ کے ہاں محمود بن غیلان کی روایت فصلی علیہ قوی ہے شواہد کی بناء پر انا پھر حافظ ابن حجرؒ اسکے شواہد بیان کئے ہیں۔

وابو عبد اللہ هو البخاری وقد اعترض علیہ فی جزمہ بان معمرأ روئى هذه الزیادة مع ان السنن بدھا انما هو محمود بن غیلان عن عبد الرزاق وقد خالفه العدد الكثير من الحفاظ فصر حواہانہ لم یصل علیہ لکن ظہر لی ان البخاری قویت عنده رواية محمود بالشواہد الخ فتح الباری ص ۱۳۱ ج ۱۲)

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری (غیر مقلد) نے بھی تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۱ ج ۲ میں حافظ ابن حجرؒ سے یہ عبارت نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ علامہ یعنی لکھتے ہیں کہ

واعترض على البخارى فى جزمه
بان معمرأ روى هذه الزيادة واجيب
بان معمرأ من الثقات المامونين و
الفقهاء المتقين الورعين و من رجال
الكتب السنة و مثل هذا تقبل زياد
ته و انفراد بها (عمدة القارى شرح
البخارى ص ۲۹۱ ج ۲۳)

اور امام بخاریؒ پر اعتراض کیا گیا ہے ان کے اس
یقین کرنے پر کہ اس زیادۃ وصلی علیہ کو معمرؒ نے
روایت کیا ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ بے
شک معمرؒ ثقہ اور مامون راویوں میں سے ہے اور
نکما، متقی اور پرہیزگاروں میں سے ہے اور صحاح
ستہ کا راوی ہے اس جیسے راوی کی زیادت اور تفرد
قابل قبول ہے۔

قارئین کرام صلی علیہ کی زیادہ صحیح ہے یا خطاء ہے ہمیں سر دست اس سے بحث نہیں بلکہ
بتانا یہ ہے کہ یہ تفرد محمود بن غیلان کا ہے جو انہوں نے عبدالرزاق عن معمر کے طریق سے اس
زیادہ کو بیان کیا ہے۔ ورنہ معمرؒ سے لم۔ حصل روایت کیا گیا ہے۔ (۱) ترمذی ص ۲۶۳ ج ۱ میں
الحسن بن علی اللخالی ثنا عبدالرزاق ثنا معمر عن الزہری الخ کے طریق سے لم۔ حصل علیہ مروی ہے۔
وقال هذا حديث حسن صحيح (۲) امام بیہقیؒ بھی بطریق احمد بن منصور الرمادی ثنا عبدالرزاق انباء
معمر عن الزہری الخ کے طریق سے لم۔ حصل علیہ روایت کیا ہے امام بیہقیؒ کے نزدیک خطاء معمرؒ
کی نہیں بلکہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ ورواہ البخاری عن محمود بن غیلان عن عبدالرزاق وقال فصلی
علیہ وهو خطاء (سنن بیہقی ص ۳۸۰ ج ۸ حدیث نمبر ۱۶۹۵۵ کہ امام بخاریؒ نے محمود بن غیلان عن
عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔ فصلی علیہ اور وہ خطاء ہے۔ مزید تفصیل فتح الباری میں ملاحظہ
کریں۔ اثری صاحب معمر کی دشمنی میں (۱ تا) اندھا ہو گیا ہے۔ کہ ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے۔
جہاں بے چارے معمرؒ سے خطاء نہیں ہوئی وہاں بھی اثری صاحب معمرؒ کے سر خطاء تھوپ رہے
ہیں (لاحول ولا قوة الا باللہ)۔

مبارکپوری صاحب (غیر مقلد) لکھتے ہیں اور انہیں معمر نے حدیث ماعز میں لفظ وصلی علیہ زیادہ کیا ہے مگر اس زیادہ کے خطا ہونے کا ظن غالب ہے پھر آگے مبارکپوری صاحب علامہ زبلی کی عبارت پیش کرتے ہیں جس کا انہوں نے ترجمہ نہیں کیا ملاحظہ ہو۔

وفي موضع يغلب على الظن
خطاها كزيادة معمر في
حديث ماعز الصلوة عليه
رواها البخاري في صحيحه و
سنن هل رواها غير معمر فقال
لا وقد رواه اصحاب السنن
الاربعة من معمر وقال فيه ولم
يصل عليه فقد اختلف على
معمر في ذلك والراوى عن
معمر هو عبدالرزاق وقد
اختلف عليه ايضا والصواب
انه قال ولم يصل على انتهى
(تحقيق الكلام ص ۳۹ ج ۱)

اور کسی مقام پر زیادہ راوی کے خطا ہونیکا ظن غالب ہوتا ہے۔ جیسا کہ معمر کی زیادہ وصلی علیہ جس کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ معمر کے علاوہ بھی کسی راوی نے یہ زیادہ روایت کی ہے تو امام بخاری نے فرمایا نہیں جبکہ سنن اربعہ والوں نے معمر سے ولم يصلی علیہ روایت کیا ہے۔ معمر سے راوی عبدالرزاق ہے اور عبدالرزاق سے راوی مختلف روایت کرتے ہیں اور درست بات یہ ہے کہ معمر نے لم يصل علیہ روایت کیا ہے۔

تو مبارک پوری صاحب نے ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ حضرت زبلی کا فیصلہ ان کے خلاف پڑتا تھا۔ اس لئے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے عربی میں عبارت پیش کر دی تا کہ عوام کا لاناہم یہ سمجھیں یہ عربی مبارکپوری کے حق میں ہے۔ اس طرح کی دھوکہ بازی تحقیق الکلام میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ جبکہ تحفۃ الاحوذی میں مبارکپوری صاحب نے حافظ ابن حجر کی تحقیق کو قبول کیا ہے۔ یہ تفرّد معمر کا نہیں بلکہ محمود بن غیلان کا ہے اور محمود بن غیلان کا یہ تفرّد خطا

نہیں بلکہ شواہد کی بناء پر امام بخاریؒ کے ہاں قوی ہے۔ شواہد حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور مبارکپوری نے بحوالہ ابن حجر مکتبۃ الاحوذی ص ۳۲۱ ج ۲ میں ذکر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینا جائز نہیں۔

حجوت نمبر 18: فانتھی الناس کے جملہ کے بارہ میں مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "خلائکہ

ائمہ نقادین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ جملہ امام زہریؒ کا مدرج ہے (توضیح الکلام ص ۳۶۸ ج ۲)

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں محدثین سابقین بالاتفاق اسے زہریؒ کا قول کہتے ہیں اور عموماً علمائے احناف محض مسلکی حمیت میں اسے حضرت ابو ہریرہؓ کا قول قرار دیتے ہیں (توضیح ص ۳۷۳ ج ۲) الجواب امام مالکؒ نے اس حدیث کو متوسطاً مالک میں روایت کیا ہے اور زہریؒ کا مدرج نہیں کہا بلکہ اس حدیث کی بناء پر اپنے مذہب کا دار و مدار رکھتے ہوئے جبری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں۔ (۲) امام شافعیؒ نے بھی اس حدیث کو امام مالکؒ سے روایت کیا ہے اور زہریؒ کے متعلق اس جملہ کے مدرج ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ التلخیص الحمیر میں فرماتے ہیں اخرجه الشافعی عن مالک (بحوالہ امام الکلام ص ۱۶۵) (۳) امام محمدؒ نے بھی اس حدیث کو امام مالکؒ سے روایت کیا ہے اور فانتھی الناس کے جملہ کو امام زہریؒ کا مدرج نہیں کہا۔ مؤطا محمد ص ۹۰ تا ۹۳ (۴) امام احمدؒ نے امام مالکؒ والی حدیث جو ان کے مؤطا میں ہے۔ عبد الرحمن بن مہدی پر پڑھی تو انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ اس پر سکوت فرمایا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے حدثنا عبد اللہ حدثی ابی قال قرأت علی عبد الرحمن مالک عن ابن شحباب الخ (مسند احمد ص ۳۰۱ ج ۳۰۲ تا ۳۰۵) (۵)

امام نسائیؒ نے اس حدیث کو فانتھی الناس کے جملہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور زہریؒ کا مدرج قرار نہیں دیا۔ دیکھو (نسائی ص ۱۳۶ ج ۱ ترک القراء خلف الامام فیما جہریہ) (۶) امام ابن ماجہؒ نے فانتھی الناس کے جملہ کے بجائے قال فسکو ابعده فیما جہریہ الامام (ابن ماجہ ص ۶۱) کا جملہ روایت کیا ہے اور اس کو زہریؒ کا مدرج قرار نہیں دیا۔

(7) علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

وقوله فانتهى الناس وان كان
الزهرى قاله فقد رواه معمر عن
الزهرى قول ابى هريرة وائ تناف
بين الامرين بل كلدهما صواب
قاله ابو هريرة كما قال معمر وقاله
الزهرى كما قال هو لاء وقاله معمر
ايضاً كما قاله ابو داود (تهذيب
السنن لابن القيم ص ۳۹۲ ج ۱)

(8) مولانا کسنوی لکھتے ہیں۔

ان هذا الكلام سواء كان من كلام ابى
هريرة اور من كلام الزهرى او غيرهما
يدل قطعاً على ان الصحابة تركوا
القراءة خلف رسول الله صلى الله
عليه وسلم فيما يجر فيه وهذا كاف
للاستدابة (امام للکلام ص ۱۲۷ تا
ص ۱۲۸)

کہ جملہ فاتحی الناس (پس لوگ قراءہ کرنے
سے رک گئے) اگر زہری نے کہا ہے تو بے شک
معمرؒ نے زہری سے حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمان بھی
نقل کیا ہے اور ان دونوں میں کونسا تضاد ہے۔ بلکہ
دونوں قول صحیح ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے
جیسا کہ معمر کی روایت میں ہے اور زہری نے بھی
کہا ہے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں اور معمرؒ نے بھی کہا
ہے جیسا کہ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں۔

کہ بے شک یہ کلام برابر ہے کہ فاتحی الناس کا
جملہ حضرت ابو ہریرہؓ کی کلام سے ہو یا ان کے سوا
کسی کی کلام سے ہو یقینی طور پر دلالت کرتا ہے کہ
صحابہ کرامؓ نے جہز نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پیچھے قراءہ چھوڑ دی تھی اور سند کیلئے
اتحادی کافی ہے۔

بہر حال اثری صاحب کا یہ کہنا کہ فاتحی الناس کا جملہ زہریؒ کا مدرج ہے اور اس پر
محدثین کا اتفاق ہے۔ یہ اتفاق والی بات خالص جھوٹ ہے۔

(9) علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد نے ابن الخلق کی حدیث کو منسوخ اور حضرت ابو ہریرہؓ
کی حدیث جس میں فاتحی الناس آتا ہے۔ اس کو تائید بنایا ہے اور عنوان "فتح القراءۃ وراء
الامام فی التھریت" کے تحت ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے صفحہ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ص ۷۹ تا ص ۸۰ اور پھر صفحہ صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ص ۸۰ کے حاشیہ میں فاتحی الناس
والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں مالک والحمیدی والبخاری فی جزئہ و ابو داؤد

المعاملی (1/139/6) وحسنہ الترمذی وصحہ ابو حاتم

الرازی وابن حبان وابن القیم (یعنی اس حدیث کو امام مالک امام حیدری، امام

بخاری نے اپنے جزء القراءة میں اور امام ابو داؤد اور محدث محلی نے ص ۱۳۹ ج ۶) (ق ۱)

میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور امام ابو حاتم الرازی اور امام ابن حبان

اور حافظ ابن قیم نے صحیح قرار دیا ہے اور ملا علی قاری وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ چنانچہ تحقیق

الکلام ص ۴۲ ج ۱ میں ہے کہ بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ عبادہ کی یہ (ابن اہلق) کی حدیث

منسوخ ہے اور اسکی ناخ ابو ہریرہ کا وہ حدیث ہے جس کو ابن اکیمہ لیشی نے روایت کیا ہے

کیونکہ عبادہ کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث بعد اسلام ابو ہریرہ

کے اور ابو ہریرہ عام خیر میں حاضر ہوئے۔ اٹھ چنانچہ ملا علی قاری مرقاة میں لکھتے ہیں ولعل هذا

(ای حدیث ابی ہریرہ من طریق ابن اکیمہ) هو النسخ لما تقدم لان ابی ہریرہ متأخر الاسلام

اتھنی (تحقیق الکلام ص ۴۸ ج ۱) پھر مبارکپوری صاحب نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ مگر راقم

الحروف کے نزدیک جب ابن اہلق کی حدیث صحیح ہی نہیں تو پھر اس کو منسوخ کرنے کی کیا

ضرورت ہے ابن اہلق اور اس کی حدیث پر بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین فی

الحدیث امام بخاری ابن اہلق کی حدیث کو غیر ثابت اور منقطع قرار دے چکے ہیں، مکررہ۔

حجوت نمبر 19: مولانا ارشاد الحق صاحب نویں حدیث کے عنوان کے تحت لکھتے

ہیں عن عبادہ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی حضرت عبادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں جس

نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

عن عبادہ بن الصامت قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ

بناتعة الكتاب خلف الامام

(کتاب القراءة ص ۴۷)

امام بھٹیؒ اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

یہ سند صحیح ہے اور اس میں جو زیادتی (خلف الامام بنی) ہے وہ اسی زیادتی کی طرح ہے۔ جو کھول وغیرہ کی روایت میں ہے (جس میں صحیح کی نماز کا قصہ ہے اور معتدی کو پڑھنے کا حکم ہے) پس یہ حضرت عباد بن صامت سے کئی طرق سے مشہور ہے اور صحیح ہے۔

هذا اسناد صحيح والزيادة التي فيه كالزيادة التي في حديث مكحول وغيره فيهي عن عبادة بن الصامت صحيحة مشهورة من اوجه كثيرة (كتاب القراءة ص ۴۷)

علامہ علیؒ متقی خنی اسی روایت کے متعلق نقل فرماتے ہیں۔

اس کی سند صحیح ہے اور اس میں جو زیادتی ہے وہ کئی طرق سے صحیح اور مشہور ہے۔

اسناده صحيح والزيادة التي فيه صحيحة مشهورة من اوجه كثيرة (كتر العمال ص ۱۱۲ ج ۸ رقم ۲۲۱۳۰ توضيح الكلام ص ۳۸۶ ج ۱)

پھر اثری صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں ان دونوں جلیل القدر محدثین کی رائے اسناد صحیح کے بعد محض غن و تحقیق سے اس کے راویوں پر تبصرہ فضول ہے۔ (توضیح ص ۳۸۶ ج ۱) لیکن یہاں تو دو محدث اس کی سند کو صحیح فرماتے ہیں لہذا ابلا دلیل کسی پر جرح فضول ہے (حاشیہ توضیح ص ۳۸۷ ج ۱) الجواب: علامہ علیؒ متقیؒ محض ناقل ہیں ان کی رائے یہ قرار دینا کہ وہ اس حدیث کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ خالص جھوٹ ہے۔ علامہ متقیؒ نے کنز العمال میں ہر قسم کی طبع و یا برسر روایات کو جمع کیا ہے۔ اس میں موضوع (من گھڑت) ضعاف و صحاح سب جمع ہیں تو یہاں انہوں نے امام بھٹیؒ کی تمام عبارت کو نقل کیا ہے۔ کچھ عبارت چھوڑ دیتے تو اثری صاحب یہ اعتراض کرتے کہ خنی محدث نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور کچھ عبارت چھوڑ دی ہے۔ وہ اس میں محض ناقل ہیں وہ کنز العمال میں جمع شدہ روایات پر خود جرح یا تصحیح نہیں کرتے۔ ہاں کسی محدث کا اس روایت کے بارے میں قول منقول ہو تو اس کو نقل کرتے ہیں۔ اس لئے مولانا اثری کے بزرگ مولانا مبارک پوریؒ نے امام بھٹیؒ کی اس حدیث کا حوالہ کنز العمال سے پیش کیا ہے۔

مگر یہ کہنے کی جرات نہیں کی کہ علی متقیؑ بھی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں دیکھیے (تحقیق الکلام ج ۹۸ ص ۱۲۰)۔ مولانا مبارکپوری اور مولانا اثری کا یہ حق بنتا تھا کہ وہ اس روایت کے راویوں کی توثیق کرتے اور ان کو عادل و صادق ثابت کرتے۔ (مگر وہ نہیں کر سکے یہ) ان کی طاقت سے باہر تھا۔ مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں امام بیہقیؒ اگرچہ ایک مشہور محدث ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہو سکتا (تحقیق الکلام ص ۳۶ ج ۲) مگر یہاں ان کا اس روایت کی تصحیح کرنا آپ کے حق میں تھا۔ فلہذا اب ان کی تصحیح معتبر ہو گئی ہے۔ حالانکہ یہ تصحیح ان کی بلا دلیل ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

که اصل مذہب ہمارا یہ ہے کہ ہم مجہول راویوں کی خبر کو قبول نہ کریں۔ حتیٰ کہ محدثین کرام کی شرائط کے تحت پہنچانے جا میں جنگی وجہ سے ان کی حدیث کو قبول کرنا ضروری ہو جائے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس بات کا مکلف نہیں بنایا کہ وہ مجہول راویوں سے اپنا دین حاصل کرے۔

واصل مذہبنا ان لا نقبل خبر المجہولین حتیٰ یوفوا بالشرائط التي توجب قبول خبرهم قال الشافعیؒ لم یکلف اللہ احدا ان یاخذ دینہ عن من لا یعرفہ الخ کتاب القراءۃ ص ۲۹ تحت نمبر ۳۱۴

(۲) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

کہ اور ہم جب مجہول راویوں کی روایت قبول نہیں کرتے تو مجرد راویوں کی روایت کیسے قبول کریں گے۔ ہم صرف ان راویوں کی روایت قبول کرتے ہیں جن کی عدالت ثابت ہو اور سچائی کے ساتھ مشہور ہوں۔

واذا کننا لا نقبل روايته المجہولین فکیف نقبل رواية المجروحین لا نقبل من الحدیث الا رواه من ثبتت عدالته و عرف بالصدق رواه (کتاب القراءۃ ص ۱۳۲ تحت نمبر ۳۱۸)

پس حدیث ان راویوں سے کیسے قبول کیا جیٹگی جن کی عدالت ثابت نہیں بلکہ منکر روایت کرنے کیساتھ مشہور ہیں۔

فکیف یقبل من قوم لم یثبت عدالتهم بل اشتهروا بمرایة المناکیر الخ (کتاب القراءۃ ص ۱۳۸ تحت نمبر ۳۲۸)

ہم مجہول راویوں کی روایت قبول نہیں کرتے

ولسانقبل رواية المجهولين
(کتاب القراءة ص ۱۷۳ تحت
نمبر ۳۰۹)

امام بھٹّی کی ان عبادات و دعاوی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجہول اور ضعیف راویوں کی حدیث قبول نہیں کرتے اب ذرا ہم ان دعاوی کا جائزہ لیتے ہیں کہ انکی یہ بات کس حد تک درست ہے۔

(۱) امام بھٹّی اپنی سند سے ایک روایت پیش کرتے ہیں۔

کہ جعفر بن الزبیر نے قاسم عن ابی المہدی سے روایت کی ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر نماز میں قراءۃ ہے فرمایا ہاں یہ واجب ہے اور یہ روایت ابو امامہ ثنی حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع روایت کا شاہد ہے۔

عن جعفر بن الزبير عن القاسم
عن ابي امامة قال قائل يا رسول
الله افى كل صلوة قراءة قال نعم
ذلك واجب وهذا شاهد رواية
ابي امامة فى رفع حديث ابي
هريرة (کتاب القراءة ص ۱۰
نمبر ۱۳)

اب قارئین کرام ملاحظہ فرمادیں کہ امام بھٹّی نے کیسی عجیب سند سے یہ روایت پیش کی ہے جعفر بن الزبیر اس راوی کے بارے میں امام شعبہ فرماتے ہیں اکذب الناس (لوگوں میں سے زیادہ جھوٹا) نیز فرماتے ہیں۔

اس راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چار سو سن گھڑت جھوٹی روایتیں منسوب کی ہیں اور اس راوی جعفر نے قاسم عن ابی امامہ سے ایک جھوٹا نسخہ (یعنی کتاب) روایت کیا ہے۔

وضع على رسول الله صلى الله
عليه وسلم اربعمائة حديث كذب
(تهذيب للتهذيب ص ۹۱ ج ۲) و
ميزان الاعتدال ص ۴۰۶ ج
۱ (روای جعفر عن القاسم عن ابي
امامة نسخة موضوعة (تهذيب
ص ۹۲ ج ۲)

یہ روایت جو حضرت یحقی صاحب نے پیش کی ہے اسی نسخہ سے ہے چنانچہ علامہ ذہبی

نبی روایت ذکر کرتے ہیں۔ وبہ یا رسول اللہ افی کل صلوة قراءۃ قال نعم ذالک واجب (میزان ص ۴۰۶ ج ۱) ہم نے باقی سند کے راویوں پر جرح و کرہ نہیں کی اتنی کافی ہے۔ علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں و اقوال جعفر حد اوضاع (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۲ ج ۲) میں البانی کہتا ہوں۔ کہ یہ جعفر بہت جھوٹی روایتیں گھڑنے والا ہے۔ اب قارئین کرام یہ سوچیں گے کہ امام یحقی اتنا مشہور محدث و سبع المطالع اس کی نظر سے جعفر بن الزبیر کا معاملہ کیسے مخفی رہا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ حضرت یحقی نے جان بوجھ کر یہ جھوٹی روایت اپنے مذہب کو سہارا دینے کیلئے ذکر کی ہے۔ ورنہ جعفر بن الزبیر کے حالات سے وہ اچھی طرح واقف ہیں۔ چنانچہ امام یحقی ایک مقام پر اس جعفر پر یوں جرح کرتے ہیں۔ وقال البیہقی ضعیف جدا (سنن یحقی ص ۴۰۹ ج ۲ طبع بیروت) اور یحقی نے کہا کہ یہ جعفر سخت ضعیف ہے (من کذب علی محمد افلتہ امقعدہ من النار) یہ متواتر حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ مذہبی تعصب سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

(2) امام یحقی اپنی سند سے:

حضرت امام یحقی اپنی سند سے سلیم بن سلمہ الحمصی، المول بن عمر، یوسف ابو عنبہ خادم حضرت ابو امامہؓ کہ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قراءۃ نہ کی اس کی نماز ناقص ہے۔

يعقوب بن سفيان حدثني سليمان بن سلمة الحمصي نا المثل بن عمر ابو قعناب القيني نا يوسف ابو عنبسة خادم ابى امامة قال سمعت ابا امامة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يقرأ خلف الامام فصلوته خداج (كتاب القراءۃ ص ۲۳ تا ص ۲۴ نمبر ۱۳۵)

قارئین کرام اب اس سند کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) سلیم بن سلمہ الحمصی

علامہ ڈھمیؒ لکھتے ہیں۔

سليمن بن سلمة الغبائري
ابو ايوب الحمصي (الي) وسمع
منه ابو حاتم وما حدث عنه وقال
متروك لا يشتغل به وقال ابن
الجبنيذ كان يكذب ولا احدث عنه
بعد هذا وقال النسائي ليس بشي
هـ (ميزان ص ۲۰۹ ج ۲ قاص ۲۱۰)

کہ اس راوی سے امام ابو حاتم نے بھی سنا ہے
لیکن اس سے حدیث بیان نہیں کی اور فرمایا کہ یہ
متروک الحدیث ہے اس کے پاس وقت ضائع نہ
کیا جائے اور محدث ابن الجبزیہ فرماتے ہیں کہ یہ
راوی جھوٹ بولتا تھا اور میں اس سے روایت نہیں
کرتا اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں یہ راوی نہیں
بشیء ہے۔

علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

سليمن بن سلمة الغبائري وهو
متروك قلت وذلك لانه متهم
قال ابن الجبنيذ كان يكذب وساق
له الذهبي حديثا وقال هذا
موضوع (سلسلة الاحاديث
الضعيفة والموضوعة ص ۵۵ ج ۲)

کہ علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں سلیمان بن سلمہ الغبائریؒ
متروک ہے میں البانیؒ کہتا ہوں کیونکہ یہ متهم ہے
محدث ابن الجبزیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی جھوٹ
بولتا تھا اور علامہ ڈھمیؒ نے اس راوی کی حدیث
بیان کر کے کہا کہ یہ موضوع ہے۔

مولانا رشاد الحق صاحب لکھتے ہیں سلیمان بن سلمہ الغبائریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں
اور اسے امام ابو حاتم نے متروک کہا ہے اور ابن الجبزیہؒ فرماتے تھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے امام نسائیؒ
سے یس بشی کہتے ہیں (میزان ص ۲۰۹ ج ۲) او مولف احسن الکلام نے اعتراف کیا ہے کہ
متروک اور کان یکذب کے الفاظ جس راوی کے بارہ میں ہوں اس کی روایت استشہاد کے بھی
قابل نہیں (احسن ص ۱۲۶ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۶۶۲ ج ۲ تا ص ۶۶۳) لیکن افسوس کہ حضرت
بیہقی نے اس کو شواہد میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس روایت کی سند میں اور بھی خرابی ہے۔ مؤمل
بن عمر اور یوسف ابو عنہہ دونوں مجہول ہیں چنانچہ مولانا حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں "اس
روایت کی سند کے دو راویوں نمبر ۱ مؤمل بن عمر ابو قعب العقی اور نمبر ۲ یوسف ابو عنہہ خادم

نبی امامہ کے حالات مجھے معلوم نہیں ہیں (مسئلہ فاتحہ خلیفہ الامام ص ۵۱ طبع اول جنوری ۱۹۹۷ء)
 قرین کرام اندازہ کریں کہ حضرت بھٹی جھوٹے اور مجہول راویوں سے اپنا دین حاصل کر رہے
 ہیں دعویٰ کیا کیا تھا اور دعویٰ مگر عمل اس کے الٹ ہو رہا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔
 یہ تو ابھی ابتداء عشق ہے روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

(۳) حضرت بھٹی فرماتے ہیں۔

اور راوی ابن اکیمہ جس کو عمار اور عمارۃ کہا جاتا
 ہے وہ مجہول شخص ہے اس سے زہری کے سوا
 کسی نے روایت نہیں کی۔ ہمیں خبر دی ابو سعید
 یحییٰ بن محمد الاسفرائینی نے کہ انہوں نے کہا ہمیں
 ابو الجرح محمد بن الحسن بن کوثر نے خبر دی انہوں نے
 کہا کہ ہمیں بشیر بن موسیٰ نے خبر دی انہوں نے
 کہا کہ امام حمید بن ابی اکیمہ کی حدیث کے
 متعلق کہا اس حدیث کو مجہول شخص نے روایت کیا
 اسکے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

وابن اکیمہ یقال لہ عمار و یقال
 عمارۃ و هو رجل مجہول لم
 یرو عنه غیر الزہری۔ اخیر نا ابو
 سعید یحییٰ بن محمد بن یحییٰ
 الحاکم الاسفرائینی اخیر نا ابو بحر
 محمد بن الحسن بن کوثر نا بشر
 بن موسیٰ قال قال الحمیدی فی
 حدیث ابن اکیمہ ہذا حدیث رواہ
 رجل مجہول لم یرو عنه غیرہ قط
 (کتاب القراءۃ ص ۱۲۱ نمبر ۳۰۲)

حضرت امام بھٹی نے اپنے مذہب کی حمایت میں دو جرم اکارتکاب کیا ہے۔ (۱) ابن
 اکیمہ ثقہ تھا اور اس کی حدیث صحیح تھی۔ تو امام بھٹی نے ابن اکیمہ کو مجہول کہہ دیا۔ (۲) امام
 حمید بن ابی اکیمہ کا مجہول ہونا نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس کی سند میں ابو الجرح محمد بن کوثر
 ہے جو کہ کذاب ہے دیکھئے میزان الاعتدال ص ۵۱۹ ج ۳ و تاریخ بغداد ص ۲۰۹ ج ۲ و لسان
 میزان (جبکہ امام حمید بن ابی اکیمہ کی حدیث روایت کی ہے اور جرح نہیں کی۔

ابن اکیمہ کی ثقافت کے دلائل

امام ابو حاتم فرماتے ہیں صالح الحدیث مقبول ابن سعد فرماتے ہیں کہ ابن اکیمہ کی
 وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی ہے کل عمر ۷۹ سال تھی۔ محدث ابن حبان نے ثقافت میں ذکر کیا ہے۔
 محدث ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ بعض راوی مشہور نہیں ہوتے مگر ثقہ اماموں نے ان سے

روایت کیا ہوتا ہے۔ اس لئے ان راویوں پر جرح نہیں کی جاتی اور ان کی روایت کو برداشت کیا جاتا ہے ان میں سے ابن اکیمہ بھی ہے امام بخاری بن معین فرماتے ہیں۔ کہ تجھے زہری کا یہ قول کافی ہے کہ ابن اکیمہ حضرت سعید بن مسیب کو حدیثیں سنارہے تھے۔ اس ابن اکیمہ سے زہری کے علاوہ محمد بن عمرو بھی روایت کی ہے اور زہری نے اس سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک قراءۃ خلف الامام میں جو مشہور حدیث ہے دوسری غزوات میں اور امام بخاری بن سعید القطان فرماتے ہیں عمارۃ بن اکیمہ ثقہ اور یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں من مشاہیر التابعین بالمدینۃ محدث ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیب جیسے جلیل القدر شخص کا اس کی حدیثیں سننا اور توجہ کرنا یہ دلالت کرتا ہے کہ ابن اکیمہ ان تابعین کرام کے ہاں جلیل القدر تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۱۰ ج ۷ تا ص ۳۱۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ثقہ من الثالثة (تقریب) علامہ احمد محمد شا کر (غیر مقلد) ابن اکیمہ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں وہو حدیث صحیح (تعلیقات ترمذی ص ۱۱۹ ج ۲) نیز فرماتے ہیں۔

فمن زعم جهالة، قوله مردود و
مالک الحجة فی رجال المدينة و
احادیثہم لتعلیقات ترمذی ص ۱۲۰
ج ۲
ہاں جس شخص نے ابن اکیمہ کی جہالت کا گمان کیا اس کا قول مردود ہے امام مالک مدینہ منورہ کے راویوں اور ان کی حدیثیں بیان کرنے میں ہمارے لئے حجت ہیں۔

مولانا مبارکپوری غیر مقلد ابن اکیمہ کی حدیث جزء القراءۃ سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس روایت کی سند بہت صحیح ہے (تحقیق الکلام ص ۱۱۸ ج ۲) نیز فرماتے ہیں ابن اکیمہ البیہقی ثقہ (ابکار السنن ص ۲۳) نیز فرماتے ہیں ثقہ من اوسط التابعین (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۳ ج ۱) مولانا عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں:

قال ابو حاتم صحيح الحديث وفي
التقريب وشرح الزرقاني على المطا
ئفة (عون المعبود ص ۳۰۶ ج ۱)
یعنی ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ابن اکیمہ صحیح حدیث والا ہے اور تقریب ابن حجر میں اور شرح مؤلف زرقانی میں ہے کہ ابن اکیمہ ثقہ ہے۔

اور علامہ البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں حسنہ، الترمذی صحیح، ابو حاتم الرازی وابن حبان وابن القیم (حاشیہ صفۃ صلوٰۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ص ۸۰ کہ ابن القیم کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن اور ابو حاتم اور ابن حبان اور ابن قیم نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے محدث ابن خزیمہ سے بھی نقل کیا ہے۔ ابن القیم ردّ مجہول (کتاب القراءة ص ۱۲۱) مگر یہ نسبت ابن خزیمہ کی طرف بھی غلط نظر آتی ہے بلکہ محدث ابن خزیمہ نے ابن القیم کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ برادر محترم مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب لکھتے ہیں وضیح ابن خزیمہ (حسن الاثر ص ۶۶) خاتمۃ الکلام ص ۲۷۸) بہر حال امام بیہقی کا ابن القیم کو مجہول کہنا مردود ہے۔ تعجب ہے کہ جب ان کے خلاف کسی روایت میں کوئی ثقہ راوی ہو تو وہ مجہول بن جاتا ہے اور جب ان کے موافق روایت میں مجہول راوی ہو تو اس کی سند صحیح ہو جاتی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) (۴) ابو الصلت اللہ وی رافضی خبیث کذاب کے طریق سے صحابہ کرام کا نبی کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سکتا میں قراءۃ کرنے کا ذکر ہے۔ جہوت نمبر ۳ کے تحت ہم اس کی سند پر بحث کر چکے ہیں (۵) امام بیہقی ابن اسحق دجال کی متابعت میں ایک روایت پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن عبد اللہ ابو علی، محمد بن یوسف، حمید اللہ، سعید بن کثیر، ابراہیم بن ابی بکر، یزید بن یزید، عن کحول عن نافع عن عبادۃ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص امام کیساتھ قراءۃ نہ کرے سوا فاتحہ کے امام بیہقی فرماتے ہیں ہمیں ابو عبد اللہ امام حاتم نے کہا کہ ابو علی الحافظ نے کہا یہ حدیث کحول نے محمود بن الربیع اور ان کے بیٹے نافع بن محمود سے سنی ہے اور ان دونوں نے حضرت عبادۃ سے سنا ہے۔

اخبرناہ محمد بن عبد اللہ الحافظ انا ابو علی الحسين بن علي ثنا احمد بن يوسف الدمشقي نا عبید اللہ بن سعید بن کثیر بن عفیر حدثني ابي حدثني مبراهيم بن ابي يعى عن يزید بن یزید بن جابر عن مکحول عن نافع بن محمود (عن عبادۃ بن الصامت انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يقرآن احدكم مع الامام الا بام القرآن قال لنا ابو عبد الله قال ابو علي الحافظ مكحول سمع هذا الحديث من محمود بن الربيع وابنه نافع بن محمود بن الربيع ونافع بن محمود، وابوه محمود بن الربيع سمعاه من عبادۃ بن الصامت (کتاب القراءة ص ۲۴ تا ص ۲۴ طبع دہلی)

قارئین کرام یہ تو ترجمہ ہے۔ اب سند پر یہ بحث شروع ہوتی ہے اس سند میں ایک راوی ابراہیم بن ابی یحییٰ واقع ہے۔ اس کا نام ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ واسطہ سمعان الاسلمی مولاهم ابو اخطی المدنی ہے۔ اس کا بڑا المباچوڑا ترجمہ ہے۔ مختصر اہم بیان کرتے ہیں۔ امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے اس راوی کے بارے میں پوچھا کان مٹھ قال لا ولا مٹھ فی دینہ (کیا یہ حدیث میں ٹھہرتا تھا تو انہوں نے فرمایا نہیں اور یہ تو دین میں بھی ٹھہ نہیں تھا) امام احمدؒ فرماتے ہیں یہ راوی قدری ہے معتزلی ہے۔ تھمی ہے ہر قسم کی بلاء اس میں موجود ہے۔ بشر بن المفضل فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ کے فقہاء سے اس کے بارے میں پوچھا تو سب نے کہا یہ کذاب ہے۔ امام یحییٰ القطان فرماتے ہیں کذاب امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کذاب فی کل ماروی (یعنی ہر روایت میں کذاب ہے) اور امام ابن معینؒ فرماتے ہیں میں نے امام یحییٰ القطان سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) کذاب ہے (۲) قدری ہے۔ (۳) رافضی ہے۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی کذاب ہے۔ اور تقدیر کا انکار کرتا تھا۔ محدث ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قدری و تھمی تھا اور حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ سفین بن عیینہؒ فرماتے تھے کہ اس سے ڈرو اس کی مجلس میں نہ بیٹھو امام عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قدری معتزلی رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ اسمعیل بن عیسیٰ العباسیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن ابی یحییٰ نے کہا کہ تیرا خادم ابو بکرؒ و عمرؒ سے اچھا ہے۔ امام بزارؒ فرماتے ہیں کان ضعیف الحدیث (یہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا) اور امام شافعیؒ کا استاذ ہے (تہذیب ص ۱۵۸ ج ۱ ص ۱۶۱) علامہ البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں۔

کہ ابراہیم بن محمد اسلمی کو امام مالکؒ اور امام یحییٰ القطانؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ نے کذاب قرار دیا ہے اور جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے تو اس جیسے راوی سے استہداد بھی جائز نہیں ہے۔

ابراہیم بن محمد ابن ابی یحییٰ
الاسلمی وقد کذبہ مالک و القطان
و ابن معین و ضعفہ الجمهور فمثله
لا یتستہد بہ (سلسلۃ الاحادیث
الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۳۹۸ ج ۱)

(۲) نیز اس روایت کی سند میں ایک راوی عبید اللہ بن سعید بھی مجروح ہے۔ دیکھئے (میزان ترجمہ سعید بن کثیر ص ۱۵۵ ج ۲) تہذیب التہذیب ص ۷۵ ج ۴ و میزان ص ۹ ج ۳ و لسان ص ۱۶۷ ج ۲، ص ۱۰۴ ج ۴) (۳) اس کی روایت کی سند میں احمد بن عمیر الدمشقی بھی متکلم فیہ ہے۔ اس جھوٹی روایت بیان کرنے کے بعد ابوعلی الحسین بن علی الحافظ کا یہ دعویٰ کرنا کہ مکحول نے محمود بن الربیع اور نافع بن محمود دونوں سے سنا ہے۔ یہ جھوٹا دعویٰ اس جھوٹی روایت کے ساتھ مناسب تھا۔ ماشاء اللہ امام بیہقی، امام حاکم، ابوعلی الحافظ ان سب حضرات کو مبارک ہو کہ وہ جھوٹی روایتیں اور جھوٹے دعویٰ کرتے ہیں اگر ایسا کارنامہ فقہاء سے سرزد ہوتا تو پتہ نہیں اگلے خلاف کیا طوفان بدتمیزی برپا کیا جاتا (نسوز باللہ من شرور انفسنا۔

(۶) امام بیہقی فرماتے ہیں:

کہ ہمیں ابو عبد اللہ، ابوعلی، ابو حنیفہ، ابو معمر، عبد الوارث، ایوب نے ابو العالیہ سے روایت بیان کی کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر نماز جس میں تیرا امام قرا، تو کرے پس تو بھی اس کو پڑھ چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اور کتاب اللہ قلیل نہیں ہے۔

وانبأنی ابو عبد اللہ اجازۃ ان ابا علی الحافظ اخبرہم انبأ ابو خلیفۃ ابن ابی معمر ثنا عبد الوارث ثنا ایوب عن ابی العالیۃ قال سالت ابن عباس قال کل صلوة قرأ فیہا ما مک فاقرا منه ما قل او کثر و لیس کتاب اللہ قلیلاً (کتاب القراءة ص ۱۷۴ نمبر ۴۱۳)

قارئین کرام اس روایت میں بہت زبردست تحریف کی گئی ہے۔ قرآن کا ایک ہی

الفاظ محرف شدہ ہیں بلکہ اصل الفاظ یوں ہیں۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا یا ان سے سوال کیا گیا کہ تکبیر و عمر کی نماز میں قرا، تو ہے پس انہوں نے فرمایا وہ قرآن تیرا امام ہے اس قرآن سے بڑھ تھوڑا اور زیادہ اور قرآن میں سے کوئی شے قلیل نہیں۔

عن ابی العالیۃ البراء قال سالت ابن عباس اوسئل عن القراءة فی الظہر و العصر فقال هو ا ما مک فاقرا منه ما قل و ما کثر و لیس من القرآن شئی قلیل (طحاوی ص ۱۵۱ ج ۱ باب القراءة فی الظہر و العصر)

اور ابن ابی شیبہ ص ۳۱۷ ج ۱ میں یوں ہے۔

فقال هو امامك فان شئت فاقل منه وان شئت فاكثر۔

پس ابن عباسؓ نے فرمایا وہ قرآن تیرا امام ہے
پس اگر تو چاہے تو اس سے تھوڑا پڑھ اور اگر تو
چاہے تو زیادہ پڑھ۔

تو حوکی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد نے حوکی ضمیر کا مرجع
بھی قرآن لکھا ہے ان کے الفاظ ہیں۔ (حوای القرآن) تحقیق الکلام ص ۱۰۷ ج ۱) اب قرآن
مجید اپنی قراءۃ خود تو نہیں کرتا تو کتاب القراءۃ میں یوں تحریف کی گئی قرأ فیھا امامک (جس میں
تیرا امام قراءۃ کرے) یعنی نماز پڑھانے والا امام بنا کر قراءۃ خلف الامام ثابت کی جا رہی ہے
(لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اب اس تحریف کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے۔ میرے خیال میں اصل
ذمہ دار تو مصنف ہوتا ہے۔ دوسرے راویوں میں سے بعض پر بھی ڈالی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہم
اس کو قارئین کرام کے ذوق پر چھوڑتے ہیں۔

(۷) حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

کہ ابو عبد اللہ امام بخاریؒ کی کتاب (جزء القراءۃ
) میں سے میں (بیہقی) نے پڑھا کہ مکول و حرام
ورجاء محمود بن الربیع سے عبارت زائد ذکر کی ہے
در اصل یہ تابع ہے۔ زہریؒ کی روایت کے جس
میں زہریؒ نے حدیثی (میں سماع) سے محمودؒ سے
روایت کی اور محمودؒ نے بھی حضرت عبادہؒ سے
روایت کی کہ اخیرہ (میں سماع) سے ذکر کیا کہ
حضرت عبادہؒ نے محمودؒ کو خبر دی۔

قال ابو عبد اللہ محمد بن
اسمعیل البخاریؒ فیما قرأت من
کتابہ والذی زاد مکحول و حرام
بن حکیم و رجاء بن حیوۃ عن ابن
الربیع عن عبادۃ فہو تتبع لما روی
الزہریؒ قال حدثنی محمود بن
الربیع ان عبادۃ اخبرہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قوله
لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة
الکتاب وقد مضی ذکرہ (کتاب
القراءۃ ص ۵۶ نمبر ۱۱۹)

قارئین کرام اس عبارت میں حضرت امام بیہقیؒ نے زبردست خیانت کا ارتکاب کیا۔

ہے آگے عبارت کاٹ دی ہے جو بنیادی و اصولی عبارت تھی چنانچہ آپ اصل عبارت ملاحظہ کریں۔

یعنی امام بخاریؒ نے فرمایا کہ کھول و حزام بن معاویہ اور رجاء بن حیوہ نے محمود بن الربیع عن عبادۃ کے طریق سے عبارت میں جو اضافہ کیا ہے دراصل وہ زہریؒ کی روایت کے تابع ہے کیونکہ زہریؒ نے حدیث محمود (صیغہ سماع) ان عبادۃ اخیرہ (صیغہ سماع) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی اور ان (کھول حرام و رجاء) نے محمود بن ربیع سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔

قال البخاری والنذی زانمکحول و حزام بن معاویہ و رجاء بن حیوہ عن محمود بن الربیع عن عبادۃ فہو تبع لماروی الزہری لان الزہری قال حدثنا محمود ان عبادۃ اخبرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو لاء لم یدکرو انھم سمعوا من محمود (جزء القراءة ص ۴۰ نمبر ۹۸)

قارئین کرام اندازہ کریں جو (عبارت) دراصل ذکر کرنی تھی وہ حضرت بھٹی نے چھوڑ دی کیونکہ یہ ان کے باطل نظریہ پر زور پڑتی تھی بھٹی حاکم ابویعلیٰ کا یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ کھول نے محمود بن الربیع سے سنا ہے جبکہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کھول حرام و رجاء ان تینوں نے محمود سے سماع ذکر نہیں کیا جبکہ امام زہریؒ صیغہ سماع سے روایت کرتے ہیں (تو زہریؒ کی روایت صحیح اور ان کی روایت مردود ہے) اس لئے حضرت بھٹی نے اس عبارت کو کاٹ دیا تا کہ ان کے جھوٹے دعوے کی قطعی نہ کھل جائے امام بخاریؒ امام ترمذیؒ وغیرہما جو زہریؒ و کھول کی روایت کو ایک بنا رہے ہیں وہ اس لئے کہ محمود کے شاگرد زہریؒ مضبوط ہیں۔ یا کھول۔ ظاہر ہے کہ زہریؒ مضبوط ہیں پھر زہریؒ حدیثا سے حدیث بیان کرتے ہیں جبکہ کھول مدلس عن سے روایت بیان کرتے ہیں اس لئے زہریؒ کی روایت صحیح ہے اور کھول کی معلل ہے یعنی شاذ و منقطع ہے مگر پاک و ہند کے غیر مقلد اس بات کو نہ سمجھ سکے البتہ علامہ احمد محمد شاہ غیر مقلد نے اس بات کو سمجھا اور یہ بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ ابن الخلق عن کھول کی روایت بیان کر کے فرماتے ہیں۔

قال ابو عيسى حديث عبادۃ
حديث حسن و روى هذا الحديث
الزهرى عن محمود بن الربيع عن
عبادۃ بن الصامت عن النبى
صلى الله عليه وسلم قال لا
صلو قلمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب
قال وهذا اصح (سنن الترمذى مع
التعليقات للعلامة احمد محمد
شاكر ص ۱۱۷ ج ۲)

امام ابو عيسى ترمذی کہتا ہے عبادۃ کی حدیث
(بطریق ابن الحنفی) حسن ہے اور اسی روایت کو
زهری نے محمود بن الربیع عن عبادۃ عن النبى
اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ جس میں لا صلوة لمن
لم یقرأ بفاتحة الكتاب کے الفاظ ہیں فقط اور یہ
زهری کی روایت بہت صحیح ہے۔

علامہ احمد محمد شاكر نے و هذا اصح پر تعلق میں ذکر کرتے ہیں۔

يشير الترمذى الى ان الحديث
الذى مضى برقم (۲۴۷) و كانه
بذلك يزعم انهما حديث واحد و
ان الزهرى و مكحولاً اختلاف على
محمود بن الربيع و ليس كما زعم
بل هما حديثان متغايران لا يعلل
احدهما بالآخر (تعليقات شاكر
عل الترمذى ص ۱۱۷ ج ۲)

کہ امام ترمذی اس حدیث اصح سے اشارہ ہے کہ
زهری و مکحول کی روایت ایک ہی ہے اور محمود بن
الربیع کے دو شاگرد زهری و مکحول کا اختلاف ہے
ترمذی کا گمان صحیح نہیں بلکہ یہ دو حدیثیں متغایر
ہیں ایک کی وجہ سے دوسری کو معطل نہیں ٹھہرایا
جاسکتا۔

لیکن علامہ شاكر غیر مقلد کا امام ترمذی پر اعتراض غلط ہے کیونکہ صرف امام ترمذی کا یہ
نظر یہ نہیں بلکہ ان کے ساتھ امام بخاری، امام بیہقی، ابن جریر، مفیر، خازن و غیر ہم سب شریک
ہیں۔ کما حقہ

(۸) امام بیہقی باب قائم کرتے ہیں۔

کہ اس بات سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو قراءۃ بآخبر
سے روکا ہے نہ کہ اصل قراءۃ سے۔

باب ما يستدل به على ان النبى
صلى الله عليه وسلم انما نهى
المأموم عن الجهر بالقراءة لاعتن
اصل القراءة

پھر اس کی دلیل ایک یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسين علي بن محمد
بن عبدالله بن بشران العدل ببغداد
انا ابو جعفر محمد بن عمرو بن
البختري الرزازنا يعنى ابن جعفر نا
وهب بن جريز نا ابى عن النعمان بن
الشد انه سمعه يحدث عن الزهرى
عن عبدالرحمن عن ابى سمعه يعد
عن الزهرى عن ابى سلمة بن
عبدالرحمن عن ابى هريرة ان
عبدالله بن حذافة صلى فجهر
بالقرلة فقال له النبى صلى الله
عليه وسلم يا بن حذافة لا تسعنى
واسمع الله (كتاب القراءة ص
١٢٢ نمبر ١٢٢)

ابو الحسن العدل، ابو جعفر الرزاز، یحییٰ بن جعفر،
وہب، جریر، نعمان بن راشد، زہری، ابو سلمہ،
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے نماز میں جہر سے
قراءة کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں
فرمایا کہ مجھے نہ سناؤ اور اپنے اللہ تعالیٰ کو سناؤ۔

قارئین کرام آپ اندازہ کریں کہ یہاں نہ تو مقتدی کا ذکر ہے نہ امام کا ذکر ہے مگر امام
یعنی اس کو مقتدی کے بارے میں یقینی طور پر ذکر کر رہے ہیں جو سینہ زوری کی بدترین مثال ہے
یہ بھی تو اس روایت سے سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے سنن و نوافل میں ایسا کیا
ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قراءۃ سا کر ان کو خوش کرنا چاہتے ہوں اور داؤد حمین لینا چاہتا
ہوں جس میں ریاء کاری کا بھی خطرہ ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خوش نہ کرو بلکہ اپنے
رب کو خوش کرو اور یہی بات قرین قیاس نظر آتی ہے (۲) اس روایت کی سند میں یحییٰ ابن جعفر یہ
یحییٰ بن ابن ابی طالب جعفر بن عبداللہ بن زبیر قان ہے جو مشکلم فیہ تھا امام ابو داؤد نے اس کی
حدیثوں پر قلم پھیر دیا تا اور محدث موکب بن حارون یقول اشہد علی یحییٰ بن ابی طالب انہ یکذب
(کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یحییٰ بن ابی طالب جھوٹ بولتے تھے اور محدث ابو احمد محمد
ابن اسحق الحافظ کہتے تھے کہ یحییٰ بن ابی طالب لیس بالمتین (یعنی مضبوط نہیں ہے) (تاریخ بغداد
ص ۲۲۰ ج ۱ ص ۲۲۱) (۳) اس روایت کی سند میں نعمان بن راشد بھی ہے امام یحییٰ القطان

نے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمدؒ اس کو مضطرب الحدیث کہتے ہیں کہ اس نے منکر احادیث روایت کی ہیں امام ابن معینؒ نے ضعیف، پس بشی، مضطرب الحدیث اور ایک قول ثقہ کا بھی ہے امام بخاریؒ اور ابوحاتمؒ کثیر الغلط کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اصل میں سچا ہے (یعنی یہ کثیر الغلط ہونا عداً جھوٹ بولنے کی وجہ سے نہیں) امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ہے امام نسائیؒ فرماتے ہیں ضعیف ہے کثیر الغلط ہے سچا ہے اس میں کمزوری ہے امام عقیلیؒ فرماتے ہیں قوی نہیں ہے کہ اس کی حدیث میں ضعف پہچانا جاتا ہے۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ احملہ الناس (کہ اس سے لوگوں نے روایت لی ہے) (تحدیب الحدیب ص ۴۵۲ ج ۱۰) (۴) اس روایت کی سند میں زھرئیؒ ہے جو کہ مدلس ہیں اور روایت عن ی ہے فلہذا یہ روایت ضعیف ہے قطعاً صحیح نہیں۔ امام بیہقیؒ نے اس مسئلہ میں سینہ زوری اور تکبندی سے زیادہ کام لیا ہے مگر اپنی مراد میں وہ نامراد ثابت ہوئے ہیں۔ (۹) امام بیہقیؒ باب قائم کرتے ہیں کہ قراءۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور جب سورۃ پڑھ لے تو کافی ہے امام حومقندیؒ ہو یا منفرد ہو سب کے لئے ایک حکم ہے۔ پھر اس کے تحت چند روایات نقل کی ہیں ایک ان میں سے وہ تھی جو امام بیہقیؒ کے کارنامہ میں پہلے نمبر پر ذکر ہوئی ہے اور ایک روایت بھی ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن دور کعتوں میں قراءۃ نہ کی جائے وہ ناقص ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے پاس سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ ہو تو کیا کروں۔ فرمایا تجھے یہی کافی ہے یہ سب مثنائی ہے۔

ابو سعد المالینی، ابو احمد ابن عدی، عبد اللہ بن حسن بن عبد المنور، یوسف بن حماد، عبد الرحمن بن محمد المحاربی، ابراہیم بن الفضل عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی ہریرہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرکعتان اللتان لا یقرأ فیہما خداج فقتال رجل یا رسول اللہ ارایت ان لم اکن معی الا ام القرآن قال ہی حسبک ہی السبع المثنائی (کتاب القراءۃ ص ۱۰ نمبر ۱۶)

قارئین کرام اندازہ کریں کہ اس کا اقتصار قراءۃ علی ام القرآن سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ تو ضرر کی حالت ہے کہ فاتحہ کے سوا کچھ قرآن مجید نہیں آتا تو اس حالت میں فاتحہ کافی ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ بھی نہ آتی تو سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ وغیرہ کلمات سے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جاتی ہے۔ یہ اضطرار کی حالت ہے۔ اس میں فاتحہ بھی معاف ہو جاتی ہے۔ مگر امام بیہقی عجیب کا رتا سے سرانجام دے رہے ہیں۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ (۲) اس روایت کی سند میں ابراہیم بن الفضل المحزومی ہے جو متروک ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابراہیم بن الفضل المحزومی المدنی ابواحق متروک من الثامۃ (تقریب التہذیب ص ۴۱) ایسے متروک اور گھسے پڑے راویوں سے دین حاصل کیا جا رہا ہے۔ دعویٰ اور وعدہ کیا تھا مگر عمل کیا ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے آمین)۔

صحیح احادیث جن میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری کچھ قراءۃ کا وجوب بھی ثابت ہے۔ جیسے فضا عدا (صحیح مسلم وغیرہ) مازدا و امیر و مازاد وغیرہ ان کو چھوڑ کر ان کے مقابلہ میں متروک و ضعیف قسم کے آثار وغیرہ قبول کرنا بہت بڑی نا انصافی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان احادیث صحیحہ کا ذکر آ رہا ہے انتظار کریں۔

(۱۰) امام بیہقی کتاب القراءۃ ص ۱۲۷ نمبر ۳۱۷ کے تحت لکھتے ہیں۔

واما القصۃ التي فيها فان قراءة له
قراءة فان ابا حنيفة انما رواه عن موسى
بن ابي عائشة عن عبدالله بن شداد عن
ابي الوليد عن جابر و هو رجل مجهول
كما قال الداد قطنی
رحمة الله والا تنوم به حجة و من روى
هذا الحديث عن ابي بكر
الحارثي عن الدارقطني واستط من
اسناده ابا الوليد اورواه عن الحاكم ابي
عبدالله عن ابي (علي) الحافظ واستط
من اسناده ابن شداد و اوهم ان ابا الوليد
كنية ابن شداد فانه لم يسلك سبيل
الصدق في رواية الحديث الخ

کہ وہ حدیث جس میں قصہ ہے کہ امام کی قراءۃ
مقتدی کی قراءۃ ہے تو سوا اسکے نہیں اس کی سند یوں
ہے ابو حنیفہ عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن
شداد عن ابی الولید عن جابر اور ابو الولید مجہول ہے اور
مجہول کے ساتھ حجتہ قائم نہیں ہو سکتی اور جس راوی
نے ابو بکر الحارثی عن الدارقطنی روایت کی ہے اور سند
سے ابو الولید کو کاٹ دیا ہے یا اس راوی نے امام حاکم
عن ابی علی الحافظ سے روایت کی ہے اور ابن شداد کا
لفظ سند سے تراویا ہے اور وہ کہ دینے کی کوشش کی
ہے کہ ابو الولید ابن شداد کی کنیت ہے تو وہ سچائی کا
راستہ حدیث کے روایت کرنے میں نہیں چلا۔

قارئین کرام امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب معرفۃ السنن والآتار ص ۷۸ ج ۳ تا ص ۷۹ میں اس حدیث کی تین سندیں بیان کی ہیں اور کسی سند میں بھی ابوالولید کا واسطہ بطور رجل مجہول ذکر نہیں کیا بلکہ فرماتے ہیں عن ابی الولید وهو عبد اللہ بن شداد (معرفۃ السنن ص ۷۸ ج ۳ ابوالولید عبد اللہ بن شداد ہی ہے۔ الحمد للہ حق واضح ہو گیا اور سچ کا (راستہ) کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کتاب القراءة کافی حد تک غلط کتاب ہے فلہذا اس میں امام بیہقیؒ کے فیصلے اکثر غلط ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن شداد اور حضرت جابرؓ کے درمیان ابوالولید کا اضافہ کسی راوی کی غلطی ہے جیسا کہ امام حاکمؒ نے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۷۸ میں فرمایا ہے۔ اس روایت اور اس کی سند کے بارے میں بحث دوسرے مقام پر کی جائے گی (انشاء اللہ تعالیٰ) (تکلم عشرۃ کاملہ) ہم نے امام بیہقیؒ کے چند کارنامے بطور نمونہ کے کتاب القراءة ہی سے پیش کئے ہیں۔ ورنہ کتاب القراءة مکمل اور سنن بیہقیؒ مکمل کا جائزہ لیا جائے تو پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا۔ اب ہم خلف الامام والی روایت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کو امام بیہقیؒ اسناد صحیح کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں من گھڑت ہے۔ اس کی سند میں محمد بن یحییٰ الصفار بالکل مجہول ہے اسماء الرجال اور تاریخ کی کتابوں میں اس کے حالات درج نہیں ہیں۔ حافظ زبیر علیزئیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں اس کا ترجمہ تاریخ نیشاپور للحاکم میں موجود ہے جیسا کہ اس کی مختصر سے ظاہر ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۳۵) محترم علیزئیؒ نے کم از کم اس کی مختصر سے دو چار کلمات خیر تو اس کے حق میں نقل کر دیے ہوتے مگر جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ جب تاریخ نیشاپور میں اس کا ترجمہ نہیں ہے۔ تو مختصر میں اختصار کے ساتھ ترجمہ بھی ندارد فلہذا جھوٹا دعویٰ کرنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ جناب زبیر علیزئیؒ صاحب لکھتے ہیں ”اس سند کے سارے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ محمد بن یحییٰ الصفار سے دو ثقہ روایت کر رہے ہیں۔ (۱) محمد بن سلیمان بن فارس۔ (۲) محمد بن عبد السلام (تاریخ بغداد ص ۳۳۹ ج ۲) لہذا وہ مجہول نہیں ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۳۴ تا ص ۳۵) الجواب محترم علیزئیؒ صاحب جھوٹ بولنا سخت حرام ہے۔ مگر آپ اللہ تعالیٰ کے خوف

سے بے نیاز نظر آتے ہیں۔ جب اس سند کے سارے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں تو محمد بن یحییٰ الصنفار بھی اسی سند میں موجود ہے۔ اس کو کتنے محدثین کرامؒ نے ثقہ کہا ہے لیکن کسی نے بھی اس کو ثقہ نہیں کہا۔ بجز امام نہضتیؒ کے اسناد صحیح کہنے کے اس لئے آپ کو دو راوی محمد بن سلیمان بن فارس (۲) اور محمد بن عبدالسلام پیش کرنے کی ضرورت پڑ گئی کہ یہ دو ثقہ راوی محمد بن یحییٰ الصنفار جو اس سند سے روایت کرتے ہیں لہذا وہ مجہول نہیں۔ مگر محترم ناراض نہ ہوتا۔ یہ بھی آپ کا جھوٹ ہے۔ محمد بن سلیمان بن فارس کو کس محدث نے ثقہ کہا ہے۔ یہ بھی اسی سند کا راوی ہے اور بقول آپ کے اس سند کے سارے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ محمد بن سلیمان بن فارس کا ترجمہ کتاب الارشاد للخللی ص ۸۵۸ ج ۳ ص ۸۵۹ میں ہے۔ مات قبل العشر ومثلثائے (کہ ۳۱۰ھ سے پہلے فوت ہوا ہے) لیکن علامہ ذہبیؒ (العمر ص ۳۶۳ ج ۱ میں اس کی وفات ۳۱۲ھ لکھتے ہیں) ان دونوں کتابوں میں اس کا ثقہ ہونا مذکور نہیں ہے البتہ (الانساب للسمعانی ص ۴۳۱ ج ۵ ص ۴۳۲ میں اس کا ترجمہ ہے۔ اس میں بھی کوئی توثیق کا کلمہ نہیں ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے۔

کہ محدث ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب بن الاخرم الحافظ سے محمد بن سلیمان بن فارس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اس کی کسی بات پر انکار نہ کیا سوا زبان کے کیونکہ یہ بہت بڑا زبان دراز تھا۔

وسئل ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب بن الاخرم الحافظ عن محمد بن سلیمان بن فارس فقال ما انكرنا عليه الا لسانه فانه كان فحاشا.

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ برا شخص ہے۔ جب وہ آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا گیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرم کلام سے گفتگو کی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ یہ برا شخص ہے پھر آپ نے اس سے نرم کلام سے گفتگو کی ہے تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ اے عائشہ! بے شک لوگوں میں سے زیادہ برا
وہ شخص ہے جس کو لوگ چھوڑ دیں۔ اس کی بد
زبانی کے ڈر سے۔

ای عائشة ان شر الناس من تركه
الناس او ودعه الناس اتقاء فحشه
(بخاری ص ۸۹۴ ج ۲، ص ۹۰۵ ج ۲)

اب محمد بن سلیمان بن فارس صرف فاحش بد زبان ہی نہیں بلکہ فاحش بہت بڑا بد زبان
بھی ہے اور بخاری شریف کی صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ ایسا آدمی لوگوں میں سے زیادہ برا ہوتا
ہے تو اس بہت بڑے شریر انسان نے جو غیر ثقہ ہے ایک مجہول راوی محمد بن یحییٰ الصفار سے
روایت کر کے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ محمد بن یحییٰ الصفار کا دوسرا شاگرد علی بن
صاحب غیر مقلد نے پیش کیا ہے وہ محمد بن عبد السلام ہے لیکن وہ اس سند کا راوی نہیں ہے۔ اس
کا ذکر یوں ہے خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔

اخبرنا ابن یعقوب اخبرنا محمد بن نعیم قال سمعت ابا زکریا یحییٰ بن محمد الحسینی یقول
سمعت ابا عبد اللہ محمد بن عبد السلام بن بشار الوراق یقول سمعت محمد بن داؤد النخعی یقول سمعت
محمد بن اسلم الطوسی یقول سمعت مات الخلیفی ما علم کان اخشی اللہ من الخلق یقول اللہ تعالیٰ (انما
سنخشی اللہ من عبادہ العلماء) وکان علم الناس ولو کان سفین الثوری فی الحیاة لاحتاج الی الخلق قال
محمد بن عبد السلام فاخبرت بذالک احمد بن سعید الرباطی فقال واللہ لو کان الثوری و ابن عیینہ
واحمدان فی الحیاة لاحتاج الی الخلق قال محمد فاخبرت بذالک محمد بن یحییٰ الصفار فقال واللہ لو کان
الحسن البصری فی الحیاة لاحتاج الی الخلق فی اشیاء کثیرة (تاریخ بغداد ص ۳۴۹ ج ۶) قارئین
کرام پہلے متن کا ترجمہ سن لیں پھر سند کی بات کریں گے۔ محمد بن اسلم طوسی نے فرمایا جبکہ محدث
الخلق بن راحویہ وفات پائے۔ میں کسی کو الخلق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا نہیں جانتا۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور الخلق لوگوں میں سے زیادہ علم رکھنے
والا تھا اگر سفیان ثوری الخلق کے دور میں زندہ ہوتے تو ان کو الخلق کی طرف احتیاجی پڑتی۔ محمد بن

عبدالسلام راوی کہتا ہے کہ جناب طوسیؒ کے اس قول کی میں نے احمد بن سعید الرباطی کو خبر دی تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر ثوریؒ و ابن عیینہؒ و حماد بن زید و حماد بن سلمہ اہل حق کے دور میں زندہ ہوتے تو وہ اہل حق کے محتاج ہوتے۔ محمد بن عبدالسلام راوی کہتا ہے کہ میں نے اس بات کی محمد بن یحییٰ الصفار کو خبر دی تو اس نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر حسن بصریؒ بھی اہل حق کے دور میں زندہ ہوتے تو وہ بہت سی چیزوں میں اہل حق کے محتاج ہوتے۔ یہ ترجمہ ہے جو آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس پر بحث کرنے سے پہلے سند کو دیکھ لیں۔ (۱) ابن یعقوب سے لے کر محمد بن عبدالسلام بن بشار الوراق تک سند مجبول ہے راویوں میں سے اکثر کے حالات نامعلوم ہیں۔ (۲) محمد بن عبدالسلام کو علیزئی صاحب نے ثقہ کہا ہے مگر یہ دعویٰ ہے اس کا کوئی حوالہ انہوں نے نہیں دیا (۳) پھر علیزئی صاحب نے محمد بن عبدالسلام کو محمد بن یحییٰ الصفار کا شاگرد بائنا ہے۔ لیکن یہاں تو وہ استاذ معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کہہ رہا ہے۔ فاجرت بذالک کہ میں نے خبر دی محمد بن یحییٰ الصفار کو اگر شاگرد ہوتا تو یوں کہتا کہ اخیر فی محمد بن الصفار کہ مجھے خبر دی۔ محمد بن یحییٰ الصفار نے البتہ محمد بن یحییٰ الصفار نے محمد بن عبدالسلام کو خبر سن کر تصدیق کرتے ہوئے حسن بصریؒ کا ذکر بھی کیا۔ (۴) محمد بن الصفار کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر حسن بصریؒ بھی اہل حق کے دور میں زندہ ہوتے تو وہ بہت سی چیزوں میں اہل حق کے محتاج ہوتے۔ (یہ خالص جھوٹ ہے اور قسم بھی جھوٹی اٹھائی ہے) حضرت حسن بصریؒ سید الایمن ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی زیارت کرنے والوں میں سے ہیں۔ بہت سے صحابہ کرامؓ کے شاگرد ہیں۔ خیر القرون کے دور کے ہیں محدث اہل حق کا علم مسلم ہے مگر سید الایمن کے علم و تقویٰ کا کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے۔ معلوم ہوا محمد بن یحییٰ الصفار کذاب و دجال ہے۔ اسلئے یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے۔ جناب زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں "اس سند میں امام زہریؒ کی تہ لیس کی وجہ سے اعتراض ہو سکتا ہے جس کے متعدد جوابات ہیں ان میں ایک تو ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک تہ لیس معرصت نہیں

(ص ۱۵، ۱۶) ہمارے شیخ الامام مولانا ابوالقاسم محبت اللہ شاہ الراشدی السندھی امام زہریؒ یدلس فی التادری کی وجہ سے عنعنہ کو صحت کے معنائی نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے اس حدیث پر ایک رسالہ لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے واللہ اعلم ایسی روایت کو صحیح احادیث کی تائید میں بطور شاہد پیش کرنا جائز ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۴۵) الجواب: زیر علیز کی صاحب مخبوط الحواس شخص معلوم ہوتے ہیں انہوں نے خود زہریؒ کے بارے میں لکھا ہے "حضرت علیؑ سے خلف الامام کا حکم مروی ہے لیکن اس کی سند میں امام زہریؒ کے عنعنہ کی وجہ سے معلول ہے لہذا میں استدلال نہیں کرتا (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) نیز علیز کی صاحب لکھتے ہیں خلیفہ رابع امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے بھی ظہر و عصر کی نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا حکم مروی ہے (الی) مگر یہ سند امام زہریؒ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ان پر تالیس کا الزام وارد ہے لہذا اس اثر کے ذکر کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں کیونکہ یہ میری شرط پر نہیں ہے واللہ اعلم (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۶۶)۔

مگر ہم اس سند میں الزہریؒ کا ذکر بھی صحیح نہیں مانتے کیونکہ ان سے صحیحین وغیرہ میں خلف الامام کے اضافہ کے بغیر مروی ہے۔ فلہذا یہ روایت صحاح ستہ کی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی مردود ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری اور مولانا مبارکپوری بڑے چالاک ثابت ہوئے کہ انہوں نے اس روایت کی سند کو نہیں چھیڑا ورنہ وہ بھی مولانا زیر علیز کی طرح پھنس جاتے مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے تو ہم پر عیب ڈال کر خاموش کرانے کی بھی کوشش کی ہے تاکہ راز بستہ کشادہ نہ ہو جائے۔ مولانا کے الفاظ ملاحظہ ہوں "ان دونوں جلیل القدر محدثین کی رائے اسنادہ صحیح کے بعد محض ظن و تخمین سے اس کے راویوں پر تبصرہ فضول ہے۔ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۳۸۶ ج ۱) لہذا بلا دلیل کسی پر جرح فضول ہے۔ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۳۸۷ ج ۱)۔ حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے۔ اب یہ سوال باقی رہ گیا ہے پھر یہ بھی نے اس جھوٹی سند کو اسنادہ صحیح کیوں کہا ہے۔ یہ بھی کبھی ایسا کرتے ہیں چنانچہ محمد بن ابی

کہ وہ سب کذب بیان کرتے اور مسلمین تمہی کا ائمہ جرح و تعدیل میں شمار ہونے کا ثبوت دیتے۔ لیکن یقین جاپئے وہ اور ان کے ہمنوا اس کا قطعاً ثبوت مہیا نہیں کر سکتے۔ پھر حافظ ابن حجر نے جو بات کہی ہے کوئی اجنبی نہیں۔ امام مالکؒ نے انہیں کذاب کہا ہے جو ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں لیکن امام جرح و تعدیل۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:

عائبا انہوں نے کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب ہے
ہے مگر حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔

عسیٰ اراد فی الکلام فاما فی
الحديث فهو ثقة (بغدادی ص
۲۲۴ ج ۱)

امام ابو زرہؒ امام رحیمؒ سے نقل فرماتے ہیں:

کہ امام مالکؒ کی جرح حدیث کی بناء پر نہیں بلکہ
وہ قدریہ فرقہ سے تھے اس لئے ان پر کلام کرنا
ہے۔

ان ذالک لیس للحديث انما هو
لانه اتهم بالتدبر (بغدادی ص
۲۲۴ ج ۱)

لہذا امام مالکؒ کی اس جرح کو ائمہ جرح و تعدیل نے کذب فی الحدیث پر محمول نہیں
کیا تو مسلمین تمہی جو جرح و تعدیل کے امام بھی نہیں۔ ان کے کلام کا اگر یہی محل حافظ ابن حجرؒ
نے ذکر کیا ہے تو اسے ضعیف اور رکیک تاویلیں کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ امام
مالکؒ اور مسلمین تمہی اہل جاز میں سے ہیں اور ان کے متعلق امام ابن حبانؒ نے تصریح کی ہے کہ
اہل العجاز یطلقون کذب فی موضع
الخطاء (مقدمہ فتح الباری ص ۲۲۴)
توضیح ص ۲۲۹ ج ۱ تا ۲۴۰

الجواب: پہلی عبارت قارئین کرام کی خدمت میں نقل کی گئی ہے اس کا جواب دینا مقصود ہے
مسلمین تمہی کو اہل جاز میں سے شمار کر کے جو ان کی جرح ابن اسحاقؒ پر ہے کہ ابن اسحاقؒ کذاب ہے
اس کا اثری صاحب نے جواب دیا ہے تو مسلمین تمہی کو اہل جاز میں سے شمار کرنا خالص جھوٹ
ہے جس کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی۔ پہلے (۱) حافظ ابن حجرؒ کا مسلمین تمہی کو ائمہ جرح

تعدیل میں سے شمار نہ کرنا اور پھر اثری صاحب کا مولانا صفدر دام مجہد اور ان کے ہمنواؤں کو چیلنج دینا کہ وہ سلیمین تمیمیؒ کو ائمہ جرح و تعدیل میں سے ثابت نہیں کر سکتے۔

ن کا جواب ملاحظہ ہو: سلیمین تمیمیؒ ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں انہوں نے جس طرح بن الحنفی کو کذاب قرار دیا ہے اس طرح محمد بن السائب الکلی کو بھی کذاب قرار دیا۔ چنانچہ تہذیب ص ۸۷۸ ج ۹ میں ہے۔

قال معتمر بن سلیمین عن ابیہ کان بالكوفة کذابان احدهما للکلبی۔
کہ معتمر بن سلیمان نے اپنے باپ سلیمین تمیمیؒ سے روایت کیا کہ کوفہ میں دو کذاب رہتے ہیں ان میں سے ایک کلبی ہے۔

(۲) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

وسلیمین التیمی یقول حنش و هو ضعیف عند اهل الحدیث ترمذی مع تعفة الاحوذی ص ۱۲۱ ج ۳ باب ماجاء فی رحمة الیتیم (ابواب البر والصلة)

(۳) علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص ۵۷۶ ج ۴ اور حافظ ابن حجر لسان المیزان ص ۳۴۰ ج ۶ میں ابوالخیر ؓ القواسم عن عبداللہ بن عمر راوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و ذکرہ سلیمین التیمی و لینہ
کہ اس راوی کو سلیمین تمیمیؒ نے ذکر کرتے ہوئے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) قال سلیمین التیمی اتونی بصیحة جابر فلم اروها فراحو ابها الی الحسن فرواها وراحو بها الی قتادة فرواها حکاه القطان عنه (تہذیب التہذیب ص ۲۰۲ ج ۴)

حضرت سلیمین تمیمیؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس بعض لوگ حضرت جابرؓ کا صحیفہ (حدیث غنی کتاب) لے آئے تو میں نے روایت نہ کیا حضرت حسن بصریؒ اور قتادہؒ کے پاس لے گئے تو انہوں نے روایت کیا اس کو امام حنفی القطان امام الجرح والتعدیل نے حضرت سلیمین تمیمیؒ سے حکایت کیا ہے۔

مسند ابن الجعد ص ۱۱۹ میں ہے۔

قال علی قلت لیعی سمعت هذا
من التیمی قال براسه ای نعم۔

کہ حضرت علی بن المدنی فرماتے ہیں کہ میں
نے امام یحییٰ لقطان سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ
بات سلیمان بنی سے سنی ہے تو انہوں نے سر کے
اشارہ سے کہا ہاں۔

قارئین کرام اندازہ کریں کہ سلیمان بنی کو اللہ تعالیٰ نے حدیث صحیح اور ضعیف کی کتنی
پرکھ عطا فرمائی تھی۔ سلیمان تابعی ہیں اور ان کے دور میں چند آدمی کذاب یا ضعیف تھے۔ اس
لئے سلیمان بنی نے جو جو نشانہ لگایا وہ صحیح لگا ہے۔ فلہذا جرح و تعدیل کے اس فن میں اسے
صرف اس لئے ان کو خارج سمجھنا کہ انہوں ابن ابی اخطی کو کذاب قرار دیا ہے نا انصافی ہے۔ (۲) امام
مالکؒ نے ابن ابی اخطی کو کذاب کہا ہے۔ اب اس کا یہ جواب دینا کہ امام مالکؒ اہل حجاز میں سے
ہیں اور کذب بمعنی اخطا اہل حجاز کے ہاں مروج ہے یہ جواب درست نہیں کیونکہ کذاب میں یہ
تاویل نہیں چل سکتی۔ صرف کذب بمعنی اخطا میں چل سکتی ہے۔ (۲) امام مالکؒ نے ابن ابی اخطی کو
دجال من الدجالہ (دجالوں میں سے ایک دجال ہے) بھی کہا ہے۔ فلہذا یہ تاویل غلط ثابت
ہوئی۔ (۳) امام الجرح و التعدیل یحییٰ بن معین نے ابن ابی اخطی سے امام مالکؒ کی کلام کا دفاع
نہیں کیا۔ جیسا کہ اثری صاحب لکھتے ہیں "غالبا انہوں نے کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب کہا
ہے۔ مگر وہ حدیث میں تو ثقہ ہے (توضیح ص ۲۴۰ ج ۱) یہ مذکورہ عبارت جو اثری نے پیش کی ہے
یہ ابن ابی اخطی کے دفاع میں نہیں جیسا کہ اس کی وضاحت ہم اپنے مقام پر کریں گے (انشاء اللہ
تعالیٰ)۔ (۴) امام مالکؒ سے ابن ابی اخطی کی جرح کے رجوع کا ذکر بھی غلط ہے۔ امام مالکؒ
فرماتے ہیں کہ نحن نفینا عن المدینۃ (بغدادی ص ۲۲۲ ج ۱) ہم نے ابن ابی اخطی کو مدینہ منورہ سے
جلا وطن کر دیا ہے۔ (۵) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ "امام مالکؒ کے متعلق بھی اہل
علم کو شکوہ ہے۔ کہ وہ ناروا ائمہ ثقات و معروفین پر کلام کرتے ہیں اور ان سے روایت نہیں لیتے

خطیب بغدادی لکھتے ہیں قد ذکر بعض العلماء ان مالکاً عابہ جملۃ من اهل العلم فی زمانہ باطلاق
اسانہ فی قوم معروفین بالصلاح والدیانۃ والیقۃ والایمانۃ (بغدادی ص ۲۲۳ ج ۱) توضیح ص ۲۶
ج ۱) امام مالکؒ پر اعتراض کرنے والے کون ہیں۔ ان کا کیا نام ہے۔ امام مالکؒ نے کن ثقہ
معروف راویوں پر جرح کرتے ہیں ان کے نام کیا ہیں۔ یہ ساری کاروائی مجہول نظر آتی ہے
لہذا اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ امام مالکؒ نارواائمہ ثقات معروفین پر کلام کرتے خالص
جھوٹ ہے اور امام مالکؒ پر بہتان ہے اور امام مالکؒ کی حجت عزت بھی ہے۔ یہ محض اپنے
بدعتی رہنما شیعہ قدری معتزلی ابن اہلق کذاب و دجال پر جرح کا انتقام امام مالکؒ سے لیا جا رہا
ہے۔ ورنہ تو مدینہ منورہ کے رواق کے بارے میں امام مالکؒ کو بطور حجت کے پیش کیا جاتا ہے
(۶) مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں یاد رہے کہ امام مالکؒ کو مولیٰ ذوامح قرار دینے میں
سعید بن ابراہیم بھی زہری بن ابن اہلقؒ کے ہمنوا ہیں جو مدینہ کے قاضی اور مشہور ثقہ امام ہیں
ان کے اسی خیال کی بناء پر امام مالکؒ نے ان سے روایت نہیں لی۔ امامؒ جی فرماتے ہیں انما
ترك مالک الروایۃ عنہ لانہ لتکلم فی نسب مالک فکان مالک لایروی عنہ وحوثت لاشک فیہ لہذا
امام مالکؒ کے نسب میں کلام کے باعث ابن اہلق معتبر نہیں تو سعید بن ابراہیم کو بھی غیر معتبر قرار
دینا ہوگا (حاشیہ توضیح الکلام ص ۲۳۷ ج ۱) الجواب: اولاً یہ راوی سعید نہیں بلکہ سعد بن ابراہیم
ہے اثنانیا امام مالکؒ نے سعد بن ابراہیم پر جرح نہیں کی کیونکہ وہ ثقہ تھا چنانچہ محدث ساجیؒ
فرماتے ہیں و مالک انما ترک الروایۃ عنہ فاما ان یکون حکم فیہ فلا ھک (تحدیب ص ۳۶۵ ج
۳) کہ امام مالکؒ نے سعد بن ابراہیم سے روایت چھوڑ دی تھی لیکن اس میں کلام بھی کرتے تھے
مجھے یہ یاد نہیں۔ اس طرح محمد بن اہلق اگر ثقہ ہوتا تو امام مالکؒ اس سے روایت ترک کرتے اس
پر جرح نہ کرتے۔ لیکن دجال ہمیشہ ہی دجال ہوتے ہیں۔ (روایت) اللھم اناعوذ بک من ھذہ
المدجال (۷) سلمین تمیمیؒ کو اہل حجاز میں شمار کرنا خالص جھوٹ ہے۔ مولانا مبارکپوری

غیر مقلد لکھتے ہیں۔

حجاز مکہ و مدینہ اور ان کے آس پاس شہروں کا نام ہے اس کو حجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ فاصلہ ہے درمیان بلند و پست زمین کے شہروں کے۔

الحجاز و هو اسم مكة و المدينة و حوالیہما من البلاد و سمیت حجازاً لانها حجرت ای منعت و فصلت بین بلاد نجد و الغور (تحفة الاحوذی ص ۲۱۲ ج ۲)

غیاث اللغات فارسی ص ۱۶۸ میں ہے۔

حجاز یکسر اول نام ملکیت از عرب کہ مکہ و مدینہ و طائف و شمر ہائے دیگر کہ مابین زمین نجد و غور واقع است الخ۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ ان الدین لیا رزاقی الحجاز (مشکوٰۃ ص ۳۰) کہ دین حجاز کی طرف سٹ جائے گا (یعنی قیامت کے قریب زمانہ میں) سلیمین تمیمی بصری ہیں یعنی عراق کے رہنے والے ہیں چنانچہ تحدیب ص ۲۰۱ ج ۲ میں ہے ابوالمعتمر البصری آپ خود لکھتے ہیں کہ حجاز، عراق، شام (توضیح ص ۸۸ ج ۱) معلوم ہوا کہ عراق کا علاقہ حجاز سے خارج ہے لہذا سلیمین تمیمی کا نشانہ کہ محمد بن اسحق کذاب ہے بالکل صحیح ہے۔

حجوت نمبر 21: مولانا ارشاد الحق صاحب ابن اسحق کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے

ہیں کہ امام مالکؒ نے انہیں کذاب کہا ہے جو ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں لیکن امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ

عسیٰ اراد فی الکلام فاما فی الحدیث فهو ثقة (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱ توضیح ص ۲۴۰ ج ۱)

غالباً انہوں نے کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب بہ ہے مگر حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔

الجواب: امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معینؒ کی یہ تاویل ابن اسحق کا دفاع میں نہیں بلکہ

حشامؒ بن عروہ کے بارے میں ہے۔ مولانا اثری نے جان بوجھ کر اس کا ردائی کا ارتکاب کیا ہے شاید ان کا یہ خیال ہو کہ حضرت شیخ مکرم مولانا صفدر صاحب دام مجد ہم بوڑھے اور ضعیف

ہو چکے ہیں اور تصنیف کے کام کے قابل نہیں رہے۔ فلہذا اثری کی کتاب کی چیکنگ کرنے والا کون مرد میدان میں آ سکتا ہے۔ مگر یہ خیال ان کا غلط ہے ہر زمانے میں رب العالمین ایسے اشخاص پیدا کرتا رہتا ہے۔ جو چھوٹے اشخاص کو گھرنے تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ اب اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

محمد بن فلیح فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالک نے فرمایا کہ هشام بن عروہ کذاب ہے پس میں نے یحییٰ بن معین سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ امام مالک کی مراد شاید کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب کہا ہو نہ حدیث میں تو هشام ثقہ ہے۔

محمد بن فلیح قال قال مالک بن انس هشام بن عروہ کذاب قال فسالت یحییٰ بن معین قال عسیٰ اراد فی الکلام فاما فی الحدیث فهو ثقة و هو من الرواة عنه (تاریخ بغداد ص ۲۲۴ ج ۱ تا ص ۲۲۴)

امام مالکؒ خود هشام سے روایت کرتے ہیں۔ اس آخری جملہ میں ہومن الرواة عنہ کو بھی اثری صاحب نے کاٹ دیا ہے کیونکہ ابن الخلق سے تو امام مالکؒ روایت نہیں کرتے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) مگر هشامؒ بن عروہ کے بارے میں امام مالکؒ کی طرف منسوب جرح صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند جھوٹی ہے۔ اس حکایت کے بعد خطیبؒ بغدادی لکھتے ہیں۔

کہ حکایت محمد بن فلیح کی امام مالکؒ سے هشام بن عروہ کے بارے میں اس سند کے سوا مروی نہیں ہے اور اس سند کا راوی ابن المنذر سے (احمد بن محمد بغدادی) ہمارے ہاں مجہول ہے۔

وامام حکایۃ ابن فلیح عنہ فی هشام بن عروہ فلیست بالمحفوظۃ الا من الوجه الذی ذکرناہ ، وراویہا عن ابراہیم بن المنذر غیر معروف عندنا قاللہ اعلم (تاریخ بغداد ص ۲۲۴ ج ۱)

خطیبؒ بغدادی عجیب آدمی ہے۔ اس سند کا ایک راوی خطیبؒ بغدادی کے شیخ برقانیؒ کا شیخ محمد بن احمد بن محمد ابن عبد الملک لاآدی جھوٹا ہے محدث حمزہ بن محمد الدقاق فرماتے ہیں لم یکن صدوقاً کہ یہ راوی سچا نہیں تھا۔ (میزان ص ۳۵۷ ج ۳ و لسان ص ۳۹ ج ۵)۔ بعض مجہول قسم کے لوگوں نے جو امام مالکؒ پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ تارواۃ ثقات و معروفین پر جرح کرتے ہیں۔ اس کی

دلیل خطیب بغدادی نے ان مجہول لوگوں کی طرف سے یہی هشام بن عروہ والی حکایت پیش کی ہے جس کا حشر آپ دیکھ چکے ہیں۔ (حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا)

جھوٹ نمبر 22: مولانا رشاد الحق صاحب لکھتے ہیں (۱) امام شوکانی کی بات اس

طرح مولانا صفدر صاحب نے علامہ شوکانی سے نقل کیا ہے۔ کہ فصحاء، ماتیسر، مازاد کی حدیثوں سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ مسلک صحیح ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کریم کا کوئی حصہ بھی واجب ہونا چاہیے۔ والظاہر ماذا اجبوا الیہ من ایجاب شیء من القرآن (نیل ملخصاً حسن ص ۳۳ ج ۱) جواب لیکن جب علامہ شوکانی ان احادیث کو ضعیف قرار دے چکے ہیں تو کم از کم انہیں مازاد علی الفاتحہ کے وجوب کے قائلین میں شمار کرنا صحیح نہیں بلکہ انہوں نے قائلین وجوب کے استدلال کی خامی بیان کرتے ہوئے واشکاف الفاظ میں لکھا ہے۔

ولکنہ ضعیف وقد عورضت هذه
الاحادیث بما فی البخاری و مسلم
وغیرهما (نیل ص ۲۱۲ ج ۲)

لیکن یہ حدیثیں ضعیف ہیں جیسا کہ جنہیں معلوم ہے
اور بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث ان کے معارض
ہیں۔

لہذا قارئین کرام کو علامہ شوکانی کے الفاظ والظاہر ماذا اجبوا الیہ الخ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے (توضیح ص ۱۳۹ ج ۱)۔ الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ احسن ص ۳۳ ج ۱ انہیں بلکہ احسن ص ۳۳ ج ۲ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ علامہ شوکانی ان احادیث کو ضعیف قرار دے چکے ہیں۔ یہ خالص دروغ بے فروغ ہے ہم علامہ شوکانی کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

لا صلوة الا بقرأة فاتحة الكتاب
 فما زاد الحديث (اخرجه ابو داؤد
 من طريق جعفر بن میمون و قد
 تقدم ان النسائی قال ليس بثقة
 قال احمد ليس بقوی و ابن عدی
 قال یکتب حدیثه فی الضعفاء و
 لكنه یشهد لصحته ما عند مسلم
 و ابی داؤد و ابن حبان من حدیث
 عبادة بن الصامت بلفظ لا صلوة
 لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب
 فصا عدا و ان كان قد اعلها
 البخاری فی جزء القراءة کما تقدم
 و یشهد له ایضاً حدیث ابی سعید
 عن ابی داؤد بلفظ امرنا ان نقرأ
 بفاتحة الكتاب و ما تیسر قال ابن
 سید الناس و اسنادہ صحیح و
 رجاله ثقات و قال الحافظ اسنادہ
 صحیح و یشهد له ایضاً حدیث
 ابی سعید عند ابن ماجه بلفظ بد
 صلوة لمن یقرأ فی کل رکعة
 بالحمد و سورة و تقدم
 تضعیف الی الحافظ له و هذه
 الاحادیث لا تقصر عن الدلالة
 علی وجوب قرآن مع الفاتحة
 (نیل الاوطار ص ۲۲۱ ج ۲)

سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد قرآن کی تلاوت کے بغیر
 نماز نہیں ہوتی۔ اس حدیث کا اخراج امام ابو داؤد
 نے جعفر بن میمون کے طریق سے کیا ہے اور
 پہلے گزر چکا ہے کہ اس راوی کو امام نسائی نے غیر
 ثقہ کہا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ابن
 عدی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث ضعیف
 راویوں میں نکلی جائے لیکن اس حدیث کی صحت
 پر وہ حدیث شاہد ہے جو مسلم ابو داؤد ابن حبان
 میں لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب فصا عدا کے
 لفظ سے مروی ہے اگرچہ امام بخاری نے جزء
 القراءة میں اس کو معطل فرما دیا ہے۔ جیسا کہ
 گزر چکا ہے اور اس حدیث کی صحت پر حضرت ابو
 سعید الخدری کی حدیث بھی شاہد ہے جو ابو داؤد
 میں امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب و ما تیسر کے لفظ
 سے مروی ہے۔ محدث ابن سید الناس نے فرمایا
 کہ اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی اسکے ثقہ ہیں
 اور حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے
 اور اس حدیث کی صحت پر حضرت ابو سعید کی وہ
 حدیث بھی شاہد ہے جو ابن ماجہ میں لا صلوة لمن لم
 یقرأ فی کل رکعة بالحمد و سورة کے لفظ سے مروی
 ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کو
 ضعیف کہا ہے اور مجموعہ ان احادیث کا فاتحہ کے
 ساتھ کچھ زائد قراءۃ کے وجوب پر دلالت کرنے
 سے قاصر نہیں ہے۔

قارئین کرام علامہ قاضی شوکانی نے پہلی حدیث نماز ادا والی روایت کی سند کے راوی جعفر بن
 میمون پر جرح کرنے کے باوجود فرمایا کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر کئی شواہد ہیں (نوٹ)
 جعفر بن میمون پر امام نسائی کی جرح کے الفاظ ایسے بیحد کتب رجال میں نہیں ملے (حاشیہ توضیح

الکلام ص ۱۳۱ ج ۱) دراصل یہ علامہ ماردینیؒ پھر علامہ یحییٰؒ پھر علامہ شوکانیؒ کا وہم ہے۔ ہم
 شخصائے مفتی میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ پہلا شاہد علامہ شوکانیؒ نے صحیح مسلم، ابوداؤد، صحیح ابن
 حبان کے حوالہ سے حدیث الاصلوة لمن یقرأ بقائه الکتاب فصاعداً (اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو
 سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد قراءۃ کی تلاوت نہ کرے) پیش کیا ہے اور فرمایا کہ اگرچہ اس روایت کو
 جزء القراءۃ میں معطل ٹھہرایا گیا ہے پھر بھی نماز ادا کی صحت کا شاہد ہے۔ دسرا شاہد: حضرت ابو
 سعید الخدریؓ کی حدیث ابوداؤد سے علامہ شوکانیؒ نے پیش کیا ہے (امرنا ان نقرأ بقائه الکتاب و
 ماتیر) ہمیں حکم کیا گیا ہے کہ ہم سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ جو قرآن مجید میں سے ہمیں آسان
 ہو پڑھیں۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ محدث ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی
 سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن حجرؒ بھی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے
 ۔ تیسرا شاہد: حضرات ابوسعید الخدریؓ کی روایت جو ابن ماجہ میں ہے قاضی شوکانیؒ نے پیش کیا
 ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہوتی نماز اس شخص کی جو سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورۃ ہر رکعت
 میں نہ پڑھے۔ قاضی شوکانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجرؒ نے ضعیف قرار
 دیا ہے۔ (کوئی)۔ اب قاضی شوکانیؒ کی عبارت سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک صرف ایک
 حدیث ابوسعید الخدریؓ والی ضعیف ہے جو ابن ماجہ میں ہے باقی حدیثیں ضعیف نہیں ہیں بلکہ اتنی
 طاقتور ہیں کہ ان کے مجموعہ سے سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ قرآن کی قراءۃ کا وجوب ثابت ہو سکتا
 ہے۔ اب نیل الاوطار کی وہ عبارت بھی ملاحظہ کریں جس سے اثری صاحب نے قاضی شوکانیؒ
 کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ ان حدیثوں کو ضعیف کہتے ہیں مکمل عبارت یوں ہے۔ وقد ذهب الی
 ایجاب قرآن مع الفاتحة عمرؓ و ابنه ، عبداللهؓ ، و عثمان بن ابی
 العاص و الهادی و القاسم و المؤید بالله کذا فی البحر و قد رد
 الهادی بثلاث آیات قال القاسم و المؤید بالله اور آية طویلة

و الظاهر ما ذهبوا اليه من ايجاب شئ من القرآن واما التقدير بثلاث آيات فلا دليل عليه الاتهم انه، لا يسمى ما دون ذلك قرآناً لعدم اعجاز. كما قال المهدي في البحر وهو فاسد لصدق القرآن على القليل والكثير لانه، جنس و ايضاً المراد ما يسمى قرآن لا يسمى معجزاً ولا تلازم بينهما و كذلك التقدير بالآية الطويلة نعم لو كان حديث ابى سعيد المصرح فيه بذكر السورة صحيحاً لكان مفسراً للمبهم في الاحاديث من قوله فما زاد و قوله فصاعداً و قوله ماتيسر و لكان دالاً على وجوب الفاتحة وسورة في كل ركعة ولكنه ضعيف كما عرفت و قد عورضت هذه الاحاديث بما في البخارى و مسلم وغيرهما عن ابى هريرة نه، قال في كل صلوة يقرأ فما اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اسمعنا كم و ما اخفى علينا اخفيانا عنكم، وان لم تزدد على ام القرآن اجزأت و ان زدت فهو خير و لكن الظاهر من السياق ان قوله ان لم تزدد الخ ليس مرفوعاً ولا مما له حكم الرفع فلا حجة فيه و قد اخرج ابو عوانة هذا الحديث كرواية الشيخين الا انه، زاد في آخره و سمعته يقول لا صلوة الا بفاتحة الكتاب "قال الحافظ في الفتح و ظاهر سياقه ان ضمير سمعته للنبي صلى الله عليه وسلم فيكون مرفوعاً بخلاف رواية الجماعة ثم قال نعم فقله ما اسمعنا و ما اخفى عنا يشعر بان جميع ما ذكره متلقى عن النبي صلى الله عليه وسلم فيكون

لجميع حكم الرفع آه وهذا الاشعار فى غاية الخفاء باعتبار
جميع الحديث فان صح جمع بينه وبين الاحاديث المصرحة
بزيادة ما تيسر لجمالها على الاستحباب (نيل الاوطار ص ۲۲۱،
ص ۲۲۲ ج ۲)

ترجمہ: سورۃ فاتحہ کے ساتھ کچھ زائد قرآن مجید پڑھنا واجب ہے۔ یہی مسلک ہے حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ و حضرت عثمانؓ بن ابی العاص اور الہادیؓ اور القاسمؓ اور المنذہؓ باللہ کا جیسا کہ کتاب البحر میں ذکر کیا گیا ہے اور الہادیؓ تین آیات کا اندازہ کرتے ہیں قاسمؓ اور المنذہؓ باللہ فرماتے ہیں یا ایک آیت لیکن ہو اور ظاہر یہی ہے جس کی طرف یہ حضرات گئے ہیں کہ قرآن مجید کا کچھ حصہ واجب ہے۔ لیکن اندازہ تین آیات کا مقرر کرنا بلا دلیل ہے۔ سو اس وجہ کے کہ تین آیات سے کم کو قرآن نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ وہ معجز نہیں جیسا کہ الہدیٰ نے البحر میں کہا ہے اور یہ وہم فاسد ہے کیونکہ قرآن جنس ہے۔ قلیل و کثیر پر صادق آتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مراد یہ ہوتا جس کو قرآن کہا جائے نہ کہ معجز بھی کہا جائے اور ان دونوں کا آپس میں لزوم نہیں ہے اور اس طرح ایک آیت لہجی کا اندازہ کرنا بھی بلا دلیل ہے ہاں حدیث ابو سعیدؓ جس میں سورۃ کا ذکر صراحتاً ہے اگر صحیح ہوتی تو یہ ان احادیث جن میں فہماز اور فضاء اور ما تیسرے محکم ہیں۔ ان کی تفسیر واقع ہو جاتی اور وال ہوتی اس پر کہ سورۃ فاتحہ اور س کے علاوہ سورۃ ہر رکعت میں واجب ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے اور بے شک ان احادیث کا معارضہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کے ساتھ جو بخاری مسلم وغیرہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر نماز جس میں قرآن کی جاتی ہے پس جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی ہم بھی تمہیں سنائیں گے۔ اور جو ہم سے پوشیدہ رکھی ہم بھی آپ سے پوشیدہ رکھیں گے اور اگر تو سورۃ فاتحہ سے زائد نہ پڑھ تو تجھے کافی ہے اگر زیادہ پڑھے تو بہتر ہے اور لیکن ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قول ان لم تزد الخ مرفوع حدیث کا کلمہ انہیں ہے اور نہ مرفوع حدیث میں حکم

میں ہے پس یہ قابلِ حجت نہیں ابو عوانہؒ نے اس حدیث کا اخراج صحیحین کی طرح کیا لیکن اس کے آخر میں یہ زیادتی ہے وسمعتہ لاصلوٰۃ الا بفتح الکتاب (اور میں نے سنا آپ سے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا کہ ظاہر سیاق عبارت کا یہ ہے ہسمعتہ کے اندر ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوثی ہے فلعمدہ مرفوع شمار ہوگی۔ بخلاف محدثین کرامؒ کی ایک پوری جماعت کے کہ ان کی کتابوں میں یہ جملہ مذکور نہیں۔ پھر حافظ صاحبؒ نے فرمایا ہاں قول ما اسمعنا وما نفعی عنایہ مشعر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو ذکر کیا وہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ ہے۔ پس سب مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ (حافظ صاحبؒ کی عبارت ختم ہو گئی ہے) (قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں) کہ حافظ صاحبؒ کا یہ اشعار انتہائی پوشیدگی کے پردہ میں ہے باعتبار جمع حدیث کے پس اگر حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ان لم تزد الخ مرفوع ثابت ہو جائے تو ماتیس من القرآن والی احادیث کو فاتحہ سے زائد قراءۃ کو استحباب پر محمول کیا جائے گا قارئین کرام ہم نے بفضل اللہ تعالیٰ قاضی شوکانیؒ کی مکمل عبارت مع ترجمہ ذکر کر دی ہے جس سے مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلد کا جھوٹ اور عبارت کے ترجمہ میں تحریف بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مولانا اثری صاحبؒ کی عبارت دوبارہ ملاحظہ کریں۔

ولکنہ ضعیف کما عرفت وقد	لیکن یہ حدیثیں ضعیف ہیں جیسا کہ ہمیں معلوم
عورضت هذه الاحادیث بما فی	ہے اور بخاری اور مسلم وغیرہ کی احادیث ان کے
البخاری ومسلم وخیرهما (ذیل)	معارض ہیں۔
ص ۲۱۲ ج ۲ (توضیح الکلام	
ص ۱۳۹ ج ۱)	

اب یہاں ولکنہ ضمیر غائب واحد ہے جو راجع ہے حضرت ابو سعید الخدریؓ کی اس روایت کی طرف جو ابن ماجہ میں ہے جس کی تضعیف حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے علامہ شوکانیؒ پہلے بھی نقل کر چکے ہیں اور فرماتے ہیں کما عرفت (جیسا کہ تو پہلے معلوم کر چکا ہے) لیکن قربان جہئے غیر مقلدین حضرات کے محقق محدث مولانا ارشاد الحق صاحب اثری پر کہ وہ ترجمہ کرتے

ہیں۔ لیکن یہ حدیثیں ضعیف ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

قاضی شوکانی کے ہاں نمازادہ، فصاعدہ، و ماتیسرا حدیث ضعیف نہیں ہیں جیسا کہ پہلی عبارت میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا کارنامہ مولانا ارشاد الحق صاحب کا یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ کرتے ہیں "اور بخاری اور مسلم وغیرہ کی احادیث ان کے معارض ہیں" حالانکہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ کھلی تحریف ہے۔ بلکہ اس کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو راقم الحروف نے کیا ہے دوبارہ ملاحظہ ہو "اور بے شک ان احادیث کا معارضہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت کے ساتھ جو بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔ قاضی شوکانیؒ نے اس سے حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول ان لم یزد علی ام القرآن مراد لیا ہے۔ پھر فرمایا لیس مرفوعاً ولا ممالہ حکم الرفع فلا حجت فیہ۔ کہ یہ نکلانہ تو مرفوع حدیث کا حصہ ہے اور نہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ پس حجت کے قابل نہیں۔ لہذا احادیث، نمازادہ، فصاعدہ، ماتیسرا کے معارض کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔ قارئین کرام اندازہ کریں کہ بات کیا تھی۔ لیکن مولانا ارشاد الحق صاحب نے کیا سے کیا بنادی (سجاکم هذا بہتان عظیم) باقی نمازادہ، فصاعدہ، ماتیسرا والی احادیث کی تحقیق اپنے مقام پر آ رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جھوٹ نمبر 23: محمد بن عزیز ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "اور مسلمہ بن قاسم، ابن شایبہ، عقیلی اور سعید بن عثمان نے اسے ثقہ کہا ہے (تھذیب ص ۳۴۳، ۳۴۵ ج ۹) حاشیہ توضیح الکلام ص ۱۶۶ ج ۱) الجواب ابن شایبہؒ نے اس راوی کو ثقہ نہیں کہا یہ خالص جھوٹ ہے بلکہ تھذیب ص ۳۴۵ ج ۹ میں ہے وقال ابن شاکن کان احمد بن صالح المصری سنی الرأي فیہ اور محدث ابن شایبہؒ نے فرمایا کہ امام احمد بن صالح المصریؒ اس راوی کے بارے میں بری رائے رکھتے تھے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی مولانا ارشاد الحق صاحب بار بار جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 24: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مگر مؤلف احسن الکلام کو

عجیب بات سوچھی لکھتے ہیں کہ امام حاکمؒ نے "نہقٹی" کا مغالطہ تو ایسا نکالا کہ ان کو شاید لب کشائی کی ہمت ہی نہ رہے مگر خود انہوں نے سنن (نہقٹی) (ص ۱۵۹ ج ۲ میں ابو الولید کا جملہ ساقط کر دیا ہے (احسن ص ۲۸۳) حالانکہ امام حاکمؒ امام نہقٹیؒ کے استاد ہیں اور امام حاکمؒ کی وضاحت کے باوجود اپنے موقف پر ہیں کہ ابو الولید مجہول ہے (توضیح الکلام ص ۶۵۴ ج ۲) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "مولانا صفدر کا فرمانا کہ امام حاکمؒ نے امام نہقٹیؒ کا مغالطہ تو ایسا نکالا کہ شاید ان کو لب کشائی کی ہمت ہی نہ رہے الخ۔ حالانکہ امام نہقٹیؒ تو امام حاکمؒ کے بعد بھی اپنے موقف پر ہیں کہ ابو الولید مجہول ہے (توضیح الکلام ص ۶۵۵ ج ۲) الجواب مولانا ارشاد الحق کا یہ کہنا ہے کہ امام نہقٹیؒ اپنی موقف پر ہیں کہ ابو الولید مجہول ہے۔ یہ مولانا ارشاد الحق صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ الحمد للہ امام نہقٹیؒ نے اپنے سمت قبلہ کی طرف درست کر لی تھی چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب معرفۃ السنن و لا آثار ص ۸ ج ۳ تا ص ۹ میں حدیث من کان لہ امام فقراء الامام لہ قراءۃ تین سندوں سے بیان کی ہے جن میں امام نہقٹیؒ نے ابو الولید مجہول شخص کا واسطہ ذکر نہیں کیا بلکہ فرماتے ہیں عن ابی الولید وهو عبد اللہ بن شداد (معرفۃ السنن ص ۸ ج ۳) کہ ابو الولید اور وہ عبد اللہ بن شداد ہی ہے۔ یہ ہمارے شیخ مکرم محدث اعظم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم کی زندہ کرامت ہے۔ جزاواہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء فی الدارین۔

جھوٹ نمبر 25: مولانا ارشاد الحق صاحب حضرت عمرؓ کا ایک موقف اثن نقل کرنے

کے بعد لکھتے ہیں اور ابن جریرؒ کی جابرؒ تک سند صحیح ہے لیکن جابرؒ مستور ہے (توضیح الکلام ص ۲۲۰ ج ۱) الجواب: اثری صاحب کا اس سند کو جابرؒ تک صحیح کہنا خالص کذب بیانی ہے۔ اس لئے کہ اس کی سند میں سعید الجریؒ ہے جو غلط الحدیث ہے۔ مولانا عبد الرحمن مبارکپوریؒ غیر مقلد تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۵ ج ۳ میں لکھتے ہیں سعید بن ایاس ابو مسعود البصریؒ مٹھ من الخاسرۃ اختلط قبل موتہ ثلاث سنین۔ یعنی یہ راوی ثقہ ہے۔ اپنی موت سے تین سال قبل اختلاط کا شکار ہو گیا

تھا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب خود تحریر کرتے ہیں **اما المختلطون** فی اواخر اعمارهم مثل الجریری وسعید بن ابی عروبہ الخ توضیح الکلام ص ۳۶۸ ج ۲) یہاں مولانا اثری نے جریری کو مختلط الحدیث تسلیم کیا ہے اور مختلط الحدیث راوی کی حدیث ضعیف ہوتی ہے جبکہ اس کا شمار درجہ میں ابی بن علیہ ہے اور وہ قدیم السماع نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے عبد الاعلیٰ، عبد الوارث بشر بن الفضل کے بارے میں فرماتے ہیں وحولاء سمعوا منه قبل الاختلاط۔ ان راویوں نے سعید جریری سے قبل الاختلاط سماع کیا ہے (مقدمۃ فتح الباری ص ۴۰۵) پس ثابت ہوا کہ اثری صاحب جھوٹ بولنے میں کوئی خاص عار محسوس نہیں کرتے۔

جھوٹ نمبر 26: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "پھر کیا مولانا صفدر صاحب نے اس پر غور فرمایا کہ ولید بن مسلمؒ بقیۃ بن الولید علاء بن عبد الرحمن محمد بن مبارک کھول وغیرہ بھی تو صحاح ستہ کے راوی ہیں (توضیح الکلام ص ۱۱ ج ۲) الجواب ان مذکورہ راویوں میں سے بقیۃ علاء و کھول صحاح ستہ کے راوی نہیں۔ ان کو صحاح ستہ کا راوی کہنا مولانا ارشاد الحق صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ جبکہ یہ تینوں راوی صحیح بخاری کے راوی نہیں بلکہ بقیۃ راوی کو تو مسلم شریف میں صرف شواہد میں ذکر کیا گیا ہے امام مسلمؒ نے اس سے احتجاف نہیں کیا۔ دیکھئے توضیح الکلام ص ۲۳۹ ج ۱، ص ۳۱۷ ج ۱) کسی نے سچ کہا ہے کہ دروغ گور حافظہ ناشد۔

جھوٹ نمبر 27: مولانا ارشاد الحق صاحب امام سعید بن المسیب کا اثر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں لیجئے ہم سند پیش کرتے ہیں امام ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ حدثنا عباد عن سعید عن قتادۃ عن سعید بن المسیب ان قال یقرأ الامام ومن خلفه فی الظلم والعصر بفتاح الکتاب (مصنف عبد الرزاق ص ۳۷۷ ج ۱) کہ امام اور متقدمی ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ پڑھیں عباد سے مراد عباد بن عوام ہیں اور سعید بن ابی عروبہ اور یہ دونوں بالاتفاق ائمہ ہیں البتہ قتادہ مدلس ہے اور روایت متعنعن ہے مگر مولانا صفدر کے ہاں تو اس کی تالیس معنی نہیں (توضیح ص ۵۵۵ ج ۱)

الجواب مولانا اثری صاحب نے سند ابن ابی شیبہ سے پیش کی ہے اور حوالہ مصنف عبدالرزاق کا پیش کیا ہے۔ کسی نے ایسے موقع پر کہا ہے۔ بول میاں مٹھو چل چل۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا یہ فرمانا کہ عباد اور سعید بن ابی عروبہ بالاتفاق ثقہ ہیں البتہ قتادہ مدلس ہے۔ اسکا مطلب یہ نکلا کہ سعید بن عروبہ نہ تو مدلس ہے اور نہ مختلط الحدیث ہے اور اس طرح عباد بن عوام پر بھی کوئی اعتراض نہیں حالانکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ عباد بن عوام کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ مضطرب الحدیث عن سعید بن ابی عروبہ (تحدیب التحذیب ص ۹۹ ج ۵) کہ عباد بن عوام سعید بن ابی عروبہ سے روایت کرنے میں مضطرب الحدیث ہیں۔ یاد رہے یہ اثر بھی سعید بن ابی عروبہ سے روایت کر رہے ہیں۔ محدث ابن سعد فرماتے ہیں "کان یشیع فاخذ حارون فسه ثم غلی عنه (تحدیب ص ۹۹ ج ۵) کہ عباد بن عوام شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ حارون رشید نے اس کو قید خانے میں ڈالا تھا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اور سعید بن ابی عروبہ مدلس و مختلط الحدیث ہے چنانچہ مولانا مہار کپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تقریب التحذیب میں کہا ہے کہ سعید بن ابی عروبہ بہت مدلس کرنے والا ہے اور اختلاط کا شکار بھی ہو گیا تھا۔ (آھ) اور اس روایت کو اس نے قتادہ سے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور قتادہ بھی مدلس ہے۔

قال الحافظ في التقریب كثير التذليل واختلط (انتهی) ورواه هو عن قتاده بالعمنة و قتادة ايضا مدلس (ابکار المنن ص ۹۷)

خود مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "ذرا غور فرمائیے مختلط راویوں میں ایک سعید بن ابی عروبہ ہیں (توضیح الکلام ص ۴۶۷ ج ۲) نیز تحریر کرتے ہیں "واما المختلطون فی اواخر اعمارهم مثل الجریری وسعید بن ابی عروبہ (توضیح ص ۴۶۸ ج ۲) جب مولانا ارشاد الحق صاحب سعید بن ابی عروبہ کو مختلط الحدیث مانتے ہیں تو جھوٹ بولنے کے بجائے سچی بات کہہ دیتے کہ یہ اثر ڈبل ضعیف ہے۔

حجوت نمبر 28: مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں "مولانا ظفر احمد عثمانی

مرحوم علامہ قرشیؒ کی تقلید میں ابوالزیر کو مدلس قرار دیتے ہیں مگر مولانا صفدر صاحب انہیں سرے سے مدلس ہی نہیں تسلیم کرتے (احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ص ۴۷ تا ۷۵) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے ورنہ مولانا صفدر صاحب دام مجدہم ابوالزیر کی مدلیس کا انکار نہیں کیا بلکہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔ پہلے توجیہ انظر کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔ کہ ابوالزیر کا شمار ان مدلسین میں ہے جن کی مدلیس کسی صورت مضر نہیں (احسن الکلام ص ۲۷۵ ج ۲ طبع دوم) اور اس سے پہلے (احسن الکلام ص ۲۰۲ ج ۱) میں ابوالزیر کا شمار ان مدلسین میں کرتے ہیں۔ جن کی مدلیس معزز نہیں چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں لیکن ابوالزیر کی مدلیس کا یہ خواب کسی صورت صحیح نہیں ائمہ فن اور علماء احناف کی تصریحات آپ کے سامنے ہیں (توضیح الکلام ص ۶۱ ج ۲)

حجوت نمبر 29: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ماصدقہ بن خالد سے هشام

بن عمار نے اور جزء القراءة ص ۸ میں امام بخاریؒ نے یہی روایت بیان کی ہے (توضیح ص ۳۲۷ ج ۱) (۲) اور محمد بن مبارک کے امام بخاریؒ اور هشام متابع ہیں (توضیح ص ۳۲۷ ج ۱ ص ۳۲۸) (۳) اور زیر بحث روایت میں صدقہ سے روایت کرنے والا تنہا غریب۔ محض ہی نہیں بلکہ محمد بن مبارک، هشام بن عمار اور امام بخاریؒ بھی ہیں (توضیح ص ۳۲۹ ج ۱)۔ الجواب: امام بخاریؒ جب صدقہ بن خالد کے شاگرد نہیں بن سکتے وہ محمد بن مبارک کے متابع کیسے بن سکتے ہیں۔ چنانچہ صدقہ بن خالد کی وفات ۷۰ھ یا ۷۱ھ یا ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ جبکہ امام بخاریؒ کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے تو وہ صدقہ بن خالد کا شاگرد کیسے بن سکتا ہے۔ چنانچہ جزء القراءة میں حدیث البخاری قال حدثنا صدقہ بن خالد مذکور ہے جو بالکل غلط ہے۔ حاشیہ و تعلق میں معنی صاحب لکھتے ہیں الصواب حدثنا البخاری قال حدثني هشام بن عمار

نا صدقۃ بن خالد الخ کما فی خلق افعال العباد للؤلؤف (حاشیہ
جزء القراءة ص ۱۸ حدیث نمبر ۳۳) یعنی امام بخاریؒ نے اپنی
کتاب خلق افعال العباد میں بواسطہ هشام بن عمار صدقہ بن
خالد سے روایت کی ہے۔ حضرت مولانا ارشاد الحق صاحب
غیر مقلد نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ کہ امام بخاریؒ محمد بن
مبارک کے متابع ہیں توضیح الکلام جھوٹ اور ہیر پھیر و
تضادات کا مجموعہ ہے۔

جھوٹ نمبر 30: امام اوزاعیؒ کا اثرباعین کے عنوان کے تحت توضیح ص ۵۵۶ ج ۱
میں ذکر کیا ہے نیز دیکھئے توضیح ص ۷۶ ج ۲۔ پھر توضیح ص ۵۱ ج ۲ میں لکھتے ہیں "امام بکول"
امام سعید بن جبیر حسن بصری مجاہد اوزاعیؒ عروہ بن زبیر وغیرہ ایسے جلیل القدر تابعین کی آراء الخ
اس مقام پر بھی امام اوزاعیؒ کو جلیل القدر تابعین میں شمار کیا ہے۔ الجواب امام عبدالرحمن اوزاعیؒ
تابعین میں سے نہیں بلکہ تبع تابعین میں سے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ غیر مقلد اتباع تابعین کے عنوان کے تحت لیٹ بن
بعد امام اوزاعیؒ اور عبداللہ بن مبارک کے مسلک کا ذکر کرتے ہیں ملاحظہ ہو تحقیق الکلام ص ۱۱۱ ج
(۱) امام عبدالرحمن اوزاعیؒ کی پیدائش ۸۸ھ ہے۔ وفات ۱۵۱ھ یا ۱۵۵ھ یا ۱۵۶ھ یا ۱۵۸ھ دیکھئے
تہذیب التہذیب ص ۲۴۰ تا ص ۲۴۶ ج ۶) فلہذا امام عبدالرحمن اوزاعیؒ کو تابعین میں شمار کرنا
مولانا ارشاد الحق صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ خود مولانا موصوف امام اوزاعیؒ کو اتباع
متابعین کے تحت ذکر کر چکے ہیں (توضیح ص ۵۳ ج ۱)۔

جھوٹ نمبر 31: مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں "پھر امام یحییٰؒ
طاوہ امام بخاریؒ ابن خزمہ دارقطنیؒ ابویٰ نسا بوریؒ ابویکبر الاثرم وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ یہ

مجاہد فاتحہ کے بغیر رکعت کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں تو نماز کے اعادہ کا حکم کچھ عجیب نہیں۔ پھر اس اثر سے مطلق قراءۃ کا اعتراض بھی ختم ہوا۔ اس اثر پر پہلے ہم بحث کر آئے ہیں (توضیح الکلام ص ۵۳۵ ج ۱) الجواب پہلی بات تو یہ ہے کہ امام مجاہد کا پہلا قول کہ جب مقتدی امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرے تو نماز کو لوٹائے۔ یہ بالکل بے سند قول ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مؤلف احسن الکلام لکھتے ہیں "امام بخاری نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی بغیر سند کے کون سنتا ہے (احسن ص ۱۳۹) توضیح ص ۳۶۷ ج ۱) دوسری بات کہ امام مجاہد کا دوسرا قول جس کے بارے میں مولانا ارشاد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ "بالا سنا نقل کرتے ہیں" یہ جھوٹ ہے اس کی سند متصل نہیں بلکہ منقطع ہے چنانچہ ملاحظہ ہو وقال ابن علیہ عن لیث عن مجاہد ان انس فاتی الکتاب لا تعد تک الرکعت (جزء البخاری ص ۱۶۱ اثر المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور) ابن علیہ کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم الاسدی مولانا ابوبشر البصری المعروف بابن علیہ ہے۔ تھذیب ص ۲۷۵ ج ۱ ان کی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی تھذیب ص ۲۷۷ ج ۱ جبکہ امام بخاری کی پیدائش ۱۹۳ھ میں ہوئی ہے۔ یعنی ابن علیہ کی وفات کے ایک سال بعد پیدا ہوئے فلہذا اس کو بالا سنا کہنا درست نہیں بلکہ اس کو تعلیقاً یا معلقاً کہنا درست تھا پھر اس منقطع سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم واقع ہے جو کہ ضعیف و مدلس ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب (ایک مقام پر) لکھتے ہیں حالانکہ یہ اثر بھی لیث بن ابی سلیم ہی کے واسطے سے منقول ہے اور یہاں یہ (احناف) حضرات نصرت مذہب میں اس کی سند کو صحیح فرما رہے ہیں مگر ہمارے نزدیک وہ احتجاج کے قابل نہیں البتہ متابعت میں اس کی روایت مقبول ہے۔ (توضیح ص ۳۸۶ ج ۱ ص ۳۸۷) پھر اثری صاحب نے متن میں تحریف کر دی ہے اصل لفظ لا تعد تک الرکعت تھے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کئے ہیں۔ جس کا معنی بنتا ہے اس رکعت کا تو اعادہ نہ کر۔ لیکن جزء القراءۃ کے (حاشیہ) پر ایک نسخہ لایا تھا جس کا معنی بنتا ہے کہ یہ رکعت شمار نہ ہوگی اس لئے اثری صاحب نے تحریف

کا ارتکاب کرتے ہوئے متن سے لاتعد کوکاٹ کر لاتعد کے بجائے اپنی طرف سے لاتعد بنا دیا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) (اثری صاحب کا یہ کہنا) ہم اس اثر پر بحث کر آئے ہیں یہ بھی دھوکہ ہے۔ اس اثر کی سند اور متن پر اثری صاحب نے پوری بحث نہیں کی چنانچہ لکھتے ہیں (امام مجاہد کا اثر) فرماتے ہیں کہ جب سورہ فاتحہ بھول جائے تو اس رکعت کا کوئی اعتبار نہیں (جزء القراءة ص ۸) مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں لیٹ ضعیف ہے پھر ہے بھی مجاہد کا قول (مصلحہ ص ۴۳ جلد ۲) جواب بلاشبہ لیٹ پر محدثین نے کلام ہے۔ مگر خود امام بخاری کا قول ہے۔ صدوق بحکم اور حافظ ابن حجر کے نزدیک اعدل الاقوال یہ ہے۔

صدوق المختلط اخیراً ولم یتمیز حدیثہ فترک (تقریب ص ۴۳۲)
یعنی صدوق ہے مگر آخر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا اسی بناء پر اس کی صحیح اور ضعیف حدیثوں میں تمیز نہیں ہو سکتی اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔

مگر امام بخاری کے متعلق ہے کہ وہ ایسے راوی کی وہی روایت لیتے ہیں جس کے متعلق انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ اس کی صحیح روایات میں سے ہے دیکھیے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جسے امام بخاری صدوق کہتے ہیں دیگر اہل علم نے اس پر کلام کیا ہے اور سنی الحفظ فرمایا ہے امام صاحب فرماتے ہیں۔

صدوق لا یعرف صحیح حدیثہ من سقیمہ ولا اروی عنہ شیاً (جامع ترمذی مع التحفہ ص ۳۷ ج ۲)
یعنی وہ صدوق ہیں اس کی صحیح اور ضعیف احادیث میں تمیز نہیں ہو سکتی اس لئے اس نے اس سے کوئی بھی روایت نہیں لی۔

بناء بریں لیٹ کی روایت کو امام صاحب نے اگر قبول کیا ہے تو یہ دلیل ہے کہ وہ اس کی صحیح اور ضعیف روایات میں تمیز کرتے ہیں اور یہ ان کی صحیح روایات میں سے ہے (الی ان قال) اب قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام بخاری کے ان ذکر کردہ آثار پر جو عمل جراحی فرمایا ہے کس قدر حقیقت پسندانہ ہے۔ بلاشبہ دلائل اور اصول کی روشنی میں یہ آثار صحیح ہیں (توضیح الکلام ص ۱۳۹ ج ۱)

الجواب اول بات تو یہ ہے کہ اثری صاحب نے چونکہ جزء القراءة کے متن میں تحریف کی ہے اصل میں تھا لا تعد تکم الرکعت (اس رکعت کا اعادہ نہ کر) مگر اثری نے متن سے عبارت نکال کر حاشیہ پر جو کسی مجہول شخص نے لکھا تھا وہی نسخہ لایا۔ تو اس کو متن میں گھسودیا۔ اسی بناء پر ترجمہ بھی غلط کیا اور کمال کی بات یہ ہے کہ اختلاف نسخہ کا نام تک نہ لیا دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے شیخ مکرم دام مجدہم نے مجاہد کے اثر پر جو بنیادی اعتراض تھا وہ نہیں کیا۔ وہ یہ کہ امام بخاری نے اس کو وقال ابن علیہ عن لیث سے بیان کیا ہے اور ابن علیہ کی وفات کے ایک سال بعد امام بخاری پیدا ہوئے ہیں تو یہ اثر منقطع و معلق ہے جو کہ ضعیف روایت کی قسم ہے مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "حافظ ابن حجرؒ نے اپنے التلک میں صحیح بخاری کی معلق روایات کے بارے میں بڑی نفیس بحث کی ہے اور اس کی تعلیقات کی اقسام بیان کرتے ہوئے ایک قسم "التعلیق الجازم الذی یضعف بسبب الانقطاع" ذکر کی ہے۔

کہ امام بخاریؒ کبھی کبھی بالجزم ایسی معلق روایت بھی لاتے ہیں جو انقطاع کی بناء پر ضعیف ہوتی ہے۔ (توضیح الکام ص ۵۷۶ ج ۲) معلق روایات تو امام بخاریؒ کے مقصود سے خارج ہیں۔ انہیں وہ بطور تنبیہ ذکر کرتے ہیں ان سے استدلال و احتجاج مقصود نہیں (توضیح ص ۵۷۷ ج ۲) تیسری بات یہ ہے کہ لیث بن ابی سلیم کی روایت امام بخاریؒ کے ہاں اگر صحیح ہوتی ہے تو کیا امام بخاریؒ کی تمام کتابوں میں اس کا یہی حکم ہے یا صرف جزء القراءة میں اگر صرف جزء القراءة میں یہ ضابطہ چلتا ہے۔ تو پھر جزء القراءة میں چار مقامات پر جعفر بن میمون کی روایت و ما زاد ص ۳ و نماز اوص ۲۵، ص ۲۹، ص ۱۷ موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سے احتجاج کیا ہے جبکہ اثری صاحب نے اس حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا بلکہ جعفر بن میمون پر جرح کی ہے تو کیا یہ ضوابط ہم پر لاگو کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اس طرح ابن عثمان کی معصن روایت اور ابوالثریر عن جابرؓ کی معصن روایت سے جزء القراءة میں احتجاج کیا

گیا ہے۔ دیکھئے علی الترتیب ص ۳۰، ص ۳۶ ناشر المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور۔ چوتھی بات مجاہد کے اثر سمیت یہ لکھنا کہ یہ آثار صحیح ہیں "خالص جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 33: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "بالشبہ بہت سے محدثین نے

اس (ابن لہیعہ) پر جرح کی ہے مگر توثیق کرنے والوں میں امام مالک امام احمدؒ۔ عبد اللہ بن وہب احمد بن صالح اور ابن عدی شامل ہیں جیسا کہ تھذیب اور میزان الاعتدال میں ہے (توضیح الکام ص ۱۹ ج ۱) الجواب باقی حضرات کے (اقوال کے) متعلق توفی الحال ہم بحث نہیں کرتے البتہ ابن عدی کے متعلق عرض یہ ہے کہ ابن عدی فرماتے ہیں حدیث کا نہ نسیان وحو من ینکب حدیث (تھذیب ص ۹ ج ۵) ابن لہیعہ کی حدیث گویا نسیان ہی نسیان ہے اور یہ ان راویوں میں سے ہے جس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے۔ اور میزان الاعتدال ص ۳۸۳ ج ۲) میں ابن لہیعہ کی ایک روایت کے بارے میں ہے۔

وقال ابن عدی لعل البلاء فیہ من
ابن لہیعة فانہ مفراط فی التشیع

کہ امام ابن عدی نے فرمایا شاید مصیبت ابن
لہیعہ کی جانب سے ہے کیونکہ یہ غالی شیعہ ہے۔

قارئین کرام اندازہ کریں کہ امام ابن عدیؒ ابن لہیعہ پر جرح کرتے ہیں مگر مولانا ارشاد الحق صاحب جھوٹ بولتے ہوئے انکو ابن لہیعہ کی توثیق کرنے والوں میں شمار کرتے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔

جھوٹ نمبر 34: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا

اثر۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے متعدد اسانید کے ساتھ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ ثابت ہے (۱) عبد اللہ بن زیاد المدنی فرماتے ہیں۔ صلیت الی جب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خلف الامام فسمعتہ یقرأ فی الظہر والحصر کتاب القراءۃ ص ۶۳ کتاب الثقات لابن حبان ص ۵۸، ۵۷ ج ۵ ترجمہ عبد اللہ الاسدی کتاب الکلی ص ۱۱۱ جلد ۲ جز ۲، القراءۃ ص ۱۸ السنن الکبریٰ

ص ۱۶۹ ج ۲ طحاوی ص ۱۲۳ ج ۱) یہ روایت سند کے اعتبار بالکل صحیح ہے۔ (الی ان قال) جبکہ طحاوی ص ۱۲۳ ج ۱) یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے (الی ان قال) جبکہ طحاوی ص ۱۲۳ ج ۱ باب القراءۃ فی الظہر والعصر میں شعبہ بھی اشعث سے یہی روایت بیان کرتے ہیں ابذا شریک اس میں منفرد نہیں ہے۔ (توضیح ص ۴۸۳ ج ۱) علاوہ ازیں جب شریک کے علاوہ امام شعبہ اس روایت کو اشعث سے بیان کرتے ہیں تو پھر اس حدیث کی محنت میں کیا شک رہ جاتا ہے (توضیح ص ۴۸۵ ج ۱) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے "خالص جھوٹ ہے۔ نیز یہ کہنا کہ شعبہ بھی اس روایت کو اشعث سے بیان کرتے ہیں "یہ خالص دھوکہ ہے کیونکہ شعبہ کی روایت میں خلف الامام کا لفظ نہیں ہے۔ چنانچہ طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱ میں ہے شعبۃ عن اشعث بن ابی الشعثاء قال سمعت ابامریم الاسدی یقول سمعت ابن مسعود یقرأ فی الظہر (یعنی ابومریم الاسدی نے فرمایا کہ میں نے ابن مسعود سے سنا وہ ظہر کی نماز میں قراءۃ کر رہے تھے) اس لئے میاں ارشاد الحق نے طحاوی کی روایت پیش نہیں کی صرف حوالہ دے دیا تاکہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالا جائے کہ شعبہ بھی روایت کرتے ہیں تو شریک اکیلا نہ ہوا (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) شریک راوی مدلس ہے اور روایت عن سے کی ہے مولانا ارشاد الحق صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "یہ روایت نہ مرسلہ درست نہ مسندہ کہ اس میں شریک راوی مدلس ہے۔ (آئندہ انکو دکھایا تو برامان گئے ص ۶۲) ماشاء اللہ مولانا موصوف نے اپنے قول پر خود بول کر دیا ہے۔ ع اے الفت چمن تیرا خانہ خراب ہو۔

حجوت نمبر 35: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "لیکن مؤلف (الحسن الکلام)

نے اس پر بھی غور فرمایا کہ ابن العربی تو آیت "واذا قرأ القرآن" کو خطبہ کیلئے فرض قرار دیتے ہوئے اس (دو گانہ درمیان خطبہ کی) حدیث کو اس کے معارض قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں الاول قوله واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لکیف یرک الغرض الذی شرع الامام فیہ الخ)

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابن العربی فرضی اور وجوبی طور پر اس آیت کو خطبہ کا مصداق قرار دیتے ہیں مگر معترض (مولانا صفدر صاحب) نماز کے علاوہ یہ حکم صرف استحباً ہی سمجھتے ہیں (توضیح الکلام ص ۱۸۳ ج ۲ ص ۱۸۴) الجواب: جھوٹ بولنا سخت حرام ہے مگر مولانا ارشاد الحق صاحب کی عادت شریفہ جھوٹ بولنے کی خبیثت کرنے کی تحریف کا ارتکاب کرنے کے تضاد کا ارتکاب کرنے پر مجبور ہے۔ مولانا المکرم شیخ محترم محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۱۸۱ ج ۱ میں لکھتے ہیں رہا وہ شخص جس نے مطلقاً امام کی اقتداء نہ کی ہو یا ابھی اقتداء کرنے کا ارادہ ہی کر رہا ہو تو وہ شخص اس آیت کا مخاطب نہیں ہے "یہ تھی احسن الکلام کی عبارت جس سے اثری صاحب نے دھوکہ دیا ہے حالانکہ اس میں خطبہ جمعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ مؤلف احسن الکلام ص ۱۸۴ ج ۱ میں لکھتے ہیں "یہ تحقیق نقل کی جا چکی ہے کہ آیت کا نشان نزول صرف نماز ہے نزول آیت کے وقت خطبہ کا وجود بھی نہ تھا۔ ہاں عموم الفاظ میں خطبہ بھی شامل ہے۔ نیز لکھتے ہیں "امام قاضی خان لکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کا بیان ہے کہ خطبہ کی حالت میں درود شریف پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ استماع اور انصات ضروری اور فرض ہے اور سامع کو خطبہ کے لئے نہایت خاموشی سے توجہ کرنی چاہیے اور درود شریف کا پڑھنا اس کے بعد بھی ممکن ہے (خانہ ص ۸۷ ج ۱) احسن الکلام ص ۱۸۴ ج ۲ ص ۱۸۵) قارئین کرام اس واضح عبارت سے ثابت ہوا کہ علامہ ابن العربی اور ہمارے شیخ مکرم مولانا صفدر صاحب دام مجدہم کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں۔ اس کو تضاد بنانا محض مولانا ارشاد صاحب کے ذہن کا فساد ہے۔

جھوٹ نمبر 36: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں (مولانا امیر علی حنفی تقریب

کے حاشیہ تعقیب میں لکھتے ہیں۔

صدق كما قال المصنف و اذا المن
التدليس منه فهو حجة في رواية
المتقدمين عنه فانها قبل التخليط

کہ جعفر بن مصنف (ابن حجر) نے کہا کہ وہ (ابن
لصید) صدوق ہے جب ۲۰۰ تالیفیں نہ کرے اور
حقہ میں اس سے روایت کریں تو وہ حجت ہے انکی
روایت تخلیط سے پہلے کی ہے۔

وہ ائمہ متقدمین کون ہیں، امام ابن حبانؒ ہی سے موصوف نقل کرتے ہیں۔

وكان اصحابنا يقولون من سمع
منه قبل الاحتراق فصحيح
كالعبادته عبدالله بن وهب وابن
المبارك وابن يزيد المقرئ وابن
مسلمة القعنبي۔

کہ ہمارے اصحاب (یعنی محدثین) فرماتے ہیں
جس نے اس سے کتب جل جانے سے پہلے سنا
ہے انکا سماع صحیح ہے جیسے کہ عبداللہ بن وہب
ابن مبارک ابن یزید مقرئ، اور ابن مسلمہ
قعنبی کی روایات ہیں۔

امام ابن حبانؒ کا یہ کلام کتاب البحر وحسن ص ۱۱ ج ۲ میزان الاعتدال ص ۴۸۲ ج ۲
تحذیب التہذیب ص ۳۷۹ ج ۵ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے (توضیح الکلام ص ۱۹۷ ج ۱ ص
۱۹۸) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ ائمہ فن کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن
لحیجہ سے جب عبادلہ اربعہ روایت کریں اور وہ روایت معصن نہ ہو تو وہ روایت عند الاحناف بھی
قابل حجت ہے۔ امام ابن حبانؒ جن سے مولانا صفدر صاحب نے ابن لہیعہ کو واجب
اترک لکھا ہے ان کا بھی یہی فیصلہ ہے (توضیح ص ۱۹۸ ج ۱ ص ۱۹۹) الجواب اول بات تو یہ
ہے کہ مولانا امیر علی غیر مقلد ہے حنفی نہیں ہے یہ بہت بڑا دھوکہ باز ہے۔ ہدایہ کا ترجمہ میں
الحدایہ لکھا ہے اور اس میں اپنے مذہب کا پرچار کیا ہے۔ ترجمہ اصل کا عین کیسے ہو سکتا ہے اور
فتاویٰ عالمگیریہ کا اردو ترجمہ کیا ہے اور اس کے مقدمہ میں اپنے مذہب کا پرچار کیا ہے۔ مولانا محمد
احق بھی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ مولانا سید امیر علی نے رجب ۱۳۳۷ھ میں لکھنؤ میں انتقال کیا۔
مسکداہل حدیث تھے (برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ ص ۳۵۰) اور اس کتاب کے حاشیہ ص ۳۵۰
میں مولانا امیر علی کے ترجمہ کے لئے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے (نزدہ الخواطر ص ۷۵ ج ۸ ص
۶ اور علمی اجالے ص ۶۲ مؤلف امیر حسن نورانی استاذ ادبیات اسلامیہ کان لکھنؤ راجہ رام بک ڈپو
وارث ٹولٹو لکھنؤ مطبوعہ ۱۹۵۹ء) مولانا ارشاد الحق صاحب کا مولانا امیر علی کو حنفی لکھتے خالص
حبوٹ ہے بلکہ مولانا ارشاد الحق صاحب نے حنفی اکابر کی آراء کے تحت مولانا امیر علی حنفی کا ذکر

کیا ہے دیکھئے توضیح الکلام ص ۲۸۶ ق ۱) جبکہ امیر علی حنفی ہی نہیں تو اکابر احناف میں اسکا شمار کیسے درست ہوگا اس کم عقل غیر مقلد نے حضرت امام ابو حنیفہ کا ترجمہ ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو فی کو امام نسائی اور دار قطنی اور ابن عدی نے حافظ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

نعمان بن ثابت ابو حنیفہ الکوفی
ضعیف، النسائی من قبل حفظه
والدارقطنی وابن عدی الخ
تعقيب التقريب والتذنيب
للتعقيب نشر السنه الفضل
مارکیت اردو بازار لاہور ص ۵۲۴

اس امیر علی نے اپنی سند حدیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

اور جان لے کہ بے شک میری اسناد شیخ امام مصنف ابن حجر رحمہ اللہ تک ہمارے شیخ امام شرف الانام زاہد عابد عالم ربانی وہ کہ جس جیسے شخص میری ان دو آنکھوں نے نہیں دیکھا مولانا سید ندیر حسن دہلوی ہیں۔ ان کی سند امام محمد باقر سے ان کی امام کامل شاہ عبدالعزیز سے ان کی سند اپنے باپ امام احمد شاہ ولی اللہ سے مشہور متصل سند سے جو انکے مشائخ اعلام سے ہے ابن حجر تک پہنچتی ہے۔ (۲) دوسری میری اسناد ہمارے شیخ امام نور ساری حسین بن محسن الیمانی الانصاری سے اس سند سے جو ان کے مشائخ اعلام حازمی و شوکانی و اہل سے ہے جیسا کہ میری سندوں میں موجود ہے۔

واعلم ان اسنادی اتصل الی
الشیخ الامام المصنف (ای ابن
حجر) رحمه الله عن شيخنا
الامام شرف الانام الزاهد العابد
العالم الرباني الذي ما احسبني
رايت مثله بعيني هاتين مولانا
السيد نذير حسين الدهلوي عن
الامام محمد اسحق عن الامام
الكامل عبدالعزيز عن ابيه الامام
احمد ولي الله باسناد المتصل
المعروف عن مشائخه الاعلام
الى المصنف وايضاً اتصل
اسنادی عن شيخنا الامام النور
الساري الحسين بن محسن
اليماني الانصاري باسناد عن
مشائخه الاعلام الحازمي و
الشوكانی و الاهل كما هو ثبت
فی اسانیدی (التذنيب لتعقيب
التقريب ص ۴۴)

یعنی مولانا امیر علی نے اپنی سند حدیث دو استادوں سے بیان کی ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں اور

ان کو بڑے القاب سے نوازا ہے۔ جبکہ ابو حنیفہ کو فی کبکراس پر جرح نقل کی ہے۔ (نوٹ) امیر
 مہی کی سند کا سلسلہ ایک غیر مقلد استاد سے چلا لیکن پھر اس کا دار و مدار مقلدین حضرات پر ہوا تو
 غیر مقلدین کی سند ابن حجر تک مقلدین حضرات کے ذریعے سے پہنچتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تک ان کا تعلق و سلسلہ سند بغیر مقلدین حضرات کے نہیں ہو سکتا لہذا غیر مقلدین
 حضرات دل سے سوچیں کہ وہ اپنے فتویٰ کے لحاظ سے کون ہوئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا ارشاد الحق صاحب کا یہ لکھنا "امام ابن حبان کا یہ کلام
 کتاب الحجر و حین ص ۱۱۲ میزان الاعتدال ص ۳۸۲ ج ۲ تہذیب التہذیب ص ۳۷۹ ج ۵ میں
 دیکھا جاسکتا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۱۹۸ ج ۱) ہم نے تہذیب التہذیب ص ۳۷۹ ج ۵ میں
 دیکھا تو جناب اثری کا حوالہ موجود نہیں ہے "دروغ گور حافظہ نباشد" بلکہ ابن حبان کا قول
 اثری صاحب کے خلاف موجود ہے۔ جیسا ہم ابھی ذکر کریں گے۔ تیسری بات مولانا ارشاد الحق
 صاحب اثری کا یہ لکھنا "ائمہ فن کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن لہیعہ سے
 جب عبدالہ اربعہ روایت کریں اور وہ روایت معنعن نہ ہو تو وہ روایت عند الاحناف بھی قابل
 حجت ہے۔ امام ابن حبان جن سے مولانا صفدر صاحب نے ابن لہیعہ کو واجب الترمذ لکھا ہے
 ان کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ (توضیح ص ۱۹۸ ج ۱ ص ۱۹۹)۔ الجواب امام ابن حبان نے بے شک
 اپنے اصحاب سے یہ نقل کیا ہے کہ جب عبدالہ اربعہ ابن لہیعہ سے روایت کریں تو وہ روایت
 حجت ہے لیکن امام ابن حبان کا اپنا یہ فیصلہ نہیں اثری صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔ انکا اپنا
 فیصلہ ملاحظہ ہو۔

اور امام ابن حبان نے فرمایا کہ میں نے ابن لہیعہ
 کی احادیث کی جانچ پڑتال کی تو میں نے اس کو
 دیکھا کہ وہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے تھے
 راویوں کا نام ذکر کر دیتا ہے۔ جنکو اس نے دیکھا
 ہوتا ہے پھر جو حدیث اس پر پیش کی جائے اسکو
 پڑھ دیتا ہے چاہے اس کی حدیث سے ہو یا نہ ہو

وقال ابن حبان سبرت اخباره فرأيت
 يدلس عن اقوام ضعفاء على اقوام
 ثقات قدر أهم ثم كان لا يبالي ما
 دفع اليه قرأه سواء كان من حديثه
 أو لم يكن فرجب التنكب عن رواية
 المتقدمين عنه قبل احتراق كتبه
 لما فيها من الاخبار المملسة عن
 المتروكين الخ تهذيب التهذيب
 ص ۳۷۹ ج ۵

پس واجب ہے، چنانچہ مقتدین کی حدیث سے جو ان متقدمین نے ابن لہیعہ سے اس کی کتابیں جل جانے سے پہلے روایت کی ہے کیونکہ ان حدیثوں میں مدلس روایتیں متروک قسم کے راویوں سے منقول ہیں اور میزان الاعتدال ص ۴۸۲ ج ۲ میں ہے۔

قال ابن حبان قد سیرت اخباره
فی روایتہ المتقدمین و المتأخرین
عنه فرآیت التعلیل فی روایة
التماخرین عنه موجودا و مالا
اصل له فی روایة المتقدمین
کثیرا۔

کہ ابن حبان نے فرمایا کہ بے شک میں نے ابن لہیعہ کی احادیث کو پرکھا ہے متقدمین اور متأخرین دونوں کی روایات کو جو ابن لہیعہ سے روایت کرتے ہیں و تاخرین کی روایت تخلیط میں موجود ہے اور حقیقت میں کی روایات تو بہت بے اصل ہیں (یعنی من گھڑت ہیں)

پس ہمارے شیخ مکرم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم کا ابن حبان سے نقل کرنا کہ ابن لہیعہ سے روایت واجب الترمذی ہے صحیح و درست ثابت ہوا جھوٹ کہنے سے جن کو عارضیں ان کے مذہب کا کوئی اعتبار نہیں۔

حجوت نمبر 37: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کس قدر صحیح ہے۔ جبکہ الٹی بیہمی و بھم کہ کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے (توضیح الکلام ص ۱۲۳ ج ۱) الجواب: اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے یہ حدیث ابوداؤد ص ۳۳۳ ج ۲ باب فی الھوئی میں آتی ہے اس کی سند میں بقیہ عن ابی بکر بن ابی مریم واقع ہیں جو کہ دونوں ضعیف ہیں بقیہ مدلس تھے اور روایت عن سے ہے لہذا مقبول نہیں ہے اور ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم الغسانی الشامی کے متعلق تقریب التحدیب میں ابن حجر لکھتے ہیں ضعیف و کان قد مرق پیتہ فاخطل۔ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ اس کے گھر میں چوری ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اس کا عقل خلط ملط کا شکار ہو گیا۔

حجوت نمبر 38: مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں اور جن محدثین نے اسے (حدیث من کان له امام فقراء الامام له قراءة) بوجہ ارسال ضعیف کہا ہے

تقریباً وہ سبھی حضرات عبادۃ کی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دیتے ہیں (توضیح ص ۵۳۲ ج ۲) امام بخاریؒ دونوں کو غیر ثابت مانتے ہیں (جزء القراءۃ ص ۸، ص ۴۰) محدث ابن عبدالبرؒ بھی دونوں روایتوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں (تمہید ابن عبدالبر ص ۴۶ ج ۱۱) امام ابو حاتمؒ بھی ابن اسحاقؒ کو ضعیف قرار دیتے ہیں علامہ ابن الجوزیؒ بھی ابن اسحاقؒ کو ضعیف و کذاب قرار دیتے ہیں فلہذا اثری صاحب کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے ابن اسحاقؒ کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ عبداللہ بن شداد کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وہذا المرسل قد عضده ظاهر القرآن والسنة وقال به جماهير اهل العلم من الصحابة والتابعين ومرسله من اكابر التابعين ومثل هذا المرسل يحتج به باتفاق الائمة الاربعة وغيرهم الفتاوى الكبرى ص ۱۶۹ ج ۲ قاص ۱۷۰)

اور یہ مرسل بے شک ظاہر قرآن مجید اور سنت بخاریؒ کی تائید کرتے ہیں اور جمہور صحابہ و تابعین اسی کے قائل ہیں اور مرسل عبداللہ بن شداد کی اکابر تابعین کی ہے اور اس جیسی مرسل باتفاق ائمہ اربعہ وغیرہم کے ہاں حجت ہے۔

تاریخ کرام: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلد کے یہ چند جھوٹ پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ توضیح الکلام میں بقایا کتنا ج ہوگا۔ اب راقم الحروف مولانا موصوف کے چند تضادات کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔ ان تضادات میں مولانا موصوف نے عجیب و غریب کرب کا مظاہرہ کیا ہے۔ جب ایک راوی احناف کی حدیث کی سند میں مولانا موصوف کے نزدیک ضعیف مدلس، مخلط اور قابل حجت نہیں ہوتا لیکن جب وہی راوی مولانا موصوف کی حدیث کی سند میں آ جاتا ہے تو فوراً وہی راوی مولانا موصوف کے ہاں ثقہ اور قابل حجت بن جاتا ہے اور اس کی روایت ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی جیسا کہ آپ حضرات ملاحظہ کریں گے۔ ہمیں یہ تضادات بیان کرتے ہوئے ہنسی بھی آتی ہے اور تعجب بھی ہوتا ہے کہ کیا مسلک اہل حدیث اس کا نام ہے۔

وہ تیرگی جو میرے نامدسیہ میں تھی

تیری زلف میں ٹھہری تو حسن کہلائی

تضاد نمبر ۱: حضرت سلیمان تمیمی کے طریق سے حضرت ابو موسیٰ الاشعری سے

مرغوعاً حدیث میں آتا ہے واذا قرأ فاصتوا (جب امام قراءۃ شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام مسلم نے اگرچہ مسلم ص ۳۷۱ ج ۱ میں اس کی تصحیح کی مگر امام بخاری نے ابن معین ابو حاتم ابن خزیمہ، ابو داؤد، دارقطنی، نیشاپوری اور امام بیہقی وغیرہ جمہور محدثین نے اس زیادۃ پر کلام کیا ہے۔ اور اس کی تضعیف کی ہے (توضیح الکلام ص ۲۳۶ ج ۲ ص ۲۳۷ ج ۲) الجواب امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معین و امام ابو حاتم کا نام جارحین کی فہرست میں مولانا ارشاد الحق صاحب نے غلط ذکر کیا ہے اور دھوکہ دیا ہے کیونکہ ان حضرات نے سلیمان تمیمی کی حدیث پر جرح نہیں کی اور دوسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ مولانا موصوف فرماتے ہیں "امام مسلم نے اگرچہ اس کی تصحیح کی جس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ امام مسلم کے سوا باقی سب محدثین کرام اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے۔ تیسرا یہ دھوکہ دیا ہے بلکہ جھوٹ بولا ہے کہ جمہور محدثین نے اس زیادہ پر کلام کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے" علامہ ماروینی لکھتے ہیں۔

اور طلحہ خلیل میں ہے میں (خلیل) نے امام احمد کو کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سلیمان تمیمی نے خطا کی ہے تو امام احمد نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے۔ پس بے شک اس نے بہتان لگایا ہے تمیمی پر اور تم تسلیم نہیں کرتے کہ سلیمان تمیمی نے قادیان سے روایت کرنے والوں کی مخالفت کی ہے بلکہ ان سے زائد الفاظ روایت کئے ہیں اور ثقہ کی زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

وفی علل الخلال قلت یعنی
لا بن حنبل يقولون اخطأ التيمي
قال من قال اخطأ التيمي فقد
بهت التيمي ولا نسلم انه خالفهم
بل زاد عليهم وزيادة الثقة مقبولة
(الجمهر النقي ص ۱۵۵ ج ۲)

علامہ ابن عبد البر المالکی فرماتے ہیں۔

فان قال قائل ان قوله واذا قرأ فانصروا لم يقله احد في حديث ابى هريرة غير ابن عجلان ولا قاله احد في حديث ابى موسى غير جرير عن التيمي قيل له لم يخالفهما من هو احفظ منهما فوجب قبول زيادتهما وقد صحح هذين الحديثين احمد بن حنبل وحسبك به امامة وعلما بهذا الشأن (تمهيد شرح منوطا مالک ص ۵۴ ج ۱۱)

پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ واذا قرأ فانصروا کا جملہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ابن عجلان کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور نہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت میں کسی نے کہا ہے سوا جریر عن سلیم بن یحییٰ کے تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ ان دونوں سے زیادہ حافظہ والے نے ان کی مخالفت نہیں کی پس ان کی زیادہ کو قبول کرنا واجب ہے اور بے شک ان دونوں حدیثوں کو امام احمد نے صحیح کہا ہے۔ اور تجھے انکا امام ہونا اور حدیث کے فن میں عالم ہونا کافی ہے۔

علامہ ابن عبد البر اپنی سند سے تحریر کرتے ہیں۔

حدثنا ابو بكر الاثرم قال قلت لا حمد بن حنبل من يقول عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجه صحيح اذا قرأ فانصتوا فقال حديث ابن عجلان الذي يرويه ابو خالد والحديث الذي رواه جرير عن التيمي وقد زعموا ان المعتمر رواه قلت نعم قدرهوا المعتمر قال فای شیء تريد۔ فقد صحح احمد الحديثين جميعا عن النبي صلى الله عليه وسلم حديث ابى هريرة وحديث ابى موسى قوله عليه السلام اذا قرأ فانصتوا (التمهيد ص ۵۴ ج ۱۱)

امام ابو بکر الاثرم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل کو کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اذا قرأ فانصتوا صحیح سند سے کون روایت کرتا ہے تو امام احمد نے فرمایا کہ ابن عجلان کے طریق سے ابو خالد (الاحمر) روایت کرتا ہے اور دوسری دو حدیث جو جریر بن سلیم بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں اور بے شک محدثین گمان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو معتمر نے بھی روایت کیا ہے میں (ابو بکر الاثرم) نے کہا ہاں اس حدیث کو المعتمر نے بھی روایت کیا ہے امام احمد نے فرمایا پھر اور کس چیز کا ارادہ کرتے ہو جس بے شک امام احمد نے دونوں حدیثوں کو صحیح قرار دیا یعنی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اذا قرأ فانصتوا ہے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے الاسد کار میں بھی امام احمد کی تصحیح دونوں حدیثوں کے لئے ذکر کی ہے عبارت ملاحظہ کریں وقد ذكرناه - بالاسانيد والطرق في التمهيد من حديث ابى هريرة وحديث ابى

موسیٰ وقد صحح هذا اللفظ احمد بن حنبل قال ابو بكر الاثرم قلت لاحمد بن حنبل من يقول من النبي صلى الله عليه وسلم من وجه صحيح اذا قرأ الامام فانصوا قال حديث ابن عجلان الذي يرويه ابو خالد الاحمر الحديث الذي رواه جرير عن الشعبي وقد زعموا ان المعتز ايضا رواه قلت نعم قد رواه قال فاي شيء تريد فقد صحح احمد بن حنبل هذا الحديثين انتهى (بحوالہ امام الکلام ص ۱۵۹) اب الاستد کارطبع ہوگئی ہے۔

امام احمدؒ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں اور انہوں نے اذا قرأ فانصوا (جب امام قرآن شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ) اس حدیث کے ٹکڑے کو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ دونوں کی حدیث سے صحیح قرار دیا ہے۔ اس طرح امام بخاریؒ کے دوسرے استاذ امام ابی حنیفہؒ بن راہویہ بھی حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث اذا قرأ فانصوا کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث میں یہ فرمان اذا قرأ فانصوا (اور جب امام قرآن کرے تو تم خاموش رہو) اسی حدیث کو امام احمد و امام ابی حنیفہ و امام مسلم وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ نے اس کو معلول قرار دیا ہے کہ اس میں اختلاف کیا گیا ہے اور یہ اس حدیث کی صحت میں نقصان دینے والا نہیں ہے

وقوله في حديث أبي موسى إذا قرأ فانصوا. صححه، أحمد واسحق ومسلم بن الحجاج وغيرهم وعلله البخاري بأنه اختلف فيه وليس ذلك بقادح في صحته (مجموع فتاوى شيخ الاسلام ص ۳۴۰ ج ۲۲)

(نوٹ) امام بخاریؒ کا اصل اعتراض اور پھر اس کا جواب مولانا ارشاد الحق صاحب یوں تحریر کرتے ہیں "امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس روایت میں سلمین (تمہی) کا قنادہ سے اور قنادہ کا حطان سے سماع نہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے۔ ابوداؤد اور ابوعوانہ میں تصریح سماع ثابت ہے جیسا کہ مؤلف احسن الکلام نے بھی ذکر کیا ہے (توضیح الکلام ص ۲۸۳ ج ۲) الحمد للہ امام بخاریؒ کا اعتراض ختم ہو گیا ہے اب اس کو پیش کرنا امام بخاریؒ کی توہین کے مترادف ہے۔ امام محمد بن

جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

قال ابو جعفر واولی الاقوال فی ذالک بالصواب قول من قال امروا باستماع القرآن فی الصلوة اذا قرأ الامام وکان من خلفه ممن یاتم به یسمعه وفی الخطبة وانما قلنا ذالک اولی بالصواب لصحة الخبر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال اذا قرأ الامام فانصتوا تفسیر جامع البیان ص ۱۶۶ ج ۹ اختتام سورة الاعراف۔

نیز امام طبری لکھتے ہیں۔

وقد صح الخبر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بما ذکرنا من قوله و اذا قرأ الامام فانصتوا فالانصات خلفه لقرائته واجب علی من کان به مؤتماً سامعاً لقراءته لعموم ظاهر القرآن والخبر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم (تفسیر جامع البیان الطبری ص ۱۶۶ ج ۹)

کہ ابو جعفر الطبری کہتا ہے تمام اقوال سے زیادہ صواب یہی قول ہے کہ قرآن مجید میں مقتدیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب امام قراءۃ کرتے تو وہ قرآن مجید کو سنیں اور جموں کی خطبہ میں بھی یہی حکم ہے اور ہم نے اس قول کو اولی بالصواب اس لئے کہا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب امام قراءۃ کرتے تو تم خاموش رہو۔

کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قراءۃ کرتے تو تم خاموشی اختیار کرو۔ پس مقتدی پر امام کی قراءۃ کے سامع کے لئے خاموشی واجب ہے۔ قرآن مجید کے خارجی الفاظ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے

مولانا ارشاد الحق صاحب ایک مقام پر لکھتے "امام ابن جریر ایسے بلند پایہ مفسر محدث، اور فقیہ اس تفسیر کے مؤید ہیں (توضیح الکلام ص ۱۸ ج ۱) محدث ابو بکر محمد بن ابراہیم بن العنذرانی شافعی اور متوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں۔

قال ابو بكر وقد تكلم متكلم في حديث ابي موسى الاشعري وقال قوله فاذا قرأ فانصتوا انما قاله سليمان التيمي قال ابو بكر واذا زاد الحافظ في الحديث حرفاً و جب قبوله وتكون زيادة كحديث يتفرد به وهذا مذهب كثير من اهل العلم في كثير من ابواب الشهادات وغير ذلك و لما اختلف اسامة و بلال في صلوة النبي صلى الله عليه وسلم في الكعبة فعلم الناس لبلال لانه يثبت امرأ نفاة اسامة كانت كذلك رواية التيمي لانه اثبت شيئاً لم يذكره غيره (الواسط لابن المنذرج ۳ تا ص ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۷)

علامہ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی فرماتے ہیں:

علامہ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی فرماتے ہیں وروی مسلم فی صحیحہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیؤتم بہ و اذا رکع فارکعوا و اذا سجد فاسجدوا و اذا قرأ فانصتوا و هذا نص لا مطعن فیہ یعضدہ القرآن و السنة و قد غمزہ الدار قطنی بما لا یقدح فیہ غیر احکام القرآن القسم الثانی ص ۸۱۷

کہ ابوبکر ابن المنذر نے کہا کہ ایک معترض نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث میں جملہ فاذا قرأ فانصتوا کو سلیمن تمیمیؓ کا تفرد قرار دیا ہے۔ ابوبکر (ابن المنذر) نے فرمایا کہ جب حافظ الحدیث راوی حدیث میں کوئی حرف زیادہ ذکر کرتا ہے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور یہ زیادہ محض اس زیادہ کے ہے جس میں راوی منفرد ہو اور یہی مذہب اکثر اہل علم کا ہے۔ شہادۃ وغیرہ کے ابواب میں اور جبکہ کعبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں حضرت اسامہؓ و حضرت بلالؓ نے اختلافات کیا تو لوگوں نے حضرت بلالؓ کی حدیث کو قبول کیا کیونکہ حضرت بلالؓ نے ایک چیز کا اثبات کیا جس کی حضرت اسامہؓ نفی کرتے تھے۔ اس طرح سلیمن تمیمیؓ کی حدیث ہے۔ سلیمن نے ایسی زیادہ کا اثبات کیا جس کو دوسرے ذکر نہیں کرتے۔

کہ اور روایت کیا امام مسلم نے صحیح مسلم میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اسکی اتباع کی جائے جب رکوع کرتے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرتے تم بھی کرو اور جب قراءۃ شروع کرتے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ یہ حدیث ایسی نص صریح ہے جس میں کوئی طعن نہیں۔ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تائید کرتے ہیں اور بے شک امام دارقطنیؒ نے اس حدیث پر ایسی جرح کی ہے کہ اس جرح کے سبب یہ حدیث مجروح نہیں ہو سکتی۔

مشہور مفسر علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

وذكر ابو محمد عبدالحق ان مسلماً صحیح حدیث ابی ہریرۃ و قال هو عندی صحیح قلت و مما یبدل علی صحتها عنده انخالها فی کتابه من حدیث ابی موسیٰ و ان کانت مالم یجمعوا علیها و قد صححها الامام احمد بن حنبل و ابن المنذر (الجامع لاحکام القرآن لا بی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ص ۱۲۱ ج ۱)

کہ محدث ابو محمد عبدالحق نے ذکر کیا ہے کہ امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث (اذا قرأ فاصحوا) کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا کہ وہ میرے نزدیک صحیح ہے میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی صحت کی دلیل امام مسلم کے ہاں اس دلیل کی بنیاد پر ہے کہ ان الفاظ (اذا قرأ فاصحوا) کیساتھ امام مسلمؒ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث کو صحیح مسلم میں داخل کیا ہے اور یہ حدیث اگرچہ اس کی صحت پر محدثین کا اجماع تو نہیں ہوا لیکن بے شک امام احمد بن حنبل اور محدث ابن السنہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ایک مقام پر مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "علامہ قرطبی فقہ مالکی کے مسلک امام ہیں ان کے کلام کو بنا و دلیل رد کرنا بھی بہت بڑی جسارت ہے (توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۱)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وجاءت السنة بموافقة القرآن فصحیح مسلم عن ابی موسیٰ الاشعری قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا و علمنا صلوتنا فقال اقيموا صفوفكم ثم ليذ منكم احدكم فاذا كبر فكبروا و اذا قرأ فانصتوا و هذا مع حدیث ابی موسیٰ الطویل المشهور لكن بعض الرواة ذاد فيه علی بعض فمنهم من لم يذكروه قوله و اذا قرأ فانصتوا ومنهم من ذكر ما وهى زيادة من الثقة لا تخالف السزید بل توافق معناه فان الانصات التي قراءة القاری من تمام الانتصام به (الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ ص ۱۷۰ ج ۲) و مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۲۷۲ ج ۲۳

کہ حدیث بھی قرآن مجید کے موافق ہے پس صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا پس ہماری لئے سنت طریقہ بیان کیا اور نماز ہم کو سکھائی پس فرمایا کہ صفوں کو سیدھا رکھا کرو پھر تم میں سے ایک امامت کرائے جب امام بخیر کہے تم بھی بوجہ اور جب قراۃ کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے طویل ہے بعض راوی برزائہ الفاظ روایت کرتے ہیں پس ان میں سے بعض اذا قرأ فاصحوا ذکر نہیں کرتے اور بعض ذکر کرتے ہیں اور یہ ثقہ کی زیادہ ہے اصل حدیث کے خلاف نہیں بلکہ اسکے موافق ہے یونکہ انصت (خاموش ہونا) قاری کی قراۃ بخیر امام کی قراۃ اقتداء میں سے ہے۔

حافظ ابن حجر شافعی لکھتے ہیں۔

وإذا قرأ فانصتوا وهو حديث صحيح أخرجه مسلم من حديث

ابی موسیٰ الاشعری (فتح الباری ص ۲۲۲ ج ۲)

اور جب امام قراءہ کرے تو تم خاموشی اختیار کرو اور یہ صحیح حدیث ہے اس کا اصرار امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری کی حدیث سے کیا ہے۔

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں۔

إذا قرأ الامام فانصتوا (م) عن ابی موسیٰ (صح) (الجامع الصغير ص ۲۱ ج ۱)

کہ جب امام قراءہ کرے پس تم خاموش ہو جاؤ یہ حدیث امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کی ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو:

وقد يكون الصواب مع مسلم وهذا اكثر مثل قوله في حديث ابی موسىٰ انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا فان هذه الزيادة صحيحها مسلم وقبله احمد بن حنبل وغيره وضعفها البخاري وهذا الزيادة مطابقة للقرآن فلولم يرد بها حديث صحيح لوجب العمل بالقرآن فان في قوله (واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون) اجمع الناس على انها نزلت في الصلوة وان القراءة في الصلوة مرادة من هذا النص (مجموع فتاوى شيخ الاسلام ص ۲۰ ج ۱۸)

امام مسلم جب صحیح مسلم میں کسی حدیث کا اصرار کریں اور امام بخاری صحیح بخاری میں اصرار نہ کریں تو صواب امام مسلم کے ساتھ سمجھی جاتا ہے اور یہ اکثر ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت ابو موسیٰ کی حدیث کہ امام اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی کہو اور جب قراءہ شروع کرے پس تم خاموش ہو جاؤ اس زیادہ کو امام مسلم نے صحیح کہا ہے اور ان سے قبل امام احمد وغیرہ نے صحیح کہا ہے اور امام بخاری نے ضعیف کہا ہے اور یہ زیادہ (اذا قرأ فاستمعوا) قرآن مجید کے مطابق ہے پس اگر صحیح حدیث موجود نہ ہوتی تو قرآن مجید پر عمل کرنا واجب ہوتا کیونکہ آیت (واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون) تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت سے ہر نماز میں قراءہ کرنا ہے۔

اور بھی بہت سے محدثین کرام اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں ان حضرات کی عبارات کا نقل کرتا طوالت کا باعث ہو گا خود مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "ان حضرات کے علاوہ متاخرین مثلاً علامہ ابن قدامہ، ابن تیمیہ، ابن عبد البر، بخاری، مارونی، ابن کثیر، علامہ منذری، موفق الدین ابن قدامہ کی آراء فریق کی حیثیت رکھتی ہیں (توضیح الکلام ص ۳۱۰ ج ۲) مولانا اثری صاحب کے نزدیک یہ حضرات مذکورہ جو حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ ان کی بات اور رائے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ سب حضرات ضعیل مالکی شافعی حنفی مولانا اثری کے مذهب کے مخالف ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب خود لکھتے ہیں کہ امام ابو حاتمؒ نے حدیث ابن عجلان کے بارے میں تو اعلیٰ میں کلام کیا ہے۔ مگر سلمیٰ تمیمیؒ کی روایت میں ان کا کلام ہمیں نہیں ملا اس طرح امام بن معینؒ کا کلام بھی حدیث سلمیٰ کے متعلق ہمیں نہیں ملا البتہ تاریخ میں انہوں نے ابن عجلان کی روایت پر نقد کیا ہے جیسا کہ آئندہ ہم ذکر کریں گے (توضیح الکلام ص ۲۴۷ ج ۲ ص ۲۳۸ حاشیہ) مولانا اثری یہاں حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور یہ ہمارے شیخ مکرم حضرت صفدر دام مجدہم کی زندہ کرامت ہے کیونکہ انہوں نے امام ابو حاتمؒ اور امام نجی بن معینؒ کی جرح کا حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث کے بارے میں احسن الکلام ص ۲۰۹ ج ۲ طبع دوم میں انکار کیا تھا۔ لیکن مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا اس حقیقت کے اعتراف کرنے کے باوجود بار بار جھوٹ بولنا اور امام نجی بن معینؒ و امام ابو حاتمؒ کی جرح کو حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث پر فٹ کرنا جو سلمیٰ تمیمیؒ کے طریق سے مروی ہے عجیب احقانہ فعل ہے۔ ملاحظہ ہو (توضیح ص ۲۳۶ ج ۲، ص ۳۰۷ ج ۲، ص ۲۹۹ ج ۲، ص ۱۷۵ ج ۱ نیز دیکھئے مولانا اثری صاحب کی کتاب (آئینہ انکود کھایا تو برامان گئے ص ۸۰۔ نوٹ: حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث کے بارے میں اثری صاحب لکھتے ہیں "امام مسلمؒ و ابن جریرؒ وغیرہ چند محدثین کی

صحیح محل نظر ہے امام احمد کی رائے اس بارہ میں مختلف ہے۔ امام الخلالؒ نے امام احمدؒ سے اگر اس کی تصحیح نقل کی ہے تو امام اثرؒ نے ان سے اس کا مضطرب ہونا بھی نقل کیا ہے (توضیح الکلام ص ۳۱۰ ج ۲) الجواب امام اثرؒ نے بھی امام احمدؒ سے اس حدیث کا صحیح ہونا نقل کیا ہے جیسا کہ تمہید اور الاستاذ کارل ابن عبدالبر میں موجود ہے باقی رہا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ امام اثرؒ نے ان سے اس کا مضطرب ہونا بھی نقل کیا ہے تو یہ جھوٹ ہے۔ امام اثرؒ نے جو سلیمن تمیمیؒ کی بعض حدیثوں پر اعتراض کیا ہے اس کو خود اثری صاحب نے غلط قرار دیا ہے مثلاً سلیمن تمیمیؒ نے قتادہؒ کا ابورافع سے سماع ذکر کیا ہے تو اثرؒ نے بالکل سماع کا انکار کیا ہے حالانکہ اس کا ثبوت بخاری ص ۱۱۲ ج ۲ میں یوں ہے حدثنا معمر قال سمعت ابا یقول حدثنا قتادہ ان ابورافع حدثنا الخ (۲) و صیت والی حدیث بھی دونوں سندوں سے مروی ہے۔ اثرؒ نے ایک کو غلط قرار دیا ہے امام احمدؒ نے اور ابن ماجہؒ نے دونوں سندوں سے روایت کی ہے جیسا کہ اثری صاحب نے توضیح ص ۲۵۱ ج ۲ میں ذکر کیا ہے۔ (۳) احد پہاڑ پر چڑھنے کی حدیث کی ایک سند کو اثرؒ نے غلط قرار دیا ہے دوسری سند کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ سلیمن تمیمیؒ سے دونوں سندوں سے مذکور ہے (توضیح ص ۲۵۱ ج ۲) معلوم ہوا کہ سند میں اگر تبدیلی ہوئی ہے تو سلیمنؒ کی غلطی نہیں کسی نیچے طبقہ والے راوی کی غلطی ہوگی۔ اس طرح حدیث اذا قرأ فاصحوا میں جو امام اثرؒ کو اشکال تھا تو امام احمدؒ نے انہیں سمجھا کر وہ اشکال دور کر دیا۔ جیسا کہ التمہید ص ۵۳ ج ۱۱ کے حوالہ سے اس کی وضاحت ہو چکی ہے اور حضرت امام احمدؒ نے حدیث حضرت ابو موسیٰ الاشعریؒ کو خود مسند احمد ص ۳۱۵ ج ۴ میں روایت کیا ہے۔ باقی رہا ابن رجبؒ سے اثری صاحب کا یہ نقل کرنا کہ لعل میں امام اثرؒ نے سلیمن تمیمیؒ کی وہ حدیثیں جن پر اس نے جرح کی امام احمدؒ پر پیش کیا فقال احمد هذا اضطراب و هكذا حفظت تو امام احمدؒ نے فرمایا یہ اضطراب ہے اور اس طرح مجھے یاد ہے (توضیح الکلام ص ۲۵۰ ج ۲) اب امام احمدؒ نے مجموعہ روایات کے بارے میں فرمایا کہ یہ اضطراب ہے۔ تو اضطراب کو مضطرب بنا دینا یہ اثری صاحب کا جھوٹ ہے۔ جس طرح یروی الناکیر اور منکر

الحدیث میں فرق ہے۔ اس طرح حدیث اضطراب اور مضطرب میں فرق ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اضطراب اور مضطرب میں فرق نہ کریں بلکہ اس کو مضطرب بھی تسلیم کر لیں تو مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کے ہاں مضطرب روایت بھی صحیح ہوتی ہے چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں "ذیروی صاحب کی فاش غلطی" امام دارقطنی نے بلاشبہ الزامات (ص ۲۶۷، ۲۳۵) میں اسے مضطرب کہا ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ صحیح نہیں (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ذیروی کے جواب میں مؤلف ارشاد الحق اثری ص ۱۱۹)۔ مولانا موصوف کی عبارت سے ثابت ہوا کہ ہر مضطرب روایت ضعیف نہیں ہوتی۔

کھول کر آنکھیں میرے آئینہ گفتار میں آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

تضاد نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت مولانا صفدر موسیٰ بن شیبہ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں لین الحدیث کہ حدیث میں وہ ضعیف ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۵۲ ج ۲) حالانکہ اصطلاحاً لین الحدیث کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے حافظ ابن حجر نے تقریب العذب کے مقدمہ میں الفاظ جرح و تعدیل کے مراتب بیان کرتے ہوئے لین الحدیث کو چھٹے اور ضعیف کو آٹھویں مرتبے میں ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر کی یہ تفریق خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک لین الحدیث راوی ضعیف کے مرتبے کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جن حضرات نے بھی الفاظ جرح و تعدیل کے مراتب بیان کیے ہیں انہوں نے ان دونوں الفاظ کو علیحدہ علیحدہ مرتبوں میں ذکر کیا ہے (مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینے میں ص ۳۷) الجواب: ضعیف کا معنی کمزور ہے اور لین کا معنی نرم ہے۔ ضعیف کا معنی کمزوری ہے اور لین کا معنی نرمی ہے لیکن مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت الاستاد محدث گوندلوی مولانا صفدر کی دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں امام محمد بن حسن ہیں امام نسائی نے حافظ کی وجہ سے انہیں کمزور کہا ہے (خیر الکلام ص ۳۸۲) اس کے چند سطروں کے بعد اثری صاحب لکھتے ہیں امام محمد پر صرف امام نسائی نے کلام ہی نہیں کیا علامہ ذہبی کے

الفاظ ہیں لینہ التسانی وغیرہ من قبل حفظ (میزان ص ۵۱۳ ج ۳) یعنی امام نسائی وغیرہ نے انہیں حفظ کی بناء پر کمزور کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۶۳۴ ج ۲) اس میں لین کا ترجمہ استاد گوئلوی اور شاگرد ارشاد الحق اثری نے کمزور کیا ہے جو ضعیف کا معنی ہے تو لین کو استاد اور شاگرد (دونوں) نے ضعیف تسلیم کیا ہے۔ حوالہ نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ابراہیم بن مسلم الحجری لین الحدیث ہے (تقریب ص ۲۷) توضیح الکلام ص ۱۱۰ ج ۱۲ اسی مقام پر حاشیے میں مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں ابراہیم بن مسلم کو ضعیف ہے (توضیح الکلام ص ۱۱۰ ج ۲) یہاں خود اثری صاحب نے ابراہیم بن مسلم الحجری کو حافظ ابن حجر کی تقریب کے حوالے سے لین الحدیث نقل کیا ہے اور حاشیے میں خود فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن مسلم کو ضعیف ہے تو حضرت اثری نے لین کو ضعیف کہہ کر اپنا منہ خود سیاہ کیا ہے مشہور ہے کہ: دروغ گور حافظ نہ باشد۔

حوالہ نمبر 3: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں علامہ ذہبی بھی فرماتے ہیں کہ واذا لین رجلا اوقال فی لائحہ بالیغ اس کا ارشاد الحق اثری صاحب ترجمہ یوں کرتے ہیں جب وہ کسی کو کمزور کہیں یا یہ کہیں کہ لائحہ بالیغ (آئینہ انکو دکھایا تو برامان گئے ص ۱۳۹ تا ۱۵۰) یہاں مولانا اثری نے لین کا (معنی) کمزور کیا ہے جو ضعیف کا ترجمہ ہے۔ حوالہ نمبر 4: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حافظ ابن حجر نے تقریب ص ۵۲۹ میں کہا ہے صدوق فی حدیث عن منصور لین کہ وہ صدوق ہے اور منصور سے اس کی روایات میں کمزوری ہے (آئینہ ان کو دکھایا تو برامان گئے ص ۲۳۴) یہاں بھی مولانا اثری صاحب نے لین کا معنی کمزوری کیا ہے جو ضعیف کے معنی میں ہے حوالہ نمبر 5: اثری صاحب لکھتے ہیں حافظ ابن حجر ایک مقام پر اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وثقه ابن معین و العجلی و غیر هما ولینہ احمد و ابو حاتم و غیر
 ہما فحدثہ حسن (فتح الباری ص ۳۳۷ ج ۱۰) امام ابن معین اور عجل وغیرہ نے ثقہ کہا
 ہے اور امام احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے اسے کمزور کہا ہے (احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی

داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ص ۱۷۰ تا ۱۶۹) یہاں بھی مولانا ارشاد الحق صاحب نے لیسنہ کا ترجمہ کمزور کیا ہے۔ حوالہ نمبر 6: راوی حظلہ سدوی کو علامہ ذہبی لین کہتے ہیں (میزان الاعتدال ص ۶۵۴ ج ۲) اور مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اس حدیث میں گو حظلہ بن عبد اللہ السدوی ضعیف ہے (توضیح الکلام ص ۲۱۷ ج ۱) ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اثری صاحب اس جرم کا خود مرتکب ہے مگر دوسروں پر اعتراض کرنے کا بڑا شوق ہے۔ این گنا حیست کہ در شہر شامیز کنند۔ حوالہ نمبر 7: کثرت غلطی کی بناء پر کمزور کہا ہے۔ ان (علامہ ذہبی) کے الفاظ ہیں وضم من لینہ للقرۃ غلط فی الحدیث (توضیح ص ۶۲۷ ج ۲)۔ حوالہ نمبر 8: منول بن عبد الرحمن اشقی کے متعلق علامہ البانی غیر مقلد امام ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں لین الحدیث ضعیف الحدیث و سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ص ۳۷۰ ج ۱)۔

تضاد نمبر 3: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب حضرت انسؓ کی حدیث جس میں آتا ہے اذا قرأ الامام فانصوا کہ جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔ (کتاب القراءة ص ۹۲) اثری صاحب فرماتے ہیں یہ روایت بھی صحیح نہیں بلکہ یہ حسن بن علی بن شیبہ المعمری کی غلطی کا نتیجہ ہے وہ اگر چہ ثقہ اور صدوق اور حافظ تھے مگر متون حدیث میں غلطی یا سہو سے کچھ الفاظ بڑھا دیا کرتے تھے اور متوفی کو مرفوع بیان کر دیا کرتے تھے۔ (توضیح الکلام ص ۳۵۹ ج ۲) الجواب: اس حدیث میں اثری صاحب نے المعمری کو وہی قرار دیا اور اس کی حدیث کو غیر صحیح قرار دیا مگر توضیح الکلام ص ۳۴۳ ج ۱ میں الحسن بن علی المعمری کی سند سے کتاب القراءة ص ۴۱ کے حوالے سے کھول کی پہلی متابعت کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ یہاں المعمری پر جرح نہیں کرتے آخر اس کی کیا وجہ ہے آخر ہے تو یہ بھی وہی المعمری جس کی روایت کو وہ غیر صحیح قرار دے چکے ہیں یہ کوئی ایمان داری ہے کہ مخالف روایت میں اگر المعمری آجائے تو وہ وہی بن جائے اگر آپ کی روایت میں آجائے تو پھر وہ روایت قابل اعتبار ہے جبکہ اسی سند میں محمد بن حمیر متکلم فیہ راوی

ہے اور علامہ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں ولہ غرائب و افراد اس کیلئے ایسی روایتیں ہیں جن میں وہ منفرد ہوتا ہے۔ نیز اس سند میں عبداللہ بن عمرو بن حارث مجہول ہیں اتنی خرابیوں کے باوجود اس روایت کو متابعت میں پیش کرنا اور معمری کی صحیح حدیث اذا قرأ فأنصتوا کو غیر صحیح کہنا کون سا انصاف ہے جبکہ امام بیہقی خود تین سندوں والی متابعت کے بعد فرماتے ہیں قد روينا هذا اکتاروی والا اعتماد علی ما مضی من روايته ابن اسحاق ومن تابعه یعنی ان کو ہم نے اسی طرح روایت کر دیا ہے جیسا کہ روایت کی گئی ہے اور اعتماد اس روایت پر ہے جو ابن اسحاق اور متابع نے روایت کی ہے بالآخر امام بیہقی نے بھی ان متابعات کو قابل اعتماد نہیں سمجھا جبکہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں کہ شعیب عن عبداللہ بن حارث عن محمود کے طریق کو بنیادی طور پر پیش کیا ہے اور یہ ہر طریق صحیح ہے سب راوی ثقہ اور صدوق ہیں (توضیح ص ۳۴۹ ج ۱) سند میں اتنی خرابیوں کے باوجود یہ طریق صحیح بھی ہے سب راوی صدوق اور ثقہ بھی ہیں نہ تو معمری کو یہاں وہم آیا نہ محمد بن حمیر کا تفرقہ نظر آیا نہ عبداللہ بن عمرو بن حارث کا مجہول ہونا نظر آیا یہ ہے محدث ارشاد الحق صاحب اثری کی ایمانداری اور تضاد بیانی۔ نیز مولانا ارشاد الحق صاحب ایک اثر ذکر کرتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ یہ اثر محدث حسن بن شعیب المعمری التونی دو سو پچانوے ہجری نے عمل الیوم واللیلۃ میں ذکر کیا ہے اور علامہ سخاوی لکھتے ہیں ومن طریقہ ابن بشکوال بسند جید القول البدیع ص ۱۳۴ کہ انہیں کے طریق سے سند جید کے ساتھ ابن بشکوال نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور عصرؓ میں امام کے پیچھے قراءۃ کے قائل تھے۔ اور حافظ سخاویؒ کا اس سند کو جید کہنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے (توضیح الکلام ص ۵۲۷ ج ۱)

نوٹ: یہ وہی الحسن ابن علی بن شعیب المعمری راوی ہے جس نے حضرت انسؓ کی حدیث میں واذا قرأ فأنصتوا بیان کیا ہے اور اثری صاحب نے اس کی روایت کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ اس مقام پر اس راوی کا نام بدل کر تحریف اور اپنے روایتی دجل کا ارتکاب کرتے

ہوئے اس راوی کا نام حسن بن شعیب المعمری بنا دیا ہے جو اثری صاحب کے معصوم ہاتھوں کی کاروائی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ محرفین و خائنین و خادعین و غالین کے دجل سے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ فرمائے (آمین)۔

تضاد نمبر 4: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور مدلس سے تدلیس کا التزام اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب وہ سماع کی صراحت کرے اور اس کا کوئی متابع ہو تو بھی وہ روایت صحیح ہوگی حلی سبیل الشرح ل اگر اس روایت کا شاہد ہو تو یہ بھی اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہوگی (توضیح ص ۵۸ ج ۲ مولانا موصوف لکھتے ہیں حالانکہ کسی مدلس کی تدلیس صراحت سماع سے ختم ہو جاتی ہے اور اگر صراحت سماع نہ ہو لیکن مدلس کا متابع ثابت ہو تو یہ قرینہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور اگر مدلس کا متابع بھی نہ ہو صرف اس حدیث کا شاہد ہو تو یہ بھی صحت حدیث کی دلیل ہے (توضیح الکلام ص ۵۸ ج ۲) **دوسرا رخ:** مولانا موصوف لکھتے ہیں "مدلس مختلط" یا سنی الحفظ جدا وغیرہ راوی کی روایت کا دفاع متابعت سے تو ہو جاتا ہے شاہد سے نہیں ہوتا (آئینہ ان کو دکھایا تو برامان گئے ص ۶۹)

تضاد نمبر 5: مولانا محدث ارشاد الحق صاحب فرماتے ہیں "امام شعبہ اگر جابرؓ بھی کو ثقہ اور امام ابو حنیفہؒ نے اکذب الناس کہا ہے تو اہل علم نے دونوں کی بات کو قبول نہیں کیا حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اعدل الاقوال یہ ہے وہ ضعیف ہے (تقریب ص ۷۶) (توضیح الکلام ص ۲۶۹ ج ۱) مولانا موصوف نے یہاں امام ابو حنیفہؒ کی دشمنی میں یہ جھوٹ بول دیا ہے ورنہ وہ اپنے مطلب کے وقت وہی بات قبول کریں گے جو امام ابو حنیفہؒ نے فرمائی ہے۔ تصور کا دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ مولانا موصوف لکھتے "ربی جابرؓ اور لیثؓ کی روایت تو جابرؓ کے متعلق امام ابو حنیفہؒ خود فرماتے ہیں کہ **ما رأیت اکذب من جابر الجعفی**۔ محمد یب صبر ۴۸ ج ۳ میزان ص ۳۸۰ ج ۱)۔ جابرؓ بھی سے بڑا کذاب میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

امام سعید بن جبیر نے بھی اسے کذاب کہا ہے (تہذیب ص ۳۹ ج ۲) ان کے علاوہ امام ابن عیینہ، امام زائدہ، امام ایوب، ابواحمد، حاکم جوزجانی، بھی اسے کذاب کہا ہے۔ بلکہ لیث بن ابی سلیم نے بھی اسے کذاب کہا ہے۔ (تہذیب ص ۳۸، ۳۹ ج ۱) امام شعبی نے فرمایا کہ جابر بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر دیں گے۔ اسماعیل کہتے ہیں چند یوم نذرے کہ اسے کذاب کہہ دیا گیا (توضیح ص ۶۰۶ ج ۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں امام احمد سے اس کے بارہ میں سوال ہوا کہ کیا وہ جھوٹا ہے تو فرمایا کہ حال خدا کی قسم اس کا کذاب اس کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ (تہذیب ص ۳۹ ج ۲) امام عقیلی، امام ابن معین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کذاب ہے امام ابن حبان، امام لعجلی وغیرہ نے بھی اسے ضفعا میں ذکر کیا ہے اور اسے کذاب اور ضعیف کہا ہے (الی ان قال) الغرض جمہور محدثین نے اسے کذاب متروک اور ضعیف کہا ہے (توضیح ص ۶۰۷ ج ۲) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ متأخرین محدثین نے ان کی توثیق کا اعتبار نہیں کیا بلکہ تمام محدثین اس (جابر جھٹی) کے کذاب اور ضعیف پر متفق ہیں اور امام احمد نے تو تصریح کر دی ہے کہ اس کا کذاب اس کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے (توضیح الکلام ص ۶۰۸ ج ۲)۔

نیز مولانا موصوف لکھتے "لیکن وہ (لیٹ) متابع کس کا جاہل کا جو خود کذاب اور بالاتفاق ضعیف ہے اگر جاہل معمولی درجہ کا ضعیف ہوتا پھر تولیٹ کی متابعت کے کچھ معنی تھے مگر جاہل کا حال آپ معلوم کر چکے ہیں کہ وہ کذاب، متروک، شاتم صحابہ اور بالاتفاق ضعیف ہے (الی) بلکہ جاہل تو کذاب اور متروک ہے (توضیح ص ۶۱۰ ج ۲) قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کے محدث ارشاد الحق کی ایمانداری کہ پہلے امام ابو حنیفہؒ کی دشمنی میں جاہل بھی کذاب نہیں مانا صرف ضعیف مانا اور اسی کو اعدل الاقوال مانا اور یہ بھی کہا کہ اہل علم نے دونوں کی بات کو قبول نہیں کیا۔ لیکن جب حدیث من کان لا امام فخرءاء الامام لقراءۃ (مقتدی کو امام کی قراءۃ کافی

ہے) کی سند میں جابر بھی آگیا تو اب کذاب کہنے والوں کی فہرست لمبی چوڑی لکھ ماری کیا آپ کے نزدیک کذاب کہنے والے اہل علم کی فہرست سے خارج ہو گئے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) محترم جابر آپ کے نزدیک صرف ضعیف ہے کذاب نہیں تو لیث بن ابی سلیم کی متابعت اس کیلئے کافی ہوگی۔ اب یہاں کیوں قبول نہیں چونکہ یہاں آپ کے مذہب کا نقصان ہوتا ہے اس لئے امام ابو حنیفہ کا فرمان جابر بھی کے بارے میں آپ کے ہاں قابل قبول ہو گیا ہے۔

تضاد نمبر 6: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام حماد بن ابی سلیمان کا

مسلك یہ امام ابو حنیفہ کے استاد محترم میں حظّہ بن ابی مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے حماد سے ظہر و عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءۃ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

كان سميد بن جبير يقرأ فقلت اني
ذالك احب اليك فقال ان تغرا. (جزء القراءة ص ۵)

سعيد بن جبیر پڑھتے تھے میں نے کہا آپ کے
زودیک محبوب کیا ہے کہا تم پڑھا کرو۔

یہ اثر بھی سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے قطعاً کم نہیں امام بخاری نے اسے بواسطہ خلاّد حضرت حظّہ سے نقل کیا ہے (توضیح الکلام ص ۵۳۶ ج ۱ تا ص ۵۳۷) الجواب اولاً تو یہ روایت معلق ہے امام بخاری نے وقال خلال کے الفاظ سے نقل کی ہے۔ سماع کا ذکر نہیں کیا دہانیا خلال مجہول ہے پتہ نہیں یہ کون سا راوی ہے۔ وثالثاً اثری صاحب نے تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو خلاّد بنا دیا ہے حالانکہ استاذ فیض الرحمن ثوری غیر مقلد لکھتے ہیں "کذافی جمیع النسخ المطبوعة باللام ولم نقف عليه اللهم الا ان يكون تصحيحاً من خلاّد (حاشیہ جزء القراءة ص ۱۰ المكتبة السلفية شیش محل روڈ لاہور) کہ جزء القراءة کے تمام نسخوں میں خلال ہے اور ہم اس راوی کو نہیں جانتے شاید یہ خلاّد سے بدلا ہوا ہو۔ اب شک کی بناء پر متن کو تبدیل کر کے خلاّد بنانا کوئی ایمان داری ہے اور یہ تحریفی کردار اثری صاحب نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ

مولانا موصوف روایتی تحریف کے مریض ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفاء نصیب فرمائے (وماذا لک علی اللہ عز و جل)۔

ورابغا خلال کا استاذ حظلہ جو حاد کا شاگرد ہے مجہول ہے چنانچہ اثری صاحب لکھتے ہیں اور حظلہ کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا بلکہ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعديل (ص ۳۷ ج ۱) (ق ۲) میں اور امام بخاری نے التاريخ الکبیر ص ۴۳ ج ۲ ق ۱) میں اسے ذکر کیا ہے اور ابن حبان اسے ثقات میں لکھتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک تو خیر القرون کے مجہول کی روایت بھی مقبول ہے (کما مر) توضیح ص ۵۳ ج ۱)۔

حظلہ راوی ثابت ہوا کہ مجہول ہے اور امام بخاری التاريخ الکبیر میں اور عبد الرحمن بن ابی حاتم کتاب الجرح والتعديل میں جس راوی کی توثیق بیان نہ کریں وہ مجہول ہی رہتا ہے اور محدث ابن حبان کا مجہول کو ثقہ کہنا یہ ایک انکی اصطلاح ہے جو جمہور کے خلاف ہے اور یہ باتیں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کو تسلیم ہیں جس کا بیان اپنے مقام آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تو اتنی خرابیوں کے باوجود حاد بن ابی سلمان کے قول کو یہ تسلیم کرنا کہ یہ اثر بھی سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے قطعاً کم نہیں۔ یہ بالکل جھوٹ اور دروغ گوئی ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری تحریر فرماتے ہیں اور حاد ہی کے طریق سے مروی جس اثر کا اشارہ جناب ذیروی صاحب نے کیا اسکی تو سند ہی صحیح نہیں کیونکہ حاد بن ابی سلیمان کو آخری عمر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا۔ (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ذیروی کے جواب میں ص ۱۰۲) (۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حاد بن ابی سلیمان کی حیثیت لیکن یہ اثر صحیح نہیں جبکہ اس سند میں حاد بن ابی سلیمان ہے وہ اگرچہ صدوق ہیں مگر آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ علامہ حثمی لکھتے ہیں۔

یعنی حماد کی وہی حدیث مقبول ہوگی جو ان سے ان کے پہلے علامہ شعبہ ثوری اور هشام دستوائی بیان کریں اور جو ان کے علاوہ ہیں انہوں نے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۲ ج ۲)

لا یقبل من حدیث حماد الا ما رواه عنه القدماء شعبۃ و سفیان الثوری والد استوائی و من عدا هؤلاء رواه عنه بعد الاختلاط (مجمع الزوائد ص ۱۱۹ ج ۱)

نیز مولانا اثری صاحب بواسطہ امام ابو حنیفہ مگن حماد عن سعید بن جبیر سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں ہمارے نزدیک تو یہ سند صحیح نہیں کہ امام ابو حنیفہ نے حماد سے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے (توضیح ص ۵۳ ج ۱) اگر حماد کا مجہول شاگرد حماد سے اثری صاحب کے حق میں روایت کرے تو وہ مقبول ہے بہت افسوس۔

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں چونکہ حماد سے یہ روایت شعبہ یا سفیان ثوری یا هشام دستوائی نے بیان نہیں کی۔ اس لیے کمزور اور ضعیف ہے (توضیح الکلام ص ۵۳ ج ۲) نیز مولانا موصوف حماد بن ابی سلیمان کا ضعیف ہونا امام ابن سعد اور امام ابو حاتم سے بھی نقل کرتے ہیں (توضیح الکلام ص ۵۶ ج ۲)۔ نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں حماد کے اختلاط کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدیث کو صحیح سمجھنا محض خود فریبی ہے۔ جبکہ محدثین میں سے امام احمد علامہ حیشمی کی تصریحات آپ دیکھ آئے ہیں۔ احاد کی وہی احادیث مقارب و مقبول ہیں جو ان سے سفیان ثوری، شعبہ اور هشام دستوائی نے روایت کی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۳ ج ۲ ص ۵۵) قارئین کرام آپ اندازہ کریں کہ جب حماد بن ابی سلیمان کا قول نہ مانا ارشاد الحق اثری کے حق میں ہو تو وہ سند سفیان ثوری اور شعبہ اور هشام سے مروی نہ بھی ہو تو وہ سند کے اعتبار سے حسن درجے سے قطعاً کم نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۵۳ ج ۱) اگرچہ حماد سے روایت کرنے والا حنظلہ مجہول راوی کیوں نہ ہو۔ پھر حنظلہ سے مجہول راوی خلال ہو اور روایت بھی معلق ہو تو وہ یقیناً حسن درجے کی ہوتی ہے مگر جب وہ روایت حماد بن ابی سلیمان مولانا ارشاد

الحق اثری کے خلاف کوئی اثر نقل کریں اور وہ معروف راویوں سے ہو منقطع بھی نہ ہو تو وہ فوراً مولانا اثری کے ہاں ضعیف ہو جاتا ہے اور حماد بن ابی سلیمان کا اختلاط یاد آ جاتا ہے۔ یہ تضاد کا راستہ اختیار کرنا کوئی ایمان داری ہے کیا محدثین کرام کے اصول موم کا ناک ہیں کہ کبھی ان کو اپنے حق میں پھیر لیا۔ کبھی مخالفین کے خلاف استعمال کر دیا۔ قارئین کرام یقین کیجئے کہ مولانا ارشاد الحق کی کتاب توضیح الکلام تضادات اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ جس کا دیانت اور انصاف سے کوئی تعلق نہیں۔

تضاد نمبر 7: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ محدث مبارکپوری لکھتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم نے کتاب المراسل میں امام عبدالرحمن بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اصحابنا یخکرون ان یکون ابراہیم سمع من علقمة۔ ہمارے حضرات ابراہیم کا علقمہ سے سماع کا انکار کرتے ہیں۔

لہذا امر سل حوئے کی وجہ سے بھی یہ اثر صحیح نہیں (توضیح الکلام ص ۵۳ ج ۲) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "ابراہیم" نے گو علقمہ سے روایات لی ہیں مگر براہ راست ان سے سماع کا ثبوت درکار ہے۔ (توضیح ص ۵۷ ج ۲) نیز مولانا تحریر کرتے ہیں اور ابراہیم کا علقمہ سے سماع بھی صحیح نہیں ہے۔ (کما مر) توضیح ص ۵۷ ج ۲ حاشیہ)۔ الجواب: حضرت ابراہیم نخعی کا سماع حضرت علقمہ سے یقیناً ثابت ہے صحیح بخاری و مسلم کی یہ مرکزی سند ہے مولانا ارشاد الحق صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم اپنی الصحیح میں اسی طریق سے متعدد روایات لائے ہیں۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ یہ سلسلہ سند ان کے نزدیک صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ص ۴۱۹ ج ۱)۔

بخاری شریف ص ۱۱۰۳ ج ۲ میں ہے الا عیش قال سمعت ابراہیم قال سمعت علقمہ الخ
 ابراہیم کا سماع حضرت علقمہ سے صحیح بخاری کے اس مقام پر صراحتہ موجود ہے۔ نیز کتب حدیث
 ابراہیم کے سماع کا علقمہ سے بھری پڑی ہیں مثلاً دیکھئے عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۲ طحاوی ص ۹۸
 ج ۱ تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۳ ج ۱۱ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۲ ص ۲۵۴ ج ۲ ص ۴۱۳ ج ۸ وطبقات ابن
 سعد ص ۹۲ ج ۶ وارقطنی ص ۷۴ ج ۳ و کتاب الآثار لابن یوسف ص ۳۶ بجلی ابن حزم ص ۴۰۱ ج
 ۲ مسئلہ نمبر ۲۸۸) ابن ابی شیبہ ص ۳ ج ۴ قسم دوم ص ۷۴ ج ۱۱ وغیرہ محدث ابن حبان فرماتے
 ہیں مع الاتفاق علی سماع النخعی عنہ (نصب الراية ص ۳۹۵ ج ۱) ابراہیم نخعی کا حضرت علقمہ سے
 سماع متفق علیہ ہے (بخاری شریف ص ۵۸ ج ۱ میں منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ کی سند کو
 ابن حجر لکھتے ہیں وحذو الترمذی من اصح الاسانید (فتح الباری ص ۵۰۴ ج ۱ ص ۲۳۶ ج ۴)
 کہ یہ سند تمام سندوں میں سے زیادہ صحیح سند ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری ایک اثر کو جو اثری صاحب کے حق میں ہے اور ابراہیم
 عن علقمہ کی سند سے ہے لکھتے ہیں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح
 الکلام ص ۴۸۸ ج ۱) نیز اسی اثر کے بارے میں لکھتے ہیں اور چونکہ یہ روایت بھی ابراہیم سے
 ہے اس لئے اس میں تدلیس کا احتمال نہیں الغرض سند کے اعتبار سے یہ اثر بھی حسن درجہ سے کم
 نہیں (توضیح ص ۴۸۹ ج ۱)۔ لیجئے جناب ابراہیم عن علقمہ کی سند چونکہ اثری صاحب کے حق
 میں ہے۔ اس لئے یہاں قابل قبول ہے۔ اب یہ سند متصل کیسے ہو گئی ہے۔ (لا حول ولا قوۃ الا
 باللہ) توضیح الکلام اکثر ان مغالطات و تضادات پر مشتمل ہے۔ جس میں کذب بیانی سے زیادہ
 کام لیا گیا ہے۔

تضاد نمبر 8: مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں امام اعظمؒ ابراہیم نخعی

سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

اول ما احدثوا القراءۃ خلف الامام
وکانوا لا یقرأون (احسن ص ۳۷۸)

یعنی پہلی بدعت قراءۃ خلف الامام ہے وہ (یعنی
صحابہ و تابعین) امام کے پیچھے نہیں پڑتے تھے۔

یہ اثر بھی صحیح نہیں۔ اس کی سند میں الامش مدلس ہیں گو وہ ثقہ اور بڑے محدث تھے مگر تدلیس کرتے تھے (توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۲) لہذا ابراہیم نخعی کا اثر جو سنداً بھی صحیح نہیں کیونکہ قابل قبول ہو سکتا ہے (توضیح ص ۶۶ ج ۲)۔ قارئین کرام یہ صرف احناف کی روایت کو نہ ماننے کی وجہ سے الامش عن ابراہیم کی سند پر جرح ہو رہی ہے لیکن یہ سند جب اثری صاحب کے حق میں مذکور ہوگی تو فوراً وہ صحیح ہو جائے گی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری الامش عن ابراہیم عن علقمہ کی سند سے ایک اثر پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ روایت سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح ص ۳۸۸ ج ۱) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں البتہ امش مدلس ہیں اور روایت متعین ہے لیکن علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں جب وہ (امش) عن کہے تو اس میں تدلیس کا احتمال ہے مگر ان شیوخ میں جن سے وہ بکثرت روایت کرتے ہیں مثلاً ابراہیمؒ۔ ابن ابی وائلؒ۔ ابو صالحؒ السمان تو ان سے اس کی روایت اتصال پر محمول ہے (میزان ص ۲۲۴ ج ۲) اور چونکہ یہ روایت بھی ابراہیم سے ہے اس لئے تدلیس کا احتمال نہیں ہے الغرض سند کے اعتبار سے یہ اثر بھی حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح ص ۳۸۹ ج ۱)

تضاد نمبر 9: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں: قرآن پاک کی تفسیر و

تقصیم میں بلاشبہ حضرت ابن مسعودؓ کا منفرد مقام ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ معوذتین یعنی

آخری دونوں سورتوں کو مصحف پاک میں لکھنے کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ عبدالرحمن بن یزید فرماتے ہیں کان عبد اللہ - بحک المصو ذ تین من مصاھدہ ویقول انھما یتا من کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ کہ ابن مسعود اپنے مصاحف میں سے ان کو مٹاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں اللہ کی کتاب میں سے نہیں ہیں۔ یہ روایت مسند احمد ص ۱۲۹ ج ۱ طبرانی کبیر رقم ۱۹۱۵۰ ابن ابی شیبہ ص ۵۳۸ ج ۱۰ وغیرہ میں موجود ہے اور عبدالرحمنؓ کے علاوہ حضرت ابن مسعودؓ سے یہی قول جناب علقمہ زہریؓ جیٹ نے بھی نقل کیا ہے۔ (ابن کثیر ص ۵۷۱ ج ۳ ابن ابی شیبہ المطالب العالیہ ص ۴۰۲ ج ۳ وغیرہ) (توضیح الکلام ص ۳۲ تا ص ۳۳ ج ۲)۔ (۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں "یہ روایت صحیح بخاری کے علاوہ حدیث کی مزید آٹھ دس کتابوں میں بسند صحیح مروی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ **والطعن فی الروایات الصحیحة بغیر مستند لا یقبل** (فتح الباری ص ۴۳ ج ۸) یعنی ان روایات صحیحہ میں بغیر دلیل کے اعتراض قابل قبول نہیں۔

الجواب: مولانا اثری صاحب سے میرا یہ سوال ہے کیا ہمارا مکمل قرآن مجید صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے ثابت نہیں ہے۔ (۲) کیا قرآن مجید کی کسی سورۃ بلکہ آیت کا منکر کافر نہیں ہے (۳) کیا مذکورہ روایت سے قرآن مجید کی عظمت کا انکار اور صحابی طلیلؓ کے ایمان میں خلل آنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ مہربانی کریں کوئی ایسا اصول پیش کریں کہ یہ مذکورہ روایت غلط ثابت ہو جائے اور قرآن مجید کی عظمت بحال ہو جائے اور طلیل القدر بدری صحابیؓ کے ایمان میں بھی خلل نہ آئے۔ کیونکہ جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو جھوٹ ثابت کر دکھانا یہ تو آپ کے بائیس ہاتھ کا کھیل ہے۔

حدیث کی سندیں ملاحظہ ہوں۔ (۱) وقد اخرجہ عبد اللہ بن احمد فی زیادات المسند والطبرانی وابن مردودہ من طریق الاعمش عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن یزید النخعی قال کان عبد اللہ بن مسعود - بحک المصو ذ تین من مصاھدہ ویقول انھما یتا من کتاب اللہ (فتح الباری ص ۴۳ ج ۸)

یہ وہی روایت ہے جو مولانا اثری صاحب نے ذکر کی ہے لیکن الاعمش عن ابی اہلق کا ذکر چھوڑ کر عبد الرحمن سے بسم اللہ کی ہے معلوم ہوا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ (۲) عن الاعمش عن ابی اہلق عن علقمہ قال کان عبد اللہ - بحک المعوذتین من مصاہفہ و یقول انھما یتامن کتاب اللہ ولم یکن عبد اللہ یقرأ بہما (تفسیر ابن کثیر ص ۴۷ ج ۴) اس سند میں بھی الاعمش عن ابی اہلق عن علقمہ ہے۔ مولانا اثری صاحب نے اس کا حوالہ تفسیر ابن کثیر سے ذکر کیا ہے (توضیح ص ۴۳ ج ۲) مگر سند کو ظاہر نہیں کیا۔ (۳) ازرق بن علی حدیثا حسان ابراہیم حدثنا الصلت بن بھرام عن ابراہیم عن علقمہ قال کان عبد اللہ الخ تفسیر ابن کثیر ص ۵۷ ج ۴) حسان بن ابراہیم کی سند پر جرح نور الصباح میں ملاحظہ کریں نیز امام بیہقی فرماتے ہیں و یقع فی احادیث حسان بن ابراہیم بعض ما ینکر (کتاب القراءة ۹۰ طبع دہلی) اور حسان بن ابراہیم کی حدیثوں میں بعض اوپری چیزیں واقع ہوتی ہیں۔

زر بن جمیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بذریعہ جبریل علیہ السلام بتایا گیا ہے کہ تم معوذتیں پڑھا کرو تو میں بھی تجھے کہتا ہوں کہ پڑھا کرو۔ حضرت ابی بن کعب مشہور قاری قرآن فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہم بھی پڑھا کرتے ہیں۔

(۴) قال احمد حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم عن زر قال سألت ابن مسعود عن المعوذتین فقال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قیل لی فقلت لکم فقولوا قال ابی فقال قیل لی فقلت لکم فقولوا قال ابی فقال لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنحن نقول (تفسیر ابن کثیر ص ۵۷ ج ۴)

(۵) حضرت زر بن جمیش فرماتے ہیں سألت ابی بن کعب عن المعوذتین فقال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قیل لی فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بخاری ص ۴۴ ج ۲) (ترجمہ) حضرت زربن حبیش فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے معوذتین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے اس کے قرأت کرنے کا حکم کیا گیا ہے پس میں قرأت کرتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا پس ہم بھی اسی طرح قراءہ کرتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کی قرأت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وقد اخرجہ احمد ایضاً و ابن حبان من رواية حماد بن سلمة عن عاصم بلفظ ان عبد الله بن مسعود كان لا يكتب المعوذتين في مصحفه (فتح الباری ص ۴۲ ج ۸) حضرت زربن حبیش کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود معوذتین کی قرآنیت کو تسلیم کرتے تھے اور خود پڑھا بھی کرتے تھے جب کہ مسند احمد کے حوالے سے حدیث نمبر 4 کے تحت گزرا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے خود حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے تو میں تمہیں پڑھنے کا حکم کرتا ہوں تو حضرت ابی بن کعب نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی موافقت کی ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف معوذتین کا لکھنے کے بارے میں تھا پڑھنے کے بارے میں نہیں تھا۔ اور جن روایات میں لیسا من کتاب اللہ آتا ہے یعنی یہ دونوں سورتوں قرآن مجید میں سے نہیں تو یہ روایتیں سند کے لحاظ سے صحیح نہیں مولانا ارشاد الحق صاحب نے حافظ ابن حجر کی اندھی تقلید میں یا حضرت عبد اللہ بن مسعود کی دشمنی میں ان روایات کو صحیح کہا ہے تو اس کی حقیقت ہم ان کے اپنے اقوال سے پیش کرتے ہیں تاکہ ان کی سیاحتی سے ان کو اپنا چہرہ ہی سیاہ ہو۔

تصویر کا دوسرا رخ: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اس فہرست میں سلیمان بن مہران الاعمش بھی ہیں جو مشہور مدلس ہیں بلکہ ضعفاء سے بھی مدلس کرتے ہیں

(توضیح الکلام ص ۲۹۵ ج ۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت جن میں معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کیا گیا ہے اس کی تین سندوں میں الاعمش موجود ہے۔ (۲) نیز مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اور مغیرہ فرماتے ہیں کہ اعمش اور ابواسحاق نے تدلیس کی بناء پر اہل کوفہ کی روایات کو نقصان پہنچایا ہے (تہذیب ص ۶۷ ج ۸ میزان ص ۲۲۳ ج ۲) ابواسحاق جوزجانی فرماتے ہیں کہ محدثین نے ارسال کی بناء پر ان کی روایات سے توقف کیا ہے کہ کہیں انکا مخزن ہی صحیح نہ ہو اور ابواسحاق مجہول راویوں سے روایت کرتے تھے (تہذیب ص ۶۷ ج ۸) (توضیح الکلام ص ۴۱۷ ج ۲)

نوٹ: یاد رہے کہ پہلی تین سندیں جن میں لیتا من کتاب اللہ ہے اس کی سند الاعمش عن ابی اسحاق سے مروی ہے جبکہ مولانا ارشاد الحق صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف اور قرآن پاک کی قطعیت کے خلاف اعمش اور ابواسحاق کی روایت کو صحیح کہتے ہیں اور جہاں ابواسحاق کی روایت فاتحہ خلف الامام کے خلاف مروی ہے۔ تو وہاں پنج جہاں کر ابو اسحاق اور الاعمش کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی روایت بالکل غلط ہے۔ (۳) مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود خود فرماتے ہیں کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءہ کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قراءہ غلط ملط کر دی ہے۔ (الطحاوی۔ سند احمد) علامہ حیشمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی الصحیح کے راوی ہیں اور علامہ ماردینی لکھتے ہیں کہ یہ سند کھری ہے (احسن الکلام ص ۲۳۵) پہلا جواب: ابواسحاق مدلس و مختلط ہیں ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ کسی حدیث کے راویوں کا صحیح بخاری کے راوی ہونا اس حدیث کی صحت کیلئے کافی نہیں یہ حدیث صحیح یا جید کیونکر ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس کی سند میں ابواسحاق مدلس ہیں اور یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی روایت معنعن روایت بالاتفاق صحیح نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۴۱۵ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب عجیب

(توضیح الکلام ص ۲۹۵ ج ۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت جن میں معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کیا گیا ہے اس کی تین سندوں میں الاعمش موجود ہے۔ (۲) نیز مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اور مغیرہ فرماتے ہیں کہ اعمش اور ابواسحاق نے تدلیس کی بناء پر اہل کوفہ کی روایات کو نقصان پہنچایا ہے (تہذیب ص ۶۷ ج ۸ میزان ص ۲۲۳ ج ۲) ابواسحاق جوزجانی فرماتے ہیں کہ محدثین نے ارسال کی بناء پر ان کی روایات سے توقف کیا ہے کہ کہیں انکا مخزن ہی صحیح نہ ہو اور ابواسحاق مجہول راویوں سے روایت کرتے تھے (تہذیب ص ۶۷ ج ۸) (توضیح الکلام ص ۴۱۷ ج ۲)

نوٹ: یاد رہے کہ پہلی تین سندیں جن میں لیتا من کتاب اللہ ہے اس کی سند الاعمش عن ابی اسحاق سے مروی ہے جبکہ مولانا ارشاد الحق صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف اور قرآن پاک کی قطعیت کے خلاف اعمش اور ابواسحاق کی روایت کو صحیح کہتے ہیں اور جہاں ابواسحاق کی روایت فاتحہ خلف الامام کے خلاف مروی ہے۔ تو وہاں پنج جہاں کر ابو اسحاق اور الاعمش کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی روایت بالکل غلط ہے۔ (۳) مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود خود فرماتے ہیں کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءہ کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قراءہ غلط ملط کر دی ہے۔ (الطحاوی۔ سند احمد) علامہ حیشمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی الصحیح کے راوی ہیں اور علامہ ماردینی لکھتے ہیں کہ یہ سند کھری ہے (احسن الکلام ص ۲۳۵) پہلا جواب: ابواسحاق مدلس و مختلط ہیں ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ کسی حدیث کے راویوں کا صحیح بخاری کے راوی ہونا اس حدیث کی صحت کیلئے کافی نہیں یہ حدیث صحیح یا جید کیونکر ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس کی سند میں ابواسحاق مدلس ہیں اور یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی روایت معنعن روایت بالاتفاق صحیح نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۴۱۵ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب عجیب

انسان میں اللہ تعالیٰ کے قرآن کی دو سورتوں کا انکار اور عبد اللہ بن مسعود کی توبین کرنے کے لئے ابواخنی کی روایت کی سند بلکہ اسکے متن کو بالکل صحیح کہتا ہے اور یہاں فاتحہ خلف الامام میں ابو اسحاق کی روایت اللہ کے قرآن کے موافق ہے لیکن ابن اسحاق دجال کی روایت کے مخالف ہے اور مولانا ارشاد الحق صاحب کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے ابواسحاق کی روایت بالکل ردی ہو گئی ہے۔

(۴) ہماری گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابواخنی کو تقریباً دو درجن محدثین اور اہل علم نے مدلس قرار دیا ہے اور اس کی مدلس کو قبول نہیں کیا (الی) مدلس کے علاوہ ابواخنی پر اختلاط کا الزام بھی ہے (توضیح الکلام ص ۴۱۹ ج ۲) (۵) مؤلف احسن الکلام کے شاگرد رشید مولانا حبیب اللہ ذریوی اس کے معترف ہیں کہ ابواخنی مدلس اور مختلط ہے (نور الصباح ص ۱۳۷ تا ص ۱۳۸) حاشیہ توضیح الکلام ص ۴۱۹ ج ۲) مؤلف نور الصباح یعنی راقم الحروف نے یہ ضرور کہا ہے اور یہ حضرت ابن مسعود پر بہتان کے دفاع میں اور قرآن مجید کی عظمت و قطعیت کا لحاظ کرتے ہوئے کاش بد بخت اثری صاحب تو بھی قرآن کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے اور جلیل القدر بدری صحابہ پر بہتان کے جواب میں وہاں ابواخنی پر یہ جرح کر دیتا تو تجھے ثواب ملتا لیکن تو ایسا بد بخت ہے کہ ابواخنی کی روایت کو (وہاں) صحیح کہہ رہا ہے (۶) ابواخنی اس میں مدلس و مختلط ہے۔ اور یہ راہت معنعن ہے اس لئے اس سے استدلال کسی بھی صورت صحیح نہیں (توضیح ص ۴۹۴ ج ۲) (۷) ابواخنی مدلس ہے اور اس کا سامع بھی خائف سے ثابت نہیں (توضیح ص ۱۸۷ ج ۲) کاش ظالم انسان تجھے ماں نے نہ جنا ہوتا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "ہمارے مہربان مولانا صفدر صاحب نے بھی حضرت ابن مسعود کی تعریف و توصیف میں دو صفحات (۱ ج ۹۴، ۹۳) رقم فرمائے ہیں کون ظالم ہے جنہیں ان کے اس درجہ و مرتبہ کا انکار ہے (توضیح ص ۳۹ ج ۲ حاشیہ) الجواب مولانا اثری صاحب وہ ظالم انسان تو ہی ہے جو جھوٹی

روایت کی بناء پر حضرت ابن مسعودؓ کو معوذتین کا منکر قرار دے رہا ہے اور قرآن مجید کو ایک غیر متفق علیہ کتاب کہہ رہا ہے۔

گل مکے گلشن مکے جنگل دھوڑے رو مکے اڑ مکے دانا جہاں سے بے شعورے رہ مکے

تضاد نمبر 10: مولانا رشاد الحق صاحب لکھتے ہیں صحیح مسلم کے علاوہ دو روایات

بھی ہیں جنہیں امام المحدثین امام البخاری نے بطور استدلال پیش کیا ہے اور اصول فقہ روایت کے اعتبار سے وہ بھی صحیح ہیں لیکن انہوں نے کہ وہ تو ہمارے مہربان (مولانا صفدر) کے نزدیک ضعیف اور منکر ٹھہرے (توضیح الکلام ص ۲۰۹ ج ۱) اور عبید اللہ بن عمرؓ عن ابی عن ایوب عن ابی قتادہ عن انسؓ (الحجۃ البخاری کتاب القراءة ص ۴۸) امام بخاری کا احتجاج کرنا صحت کی دلیل ہے (توضیح ص ۴۳۳ ج ۱) الجواب: جزء القراءة میں امام بخاریؒ کا کسی روایت سے استدلال کرنا اس کے صحیح اور حجتہ ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ اس میں امام بخاریؒ نے اس کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا اگر مولانا اثری صاحب اس ضابطے پر متفق ہیں کہ جزء القراءة میں امام بخاریؒ نے جو روایت بطور استدلال پیش کی ہے وہ صحیح ہے تو ہم حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر فادی ان لا صلوة الا بفاتحة الكتاب وما زاد (جزء القراءة ص ۳ روایت نمبر ۸) ترجمہ: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا پس ندا کرنے والے نے یہ منادی کی کہ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرآن بغیر نماز نہیں ہوتی)۔ اب یہ حدیث جزء القراءة میں بہت سے مقام پر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ص ۲۵ روایت نمبر ۱۵۲ اس میں یہ الفاظ ہیں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انا دی لا صلوة الا بقراءة فاتحة الكتاب فما زاد۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اعلان کروں کہ سورۃ فاتحہ پس کچھ زیادہ قرآن کے بغیر نماز میں نہیں ہوتی اور جزء القراءة ص ۲۹ روایت نمبر ۶۴ میں بھی حدیث موجود ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں اخرج فادی المدینہ ان لا صلوة الا بقرآن ولو بفاتحة الكتاب فما زاد یعنی ابوہریرہؓ نکل پس مدینہ منورہ میں اعلان کر دو کہ قرآن مجید کی قراءۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اگرچہ وہ سورۃ فاتحہ پس کچھ زیادہ قراءۃ سے ہو اور یہی حدیث جزء القراءة کی آخری

حدیث عن ابی حریرة قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اتادی لاصلوۃ الالبقرۃ فاتخذ الکتاب فما زاد کے الفاظ سے مروی ہے۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو جزء القراۃ میں چار مقام پر بطور استدلال پیش کیا ہے۔ مگر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری اس روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جواب: لیکن یہ زیادة (وما زاد) بھی صحیح نہیں جبکہ اس میں جعفر بن میمون ہے اور اس میں کلام سے امام ابن حبان اور امام حاکم نے اگرچہ اس کی توثیق کی ہے لیکن امام نسائی فرماتے ہیں لیس بالتوی امام بخاریؒ فرماتے ہیں لیس بشی امام احمدؒ فرماتے ہیں لیس بقوی امام ابن معین سے تین مختلف قول منقول ہیں صالح الحدیث لیس بذاک، لیس بعبہ (توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ۱) تو ثابت ہوا کہ جزء القراۃ کی روایات صرف امام بخاریؒ کے استدلال کرنے سے صحیح نہیں ہو جاتیں ورنہ ارشاد الحق صاحب اثری حضرت ابو حریرہؓ کی حدیث جس کی سند میں جعفر بن میمون ہے اس پر جرح کرتے ہوئے تضاد کا شکار نہ ہوتے یا مولانا ارشاد الحق صاحب کا اثری کے ہاں یہ ضابطہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جزء القراۃ کی جو روایات ان کے حق میں ہوں وہ صحیح اور حجۃ ہوں اور جو روایات ان کے مسلک کے خلاف ہوں وہ گرچہ جزء القراۃ میں ہوں امام بخاریؒ نے اس سے بار بار استدلال کیا ہو وہ ضعیف قرار پائیں۔ اس بنیاد پر کہ یہ ان کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے جھوٹے ضابطے کے مطابق بالکل صحیح ہیں معلوم ہوا مولانا اثری صاحب کا دوہرا معیار ہے۔ وہ ہر جگہ تضاد کی ٹھوکروں میں دھکے کھا رہے ہیں۔ نوٹ: اثری صاحب نے جعفر بن میمون کے بارے میں کہا امام ابن حبان اور امام حاکم نے اگرچہ اس کی توثیق کی ہے اس کا مطلب یہ نکلا کہ ان دو حضرات کے علاوہ اور کسی محدث نے بھی جعفر بن میمون کی توثیق نہیں کی۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہے اور دھوکہ ہے۔ ہم انشاء اللہ اس دھوکہ اور اس جھوٹ سے باب المخادعات میں اس سے پردہ اٹھائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک اثر نقل کرتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

قال لي عبيد الله حدثنا اسحاق بن
سليمان عن ابي سنان عن عبد الله
بن ابي الهزيم قال قلت لابي بن
كعب اقرأ خلف الامام قال نعم كجزء
القرءاءة ص ۸

یعنی عبد اللہ بن ابی حزیل فرماتے ہیں میں نے
حضرت ابی بن کعب سے کہا کیا میں امام کے
پچھے پڑھوں تو انہوں نے پڑھنے کی اجازت دی۔

اس اثر کے تمام راوی ثقہ ہیں اسحاق بن سلیمان ابو جعفر رازی کا متابع ہے جو بالاتفاق ثقہ ہے
(تہذیب ص ۲۳۳ ۲۳۵ ج ۱) اور عبد اللہ امام بخاریؒ کے استاد ہیں وہ بھی ثقہ ہیں (توضیح
الکلام ص ۳۸۱ ج ۱) نیز اثری صاحب لکھتے ہیں الغرض حضرت ابی بن کعب کا یہ اثر سنداً حسن
صحیح ہیں اس اثر میں عموم ہے جس میں فاتحہ بہر حال شامل ہے (توضیح الکلام ص ۳۸۲ ج ۱)

الجواب: مولانا ارشاد الحق اثری جھوٹ بولنے اور تضادات کے شکار ہونے میں اپنی نظیر نہیں
رکھتے۔ امام بخاریؒ سے جو اثر جزء القراءة کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ قطعاً صحیح نہیں کیونکہ امام
بخاریؒ نے اپنے استاد عبد اللہ سے یہ سند اس طرح بیان کی ہے وقال لي عبيد الله اور جب امام
بخاریؒ اس طرح بیان کریں تو اس روایت میں کوئی عیب اور خرابی ضرور ہوتی ہے چنانچہ مولانا
ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ صیغہ یعنی (قال لي) امام بخاریؒ موقوف اور مرفوع حدیثوں
میں بھی استعمال کرتے ہیں جب ان کی سند میں ایسا راوی ہو جو ان کے نزدیک قابل احتجاج
نہیں ہوتا۔ لہذا امام بخاریؒ نے اپنے ہی اصول کی بناء پر اس روایت کو قال لي سے روایت کیا
ہے امام بخاریؒ نے خود ہی جب اس کے معلول ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے تو ان پر اعتراض
بالکل فضول ہیں یہ اعتراض دراصل صحیح بخاریؒ میں امام صاحب کے اصول و ضوابط سے بے خبری
پر مبنی ہے اور اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو بھی اس (صحیح بخاریؒ) میں بیان کر دیا وہ

بہر حال صحیح ہے حالانکہ بعض وہ روایات جن کے ضعف کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے وہ صیغہ تریض سے ہو قال لی سے ہوں یا اسی نوعیت کے کسی اور لفظ سے۔ وہ بہر حال ان کی شرط پر نہیں ان کی حیثیت شواہد و متعابعات کی ہوتی ہے یا بسا اوقات بیان ضعف کی خاطر ذکر کی جاتی ہیں امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ذروی کے جواب میں ص ۱۰۹) نیز لکھتے ہیں انتہائی افسوس کی بات ہے کہ امام بخاری نے محمد بن ابی قاسم کو کما حقہ نہ پہچاننے کی بناء پر ہی تو اس روایت کو قال لی کے الفاظ سے بیان کر کے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ اس روایت کو قال لی کے الفاظ سے بیان کر کے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ اس کی سند میں کچھ خرابی ہے (امام بخاری ص ۱۰۹) مولانا ارشاد الحق اثری کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ یہاں جزء القراءة میں بھی وقال لی عبید اللہ سے امام بخاری نے حضرت ابی بن کعب کا اثر نقل کر کے اس کی خرابی کی طرف اشارہ کر دیا چنانچہ جزء القراءة کی سند وقال لی عبید اللہ حدیث اسحاق بن سلیمان عن ابی سان عبد اللہ بن الحضریل قال قلت لابی بن کعب الخ (جز القراءة ص ۱۵) تمام مطبوعہ جزء القراءة کے نسخ میں یہ سند اسی طرح ہے مگر ارشاد الحق اثری نے تحریف اور خیانت کرتے ہوئے (اس) کی سند کو بدل دیا ہے اور سند یوں بنا دی ہے۔ اسحاق بن سلیمان عن ابی سان عن عبد اللہ بن ابی المہذیل حالانکہ یہ کھلی تحریف ہے اگر سند غلط تھی تو اس کو حاشیے میں بیان کرتے متن میں تبدیل کرنے کا ان کو حق نہیں تھا۔ چنانچہ شیخ محترم مولانا صفدر صاحب دامت مجدہم پر عبد اللہ بن شداد ابو الولید لکھ دینے پر اعتراض کیا ہے کہ انکو یہ اس طرح تبدیل کرنے کا حق نہیں۔ بلکہ سرفنی لگائی ہے "مؤلف احسن لاکلام کی کھلی بددیانتی" حالانکہ امام حاتم نے جو بات کہی تھی حضرت شیخ محترم نے اسی پر عمل کیا ہے اور جزء القراءة کی سند میں اور بھی خرابی ہے جیسا کہ دارقطنی جلد ۱ ص ۳۱۷۳۱۸ میں اسحاق بن سلیمان اور ابوسنان کے درمیان ابو جعفر الرازی کا واسطہ ہے اور ابو جعفر الرازی مشکم فیہ اور ضعیف راوی ہے

تو یہ اثر کسی سند سے صحیح نہیں فلہذا اثری صاحب کا اس اثر کو صحیح کہنا جھوٹ اور تضاد کی بدترین مثال ہے۔ نیز اثری صاحب لکھتے ہیں "حالانکہ امام عبدالرزاق اور عبید اللہ بن موسیٰ کے بارے میں فرق بین ہے۔ عبید اللہ کے بارے میں امام احمدؒ نے اس بناء پر نقد کیا کہ وہ غالی شیعہ تھے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں عاب علیہ احمد غلوہ فی التشیع (حدی الساری ص ۴۲۳) حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ عبید اللہ شیعیت کی بناء پر ضعفاء بلکہ کذابین سے بھی ایسی روایتیں بیان کرتے ہیں جو ان کی شیعیت کے مطابق ہوتی ہیں اسی بناء پر امام احمدؒ نے عبید اللہ کی احادیث نہیں لکھیں (آئینہ ان کو دکھایا تو برامان گئے ص ۱۰۵) جناب اثری صاحب کو اپنے قول کا پاس کرنا چاہیے تھا (بہت افسوس)

تضاد نمبر 12 : مولانا ارشاد الحق اثری صاحب محمد بن عثمان بن ابی شیبہ راوی کے

متعلق لکھتے ہیں کہ محمد بن عثمان متکلم فیہ ہے اسے گو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے لیکن امام عبد اللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور ابن خراش نے کہا ہے کان یضع الحدیث کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا (توضیح الکلام ص ۴۵۵ ج ۱) اور مولانا ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر سے نقل کرتے ہیں مگر محمد بن عثمان ضعیف ہے (توضیح ص ۶۲۲ ج ۲)۔

الجواب : یہی محمد بن عثمان بن ابی شیبہ جو اثری صاحب کے ہاں ضعیف بھی ہے کذاب بھی ہے اور حدیثیں بھی وضع کرتا ہے چونکہ یہ راوی اثری صاحب کے خلاف مقصد روایت کرتا ہے اس لیے وہ روای کی نوکری میں پھینکے کے قابل ہے مگر جہاں اثری صاحب کے مطلب کے موافق یہی راوی روایت کرے گا تو وہ فوراً ثقہ ہو جائے گا نہ کذاب رہے گا اور نہ وضاع رہے گا۔ چنانچہ اثری صاحب امام ابو حنیفہؒ پر ایک جرح تھی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کان یضع فی الحدیث کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں اس جرح کی سند میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ آتا ہے۔ یہاں اثری صاحب لکھتے ہیں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ابن عدی فرماتے ہیں میں نے اس کی کوئی حدیث منکر نہیں پائی۔ امام عبدان نے لایا اس پر اور صالح بن محمد سلمہ بن قاسم نے بھی ان کو توثیق کی ہے۔ (بغدادی ص ۴۳ ج ۲، لسان ص ۲۸۰ ج ۵) اور اس پر امام احمد وغیرہ سے جو جرح ہے وہ بواہر ابن عقدہ سے پہلے ہے مگر ان سے جرح و تعدیل کی منقولہ روایات پر محدثین نے اعتماد نہیں کیا (تذکرہ ص ۴۰ ج ۳، بغدادی ص ۲۳۷ ج ۲) نیز ان کی جرح محتمل المعنی ہے کمالا یسخر علی الماہر، البتہ ابن خراش وضع الحدیث کہا ہے مگر اس کے تاقص بھی ابن عقدہ ہیں ثانیاً خود ابن خراش کی جرح توثیق کے مقابلے میں قبول نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۶۳۱ تا ۶۳۲ ج ۲) قارئین کرام یہی محمد بن ابی شیبہ جب اثری صاحب کے موافق روایت نقل کرتا ہے تو وہ ثقہ بن جاتا ہے اور چونکہ یہاں امام ابو حنیفہؒ کے

خلاف جرح نقل کر رہا ہے تو امام اعظم کی دشمنی میں اثری صاحب اندھا ہو گیا ہے اور اس راوی کو ثقہ بنا دیا ہے۔ یہ ہے اثری کا سند کی جرح اور تعدیل کا معیار جو روایت ان کے حق میں ہو تو سب راوی ثقہ ہو جاتے ہیں اور جو روایت ان کے خلاف ہو تو پھر کوئی نہ کوئی راوی ضعیف ضرور بنا دیا جاتا ہے۔

تضاد نمبر 13: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں ابن سعد تو ثقہ اور امام

ہیں لیکن ان کی جرح جبکہ وہ منفرد ہوں علماء فن کے ہاں مقبول نہیں (الی) رہما خطا کے الفاظ حرف ابن سعد ہی نے کہے ہیں لہذا یہ الفاظ قابل اعتبار نہیں (توضیح ص ۲۰۶، ۴۳۰، ۴۳۱ ج ۱)

الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب نے یہاں جو ضابطہ بیان کیا ہے وہ اس لیے بیان کیا ہے کہ

ابن سعد کی جرح اثری صاحب کو نقصان دے رہی تھی۔ جب اس ابن سعد کی جرح اثری

صاحب کے موافق ہوئی تو پھر ابن سعد کی جرح کو وہ ضرور نقل کریں گے اور یہ ضابطہ بھول جائیں

گے۔ چنانچہ اہلحق الارزق راوی نے ایک حدیث من کان لامام فقراء الامام لہ قراءۃ نقل کی ہے

جو مسند احمد بن منیع میں ہے تو اب اثری صاحب لکھتے ہیں اسحاق الارزق کی روایت شاذ ہے

اسحاق کو ثقہ ہیں مگر ابن سعد نے کہا ہے رہما خطا کہ وہ بسا اوقات غلطی کر جاتا ہے (تہذیب ص

۲۵۷ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۵۰۳ ج ۲) قارئین کرام نے ملاحظہ کر لیا کہ اب ابن سعد کیا ہے

اور اسحاق ثقہ ہے مگر ایساں اثری صاحب ابن سعد کی بات سے حجت پکڑ رہے ہیں کیا یہی

شاندار اصول ہے کہ ایک راوی خفیوں کے دلائل میں ہو تو وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور اس کی

بات قابل قبول نہیں ہوتی بعینہ وہی راوی جب اثری صاحب کے موافق روایت نقل کر رہا ہو تو وہ

پھر قابل قبول بن جاتا ہے یہ کسی ایمان داری ہے جس کو اثری صاحب نے اپنا رکھا ہے۔

تضاد نمبر 14: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور خصوصاً مولانا صنف

صاحب کی تسلی کیلئے عرض ہے کہ امام نسائی نے اس (نافع بن محمود کی) روایت کو سنن نسائی میں

ذکر کیا ہے اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حسن یا صحیح ہے جبکہ ابن عجلان کی حدیث اذا قرأ فاصبحوا

کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ امام نسائی نے بھی اسے صحیح کہا ہے حالانکہ امام نسائی سے اس کی صحیح کے متعلق کوئی صریح قول منقول نہیں چونکہ سنن نسائی کو مظان حسن میں شمار کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کی احادیث پر حسن یا صحیح کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے ہم یہاں کیوں نہ امام نسائی کو اس حدیث کے مصححین کی فہرست میں شامل کریں (توضیح الکلام ص ۳۶۴ ج ۱) الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری مولانا سرفراز خاں صفدر کے جواب میں لکھتے ہیں امام نسائی کا نام صرف اسی لیے لیا گیا ہے کہ انہوں نے السنن الصغریٰ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور ابو خالد کی متابعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ مؤلف احسن الکلام سے قبل ایک اور موجد انوالوی بزرگ بھی اسی شبہ کا شکار ہیں (حاشیہ نصب الراية ص ۱۶ تا ۱۷ ج ۲) حالانکہ سنن نسائی میں کسی حدیث کا منقول ہونا اور اس کے متعلق امام نسائی کا خاموشی اختیار کرنا قطعاً اس حدیث کی صحت پر دلالت نہیں کرتا (توضیح ص ۳۵۱ ج ۲) نیز مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں بعض محدثین نے بلاشبہ سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے لیکن یہ حکم اکثری ہے یہ نہیں کہ اس کی تمام احادیث صحیح ہیں خود امام نسائی نے کئی روایات پر کلام بھی کیا ہے (توضیح الکلام ص ۳۰۵ ج ۲) قارئین کرام جب نسائی میں کسی حدیث کا آجانا اثری صاحب کے نزدیک صحیح کی دلیل نہیں تو پھر نافع بن محمود کی روایت کے بارے میں امام نسائی کو تحسین کی فہرست میں شامل کرنے کا کیا مقصد ہے حالانکہ ابن عجلان کی حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ اس پر امام نسائی نے باب قائم کیا ہے اور اسی حدیث کو قرآن کی آیت واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون کی تفسیر قرار دیا ہے اور ابو خالد الاحمر کا متابع محمد بن سعد الانصاری ذکر کیا ہے اور اس راوی کے بارے میں ذکر فرمایا ہے بھوٹہ کہ یہ معتبر ہے۔ چنانچہ نسائی ج ۱ ص ۱۴۶ میں ہے تاویل قوله عز وجل واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔ اس باب قائم کرنے کے بعد فوراً حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث واذا قرأ فأنصتوا ذکر کی ہے یعنی جب امام قراءۃ کرے پس تم خاموش ہو جاؤ اثری صاحب سے یہ سوال ہے کہ امام نسائی نے اس حدیث کو قرآن کی آیت کی تفسیر بتایا ہے تو

کیا یہ حدیث ان کے نزدیک ضعیف ہو سکتی ہے۔ پھر ابو خالد کا متابع ثقہ راوی ذکر کیا ہے تو امام نسائی اس حدیث کی سند کو پختہ کر رہے ہیں یا اعتراض کر رہے ہیں امام نسائی کے نظریہ سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک بالکل صحیح ہے اور قرآن پاک کی تفسیر ہے فلہذا اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہ رہا جبکہ نافع بن محمود کی روایت قطعاً صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ نافع بن محمود مجہول ہے اور نسائی کی سند میں زید بن واقد قدری ہے یعنی تقدیر کا منکر ہے اور هشام بن عمار متکلم فیہ راوی ہے اور یہ روایت قرآن اور صحیح حدیثوں کے خلاف ہے فلہذا امام نسائی کے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لیے فوراً اس روایت کے بعد قرآن پاک کی آیت پھر اس کی تشریح اور تفسیر واذ اقرأ فافهموا سے نقل کر کے نافع بن محمود کی روایت کو گویا قرآن اور حدیث کے خلاف قرار دیا ہے۔

تضاد نمبر 15: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں عبد اللہ بن عمرو بن حارث کو امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتم نے اس پر کوئی جرح نہیں کی اور مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتم کا سکوت کرنا اور جرح نہ کرنا راوی کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے (انباء السکن ص ۵۷، ۵۸) توضیح الکلام ص ۱۳۳۸ ج ۱) یہ عبد اللہ بن عمرو بن حارث چونکہ مولانا ارشاد الحق صاحب کی موافق روایت میں تھا اس لیے امام بخاریؒ و ابن ابی حاتم کا سکوت ثقہ ہونے کی دلیل بنایا جا رہا ہے۔ جب کوئی راوی مولانا موصوف کے خلاف روایت میں آجائے گا تو امام بخاریؒ و ابن ابی حاتم کا سکوت قابل حجت نہ ہوگا دیکھئے تصویر کا دوسرا رخ۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "ہم بھی یہی گزارش کرتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم کا بیحد گود کر کرنا اور جرح نہ کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ انکے نزدیک مجہول ہے بلکہ امام بخاریؒ نے تو اس کے تفرد اور ضعف کی صراحت کر دی ہے لہذا امام ابن حبانؒ کی یہ توثیق معتبر نہیں (توضیح ص ۱۸۲ ج ۱) (۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں "عبد اللہ بن نافع کو امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اس پر جرح نہیں کی اور ابن

حبانؒ نے کتاب الثقات میں حسب عادت ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے (جنہوں نے تہذیب میں ابن حبان کا یہ حوالہ دیا ہے) تقریب میں مجہول کہا ہے پھر یہ ثقہ کیسے (توضیح ص ۱۸۲ ج ۱) (۳) مولانا موصوف موسیٰ بن سعد اور محمد بن بجاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ان کا ترجمہ امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر (ص ۴۴ ج ۱) میں امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (ص ۲۱۳ ج ۳ ق ۱) میں ذکر کیا ہے مگر کوئی جملہ توثیق و توصیف کا نقل نہیں کیا (توضیح ص ۴۱ ج ۲) (۴) مولانا موصوف لکھتے ہیں "اور محمد بن بجاد اور موسیٰ بن سعد دونوں مجہول و مستور ہیں لہذا اس کی سند کو صحیح کہنا درست نہیں (توضیح ص ۴۳ ج ۲) (۵) مولانا موصوف توضیح ص ۴۱ ج ۲ میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ کسی راوی کے بارے میں ابن ابی حاتم کے سکوت کا حکم۔ پھر آگے مولانا موصوف لکھتے ہیں بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ امام ابن ابی حاتمؒ جس راوی پر سکوت کریں وہ ثقہ ہوتا ہے۔ تو یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں خود امام ابن ابی حاتمؒ نے (ص ۳۸ جلد ۱) میں صراحت کر دی ہے کہ جس راوی کے متعلق کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی گئی تو ان کا ذکر محض تکمیل ہے اگر ہمیں کوئی کلمہ مل گیا تو بلاخر ہم اسے نقل کر دیں گے۔ ائمہ فن نے بھی ایسے راویوں کو مستور یا مجہول ہی قرار دیا ہے۔ دیکھیے تفسیر ابن کثیر (ص ۱۳۸ ج ۱) لسان (ص ۷۷ ج ۳) تہذیب (ص ۳۹۱ ج ۱) میزان (ص ۲۵ ج ۴) بلکہ اس کا اعتراف مؤلف احسن الکلام نے بھی کیا ہے (احسن الکلام ص ۹۳ ج ۲) (حاشیہ توضیح ص ۴۱ ج ۲ ص ۴۲ ج ۲) قارئین کرام یہ ہے مولانا ارشاد الحق صاحب کی دیانتداری و ایمانداری (لاحول ولاقوة الا باللہ)۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں الجرح والتعدیل میں امام ابن ابی حاتمؒ کا سکوت راوی کے مجہول یا مستور ہونے کی دلیل ہے ملاحظہ ہو۔ ہماری کتاب توضیح الکلام جلد ۲ ص ۴۴۱ تا ۴۴۲ (اسباب اختلاف الفقہاء حاشیہ ص ۱۲۵ از اثری صاحب)۔

تضاد نمبر 16: مولانا ارشاد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کبھی کبھی

بالجزم ایسی معلق روایت بھی لاتے ہیں جو انقطاع کی بناء پر ضعیف ہوتی ہے اسی کے تحت انہوں

نے صحیح روایت بھی لاتے ہیں جو انقطاع کی بناء پر ضعیف ہوتی ہیں اسی نوع کے تحت انہوں نے صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ جلد ۱۹۱ کی یہ معلق روایت ذکر کی ہے۔ قال طاؤس قال معاذا لاجل ایمن۔ حالانکہ امام ابن مدینی اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ طاؤس کا حضرت معاذ بن جبل سے سماع نہیں (المراسل ص ۶۵ تحذیب ص ۹ جلد ۵ جامع التحصیل ص ۲۳۳) وغیرہ امام بخاری کا ایسی منقطع روایت سے مقصد محض اس طریق پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے۔ روایت اور تحدیث نہیں ہوتا جیسا (کہ) حافظ اسماعیلی نے کہا ہے (تدریب الراوی ص ۶۱) اور تدریس بھی انقطاع ہے اس لئے اگر کوئی منقطع اور مدلس راوی کی معلق روایت امام بخاری لے آئے ہیں تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ وہ روایت متصل اور سماع پر محمول ہے (توضیح ص ۶۷ ج ۲) لیکن یہ تقریر مولانا ارشاد صاحب کی اس وقت ہے جبکہ کوئی ایسی روایت ان کے خلاف ہو لیکن اگر کوئی روایت مدلس کی معلق بالجزم اور مولانا موصوف کے حق میں ہو تو وہ صحیح بن جائے گی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب عمرو بن شعیب کی حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں ایک روایت معلق بصیغہ جزم عمرو بن شعیب کے واسطے سے ذکر کی ہے چنانچہ کتاب اللباس کی ابتدائی روایات میں ایک روایت کے الفاظ ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلووا شربوا ولبسوا وصدقوا الخ حافظ ابن حجر اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں وصلہ الطیالسی والحارث بن ابی اسامہ فی مسند یحییٰ من طریق حماد بن یحیی عن قتادۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وھذا مصیر من البخاری الی تقویۃ شیخ عمرو بن شعیب الم دار فی الصحیح اشارۃ البحا الان فی ہذا الموضع (فتح الباری ص ۲۵۳ ج ۱۰) توضیح ص ۳۳۵ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب نے حافظ ابن حجر کی تقلید میں عمرو بن شعیب کو قوی ثابت کرنے کے لئے امام بخاری کی ایک معلق بالجزم روایت کا سہارا لیا مگر اپنا اصول اور نظریہ بھول گئے کیونکہ اس روایت

کی سند میں عمرو بن شعیب سے روایت کرنے والا قنادہ ہے جو عن سے روایت کرتا ہے جس کو مدلس ثابت کرنے کے لئے مولانا ارشاد الحق صاحب نے تقریباً بیس اور اوراق سیاہ کئے ہیں دیکھئے توضیح الکلام ص ۲۸۳ ج ۲ ص ۳۲۷) اور مدلس کی روایت تو مولانا موصوف کے ہاں منقطع ہے فاضل عمرو بن شعیب کی روایت کی تقویت کیسے ثابت ہو سکتی ہے پھر تو قنادہ کی مدلس بھی امام بخاری کے ہاں غیر مضرت ثابت ہوگی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کی دو اور عبارتیں ملاحظہ ہوں (۱) حماد بن ابی سلیمان سے بلاشبہ امام بخاری نے احتیاج نہیں کیا اور وہ ان کی شرط پر نہیں لیکن کیا جن سے انہوں نے تعلیق روایت لی ہے وہ سب ناقابل اعتبار ہیں۔ تعلیق روایت کرنے میں ان کا اسلوب کیا ہے حدیث کا طالب علم اس سے بخوبی واقف ہے خلاصہ یہ کہ امام صاحب نے اسے بالجزم بیان کیا ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ مگر جو صاحب امام صاحب کے اسلوب روایت سے واقف نہیں یا محض تجاہل عارفانہ سے کام لے تو ایسی تعلیقات پر مزے کی پھبتی کس سکتا ہے۔ حدیث کے کسی سچے معمولی طالب علم سے بھی اس کی توقع قطعاً نہیں کی جاسکتی (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ دیودی کے جواب میں ۱۰۱ تا ۱۰۲) (۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں "ثانیاً انہ فہم نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ امام بخاری جن روایات و آثار کو جزاً بیان کرتے ہیں وہ روایت ظاہر سند تک ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۱۱۵) قارئین کرام ان دو عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بالجزم مطلق روایت امام بخاری کے ہاں صحیح ہوتی ہے۔ اور اس مطلق روایت پر ناقابل اعتبار کی پھبتی کسنا سچے طالب سے توقع نہیں کی جاسکتی اور تضاد نمبر ۱۶ کی پہلی عبارت میں مولانا اثری ضعیف اور ناقابل اعتبار پھبتی کس چکے ہیں اب وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ حدیث کے سچے طالب علم ہیں یا جھوٹے۔ امید یہ ہے کہ وہ اپنے کو

آپ کو جھوٹا شمار کریں گے۔

ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی کر رکھا

تضاد نمبر 17: مولانا ارشاد الحق صاحب راقم الحروف کے جواب میں لکھتے ہیں

"اس طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص ۵۳۸ ج ۸ میں بھی حضرت نواس کی اسی روایت کا ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی نقد و جرح نہیں کی، مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں حافظ ابن حجر فتح الباری میں جن زائد احادیث کو ذکر کرتے ہیں اور ان پر خاموشی اختیار کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہیں اور یہی بات ذیروی صاحب کے استاد محترم مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ص ۱۷۷ ج ۱ میں کہی ہے (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۶۹) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "غور کیجئے ام المومنینؓ یہ نہیں فرماتیں کہ کیا فاتحہ سے زائد سورۃ پڑھی ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر فتح ص ۲۳۳ جلد ۲ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت پر سکوت کیا ہے (توضیح ص ۲۱۷ ج ۱) ان دونوں حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن حجر کا سکوت فتح الباری میں حجت ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "حدیث ملحق عنہ من الامل والبقر والغنم کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص ۵۹۳ ج ۹ میں ذکر کیا ہے حالانکہ اس کی سند میں مسعد بن السبع کذاب ہے عبد الملک بن معروف کا ترجمہ نہیں ملتا۔ ابراہیم بن احمد متکلم فیہ تفصیل کیلئے دیکھئے الا رواہ ص ۳۹۴ ج ۴) مگر مولانا محمد زکریاؒ کا ندھلوی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے اسے بطور استدلال ذکر کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے ممکن ہے اس کے راوی اور ہوں ان کے الفاظ ہیں ان الحافظ ذکرہ فی موضع الاستدلال و سکت عنہ فلعل فیہ راوی آخر (اوجز المسالک ص ۲۱۸ ج ۹) غور فرمائیں حافظ کے سکوت کا ان کے ہاں کیا مرتبہ ہے (حاشیہ توضیح ص ۳۳۸ ج ۱)۔

پس معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کا سکوت فی فتح الباری مولانا اثری کے ہاں قابل قبول نہیں لیکن جہاں ان کے حق میں روایت آجائے تو پھر ابن حجر کا سکوت معتبر ہے یہ ہے مولانا ارشاد الحق صاحب کی ایمانداری اور دیانتداری۔ بیٹھا بیٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو۔

تضاد نمبر 18: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کیا خیر القرون میں حالت انفراد میں بھی کچھ حضرات قراءۃ میں مترد تھے قطعاً نہیں (توضیح ص ۵۲۶ ج ۱)۔

تصویر کا دوسرا رخ: مولانا ارشاد الحق عنوان قائم کرتے ہیں "حضرت ابن عباسؓ پہلے سری نمازوں میں مطلقاً قراءۃ کے قائل نہ تھے (توضیح ص ۲۴ ج ۲) دروغ گور حافظ نباشد۔

تضاد نمبر 19: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "اس طرح ابن حبان نے بھی حضرت علیؓ کے ایک وضعی اثر من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

فی اجماعهم علی اجازة القراءة
خلف الامام دلیل علی بطلان
روایة ابن ابی لیلیٰ هذه (کتاب
المجروحین ص ۱۲ ج ۲)

امام ابن حبانؒ اور علامہ ابن عبد البرؒ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک اس مسئلہ پر اجماع رہا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے۔ مکروہ یا حرام نہیں جیسا کہ آج علمائے احناف باور کرانا چاہتے ہیں (توضیح ص ۵۳ ج ۱ تا ص ۵۶) الجواب۔ حضرت علیؓ کا یہ اثر وضعی نہیں بلکہ اس کی کنی سندیں ہیں بعض ضعیف ہیں بعض صحیح بھی ہیں جیسا کہ اس کی بحث اپنے مقام آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ الحمد پڑھنا امام کے پیچھے جائز ہے اور اس پر چوتھی صدی ہجری تک اجماع رہا تو یہ فضول بات ہے۔ جو چیز قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہو اس پر اجماع کیسے ہو سکتا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) امامِ اعظم ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

یعنی پہلی بدعتِ قراءۃ خلف الامام ہے وہ
(یعنی صحابہ و تابعین) امام کے پیچھے نہیں
پڑھتے تھے۔

اول ما احدثوا القراءۃ خلف
الامام و كانوا يقرأون (احسن

ص ۳۲۸)

(بحوالہ توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۲) اور اعظم کی روایت ابراہیم سے صحیح ہے (توضیح الکلام ص

۳۸۹ ج ۱ ملاحظہ ہو)۔

حضرت زید بن اسلم حضرت ابن عمر سے
روایت کرتے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے قراءۃ
کرنے سے منع کرتے تھے (یہ سند صحیح ہے)

عبدالرزاق قال اخبرنا داود بن
قيس عن زيد بن اسلم عن ابن
عمر كان ينهى عن القراءۃ
خلف الامام (مصنف

عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲)

ولید بن قیس (السکونی) فرماتے ہیں
کہ میں نے حضرت سويد بن غفلة سے
پوچھا کہ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں
قراءۃ کروں تو انہوں نے فرمایا قراءۃ نہ کرو

(۳) حدثنا الفضل عن زهير
عن الوليد بن قيس قال سألت
سويد بن غفلة اقرأ خلف الامام
في الظهر والعصر فقال لا
(مصنف ابن ابی شيبه ص
۳۳۱ ج ۱ ص ۴۹۶)

یہ اثر بھی سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔

فضل بن دیکین، ابو کیران (الحسن بن عقیقہ
المرادی) سے روایت کرتے ہیں کہ شخص کہ
تابعی قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے
تھے (یہ اثر بھی سند کے لحاظ سے صحیح ہے)

(۴) حدثنا الفضل عن ابی کیران
قال كان الضحاك ينهى عن
القراءۃ خلف الامام (ابن ابی
شيبه ص ۳۳۱ ج ۱ نمبر ۳۷۹۷)

۵) عبد الرزاق عن الثوري عن
الاعمش عن ابراهيم عن الاسود
قال وددت ان البذي يقرأ خلف
الامام ملئى فاه ترابا (عبد الرزاق
ص ۱۳۸ ج ۲)

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں
اس شخص کے بارے میں جو امام کے پیچھے
قراءت کرتا ہے۔ اے کامنڈی سے بھر دیا جائے

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت اسود بن عامر سے ایک اور اثر مصنف ابن ابی شیبہ
(ص ۳۷۶ ج ۱) میں موجود ہے جس میں خلف الامام پڑھنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم
ہے لیکن اس میں بھی اسماعیل بن خالد ہے جو طبقہ ثانیہ کا مدرس ہے جیسا کہ ابراہیم نخعی و سفیان
ثوری ہیں اور ایک اثر مصنف عبد الرزاق (ص ۱۳۸ ج ۲) اور ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۱ میں
اسی مفہوم کا منقول ہے مگر سند میں الاعمش مدرس ہے اور ابراہیم نخعی اسے معنعن روایت کرتے
ہیں ان دونوں طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسود کا یہ اثر صحیح ہے (توضیح الکلام ص ۵۹ ج ۲)

۶) عبد الرزاق عن داود بن قيس
عن عبيد الله بن مقسم قال سألت
جابر بن عبد الله ابا خلف الامام
في الظهور والعصر شيئا فقال لا
(عبد الرزاق ص ۱۴۱ ج ۲)

عبد اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ
امام کے پیچھے ظہر اور عصر میں کچھ قراءت کرتے
ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں قراءت نہیں کرتا۔

اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

۷) حدثنا وكيع عن الضحاك
بن عثمان عن عبيد الله بن مقسم
عن جابر قال لا يقرأ خلف الامام
(ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے
قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔

(اس اثر کے راوی بھی ثقہ ہیں دیکھئے اسن الکلام طبع دوم ص ۱۳۳ ج ۲)

۸) عن عبيد الله بن مقسم انه سأل
عبد الله بن عمر و زيد بن ثابت و
جابر بن عبد الله فقالوا لا نقرأ وافي
شي من الصلوات (طحاوی ص ۱۵۰
ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت عبد اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت ابن عمر و زید بن ثابت و حضرت جابر سے
پوچھا تو ان سب حضرات نے کہا کہ امام کے
پیچھے تمام نمازوں میں کچھ بھی قراءت نہ کرو۔

اس اثر کی سند بھی صحیح ہے جھوٹ نمبر 5 کے تحت اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۹) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرت زید (بن ثابت) سے سوال کیا کیا امام کے ساتھ قراءۃ کی جاسکتی ہے تو انہوں نے فرمایا

لا قراءۃ مع الامام فی شئ
(صحیح مسلم ص ۲۱۵ ج ۱،
طحاوی ص ۱۲۲ ج اوغیرہ)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ اثر سنداً صحیح ہے (توضیح ج ۲ ص ۱۰۷) "حضرت ابو

وائل کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود سے دریافت کیا کہ میں امام کے پیچھے قراءۃ
کر سکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ

ان فی الصلوۃ شغلًا سیکیفیک
قراءۃ الامام ابن ابی شیبہ ص
۳۷۲ ج ۱ طحاوی ص ۱۲۹ ج ۱
مؤطا ص ۹۸ بیہقی ص ۱۶۰ ج ۲
عبدالرزاق رقم ۲۸۰۲ المعجم
الکبیر ص ۳۰۲ ج ۱

نماز میں شغل ہے تمہیں امام کی قراءۃ کافی
ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے (توضیح الکلام ص ۱۴ ج ۲ ص ۱۱۵) (۲) حضرت ابن مسعود سے ایک

روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے انص للقرآن ان فی الصلوۃ شغلًا سیکیفیک ذاک الامام۔

قرآن کی قراءۃ کے (وقت) خاموش رہو۔ کیونکہ نماز میں شغل ہے یعنی امام قراءۃ میں مشغول

ہے اور تجھے امام (کی قراءۃ) ہی کافی ہے۔ یہ روایت بھی سنداً حسن صحیح ہے۔ توضیح ج ۲ ص ۱۸۔

(۱۱) واما ما روی عن علقمة
الاسود انهما قالوا وددنا ان الذی

یقرأ خلف الامام ملئی فوہ ترابا

فہو صحیح عنہما (تمہید ابن

عبدالبر ص ۵۱ ج ۱)

اور وہ جو علقمہ واسود سے مروی ہے کہ ہم پسند
کرتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو امام
کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر
دیا جائے پس یہ ان دونوں کا قول صحیح سند سے
ان سے مروی ہے۔

(۱۲) حدثنا ائمتی عن محمد قال
لا اعلم القراءة خلف الامام من
السنة (ابن ابی شیبہ ص ۳۱)
ج ۱ نمبر ۲۷۹۴

امام محمد بن میر بن فرماتے ہیں کہ امام پیچھے
قراءة کرنے کو میں سنت کے خلاف سمجھتا
ہوں۔

قارئین کرام یہ چند حوالے صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؓ کے آپ کی خدمت میں پیش ہیں
تا کہ مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد کے اس جھوٹ کا پردہ چاک ہو جائے کہ چوتھی صدی
ہجری تک تمام علماء کا اس پر اجماع تھا کہ وہ الحمد امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت دیتے تھے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جس نے امام کے ساتھ قراءۃ کی وہ فطرت پر نہیں۔
مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱ میں یہی روایت محمد بن
سلمین الاصمہانی عن عبد الرحمن (بن) الاصمہانی عن ابن ابی لیلیٰ عن علیؓ کی اسناد سے ہے اور
دارقطنی (ص ۳۳۲ ج ۱) میں قیس بھی اسے ابن الاصمہانی سے روایت کرتا ہے جس میں یہ
صراحت بھی ہے کہ ابن ابی لیلیٰ۔ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہے۔ اسی بناء پر عبد حاضر کے نامور
محدث علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ یہ سند جید ہے (ارواء الغلیل ص ۲۸۲ ج ۲) (توضیح الکلام ص
۳۱ ج ۲) مولانا اثری صاحب نے پہلے اس کو وضعی اثر کہا تھا اب نامور محدث علامہ البانی
غیر مقلد سے نقل کر رہے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ (حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا)

تضاد نمبر 20: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ جمہور امام کے پیچھے

وجوب فاتحہ کے قائل نہیں (توضیح الکلام ص ۱۰۰ ج ۱) مخبوط الحواس کبھی ایک بات پر قائم نہیں رہ سکتا
تصویر کا دوسرا رخ مولانا موصوف لکھتے ہیں "ثناء نہ امام پر واجب ہے نہ منفرد و مقتدی پر برعکس
سورۃ فاتحہ کے کہ جمہور کے نزدیک وہ بر نمازی پر واجب ہے (کما مر) (توضیح الکلام ص ۱۵۲ ج ۲)

خوش نوا یا ان چمن کو غیب سے مژدہ ملا دام صیاد اپنے بتلا ہونے کو ہے

تضاد نمبر 21: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب ایک روایت جو ان کی خلاف ہے

کے متعلق لکھتے ہیں امام بخاریؒ نے تصریح کی ہے کہ اس کی سند میں قنادہ ہے جس نے ابو خضرؓ سے سماع کی صراحت نہیں کی ان کے الفاظ ہیں لم یذکر قنادہ سماعاً من ابی نصرؓ فی هذا (جزء القراءہ ص ۱۳) اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قنادہ مدلس ہے جیسا کہ آئندہ انہی تفصیل آ رہی ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مدلس کا معنی موجب ضعف ہے لہذا اس کی سند کو صحیح کہنا مکمل نظر ہے (توضیح ص ۱۳۰ ج ۱) (۲) مولانا موصوف حضرت سعید بن المسیب کے اثر کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں اور اولاً یہ روایت صحیح نہیں اس میں قنادہ مدلس ہیں اور مدلس کا معنی صحت حدیث کے منافی ہے۔ قنادہ کی تدلیس پر سیر حاصل بحث آئندہ انشاء اللہ باب ثانی میں آئے گی۔ (توضیح ص ۲۸ ج ۲) قارئین کرام آپ یقین کریں کہ جب قنادہ مولانا ارشاد الحق اثری کے موافق روایت میں آئے گا تو اس کی حدیث پر فوراً صحیح ہو جائے گی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

حضرت سعید بن المسیب کا ایک اثر پیش کر کے لکھتے ہیں البتہ قنادہ مدلس ہے اور روایت معتنع ہے مگر مولانا صفدر کے ہاں تو اس کی تدلیس مضرب نہیں (احسن الکلام ص ۳۲۷ ج ۱) لہذا انہیں اس کے انکار سے اجتناب کرنا چاہئے (توضیح ص ۵۵۵ ج ۱) مولانا صفدر صاحب دام مجدہم کی بات آپ اس روایت میں تو نہیں مانتے جو آپ کے خلاف ہو جب موافق ہو تو صفدر صاحب کی بات مانتے ہو تمہیں شرم و حیا کہنا چاہئے اور پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔ بے حیا باش و ہر آچہ خواہی کن تضاد نمبر ۱۶ اور جھوٹ نمبر ۱۶ کو دوبارہ دیکھ لیں ان کا اس تضاد کے ساتھ تعلق ہے۔

تضاد نمبر 22: محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی توثیق نقل کرنے کے بعد مولانا اثری

صاحب لکھتے ہیں "اور اس پر امام احمد وغیرہ سے جو جرح منقول ہے وہ بواہل ابن عتقہ سے ہے

مگر ان سے جرح و تعدیل کی منقولہ روایات پر محدثین نے اعتماد نہیں کیا (تذکرہ ص ۴۰ ج ۳ بغدادی ص ۲۳۷ ج ۲) (توضیح ص ۶۳۲ ج ۲) الجواب: مولانا اثری صاحب کے ہاں یہ ضابطہ صرف اس حد تک ہے جبکہ ابن عقدہ (شیعہ) کے واسطے سے جرح و تعدیل مولانا موصوف کے حق میں نہ ہو لیکن وہ جرح و تعدیل اگر مولانا موصوف کے حق میں ہو تو فوراً ابن عدہ (شیعہ) کے واسطے وہ جرح و تعدیل قابل اعتماد ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

تصویر کا دوسرا رخ:

امام ابو حنیفہؒ پر جرح کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں امام ابن عدیؒ نے یہی قول احمد بن محمد بن سعیدؒ ثنا محمد بن عبد اللہ بن سلیمانؒ ثنا سلمۃ بن شیبہؒ ثنا المقری کے واسطے سے بھی بیان کیا ہے اور یہ سند بھی حسن ہے۔ سلمۃ بن شیبہؒ النیسابوری ثقہ ہے۔ تحدیب ص ۱۴۶ ج ۳ وغیرہ کامل میں سلمہ کی بجائے مسلمۃ غلط ہے اور تحقیق ہے محمد بن عبد اللہ بن سلیمانؒ کوفہ کے مشہور ثقہ محدث ہیں (السیر ص ۴۱ ج ۴ وغیرہ) احمد بن محمد بن سعیدؒ ابن عقدہؒ ہیں جو مشہور حافظہ الحدیث ہیں مگر بعض نے ان پر کلام کیا ہے اور بعض نے ثقہ (السیر ص ۳۴۰ ج ۳) ۱۵ تاریخ بغداد ص ۱۴۱ ج ۵ لسان ص ۲۶۳ ج ۲ وغیرہ (اسباب اختلاف الفقہاء اثری ص ۶۱) مولانا اثری نے کئی خیانات کا ارتکاب کیا ہے یہ نہیں بتایا کہ ابن عقدہ شیعہ ہیں بلکہ بعض نے رافضی بھی کہا ہے اور صحابہ کرامؓ کے مثالب (عیوب) لکھا کرتا تھا (۲) کامل ابن عدیؒ میں راوی مسلمۃ بن شیبہؒ ایک مجہول راوی تھا۔ اس کو اثری صاحب نے تحریف کرتے ہوئے کامل ابن عدیؒ کا متن بدل ڈالا ہے اور ابو حنیفہؒ دشمنی میں اس تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور اس کو سلمۃ بن شیبہؒ بنا دیا ہے۔

نوٹ: محمد بن عثمانؒ پر جرح امام احمدؒ سے منقول نہیں بلکہ عبد اللہ بن احمدؒ سے ہے اثری نے عبد اللہ کے بجائے امام احمدؒ بنا دیا ہے۔ دروغ گور حافظہ نباشد۔

ابن عقدہ کا تعارف

مولانا رشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں "ابن عقدہ کا شمار بابا شہ کوفہ کے حفاظ میں ہوتا ہے مگر اس کو بعض نے ثقہ اور بعض نے ضعیف کہا ہے چنانچہ امام ابن عدی نے اس کی توثیق کی ہے امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متھم بالوضع نہیں اکثر مناکیر بیان کرتا ہے۔ ابو بکر بن ابی غالب کہتے ہیں کہ وہ کوفہ کے شیوخ کو کذب پر آمادہ کرتا تھا ان کیلئے کتابیں تیار کرتا تھا اور انہیں کہتا کہ اسے روایت کرو پھر وہ ان کتابوں کو ان کے واسطے سے بیان کرتا ابو ذر اللہریؒ فرماتے ہیں، کہ ابن عقدہ بہت برا انسان تھا۔ ابو جعفر الحضریؒ ابن عقدہ کے کذاب ہونے پر ایک مستقل کتاب لکھنا چاہتے تھے مگر جلد وفات پا گئے اور یہ رسالہ نہ لکھ سکے۔ ائمہ ناقدین اس پر متفق ہیں کہ وہ رافضی تھا۔ ابو عمر بن حیوہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے مثالب بیان کرتا جس کی وجہ سے میں نے اس کی احادیث ترک کر دی ہیں۔ ابو بکر باغندی فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ابن عقدہ کا خط آیا کہ کوفہ میں ایک شیخ ہے جس کے پاس کوئی شیوخ کی روایات پر مشتمل کتابیں ہیں چنانچہ ہم اس شیخ کے پاس گئے اور ان سے ان کی کتابیں طلب کیں تو اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں ابن عقدہ یہ نسخہ لے کر آیا تھا اور مجھے کہا تھا کہ اس کو روایت کرو جس سے تمہاری شہرت ہوگی اور اہل بغداد تم سے علم حاصل کرنے آئیں گے۔ ابن مکرم فرماتے ہیں ہم ابن عثمان بن سعید کے پاس تھے اور ہمارے سامنے بہت سی کتابیں تھیں ابن عقدہ نے اپنی شلوار کا ازار بند کھولا اور اس میں شیخ ابن عثمان اور ہماری بے خبری میں پوشیدہ طور پر کتابیں ڈال لیں۔ جب ہم شیخ کے مکان سے باہر نکلے تو میں نے ابن عقدہ سے کہا تم یہ بوجھ کیسا اٹھائے ہو تو اس نے کہا تم مجھے اپنی نیکی سے دور رہی رہنے دو (السان المیزان ص ۱۳۶ ج ۱، ۲۶۳ ج ۱، ۲۶۶) کاہل ابن عدی ص ۲۰۸ ج ۱ تاریخ بغداد ص ۱۴ ج ۵ میزان ص ۱۳۶ ج ۱، ۱۳۷) لیجئے یہ ہیں ابن عقدہ، اب اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کر سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی روایت

کس درجہ و مرتبہ کی ہوں گی۔ (احادیث ہدایہ ص ۸۵ تا ۸۶ از اثری صاحب)۔ محترم اثری صاحب ہم آپ کے بارے میں بھی فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ آیا ان کے نزدیک آپ زیادہ کذاب ہیں یا ابن عقہہ زیادہ کذاب ہے۔

وہ آگے آگے وصل کا اقرار ساتھ ساتھ میں پیچھے پیچھے سر پہ ہوں بستر لئے ہوئے۔

تضاد نمبر 23: مولانا ارشاد الحق صاحب عن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی

روایت کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "امام ترمذی کا انداز بھی اسی پر شاہد ہے جبکہ کتاب الجہاد باب ماجاء فی الشعار میں ایک حدیث بواسطہ سفیان عن ابی اہن عن المحلب عن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے متصل بعد فرماتے ہیں وروی عن معن لمحب بن ابی صفرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل (ترمذی مع التھم ص ۲۵ ج ۳) ظاہر ہے کہ دوسری سند کو مرسل کہنا اور پہلی پر سکوت کرنا اس کے متصل ہونے کی دلیل ہے (توضیح الکلام ص ۴۲۰ ج ۱) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کو جب اپنا مطلب نکالنا مقصود ہو تو وہ اپنے تمام اصولوں کو حاق نسیان میں رکھ دیتے ہیں اور دروغ را حافظہ باشد کا مصداق بن جاتے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

تصویر کا دوسرا رخ:

ترمذی کی سند میں ابو اہن عن سہمی ہیں اور مولانا ارشاد الحق صاحب انکو مدلس ثابت کرنے کیلئے ایزی چوٹی کا زور لگا چکے ہیں دیکھئے توضیح ج (۲/۴۷۶ تا ۴۵۳)

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں لہذا اگر حافظ ابن حجر وغیرہ نے اس (ابو اہن) کی سند کو حسن کہا ہے تو اس سے ابو اہن کی تدلیس مرتفع نہیں ہو سکتی تو امام ترمذی کے صرف سکوت سے ابو اہن کی روایت کیسے متصل ہوئی آپ نے توضیح الکلام میں اسی قسم کے حربے استعمال کر کے اپنا الوسیدھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن لکل فرعون موسیٰ بھی تو موجود ہوتے ہیں۔

قریب ہے یا روزِ محشر چھپے گشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

تضاد نمبر 24: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ الغرض مؤمل کو امام

بخاری نے قطعاً منکر الحدیث نہیں کہا اگر وہ اسی درجہ اور مرتبہ کا راوی ہے جیسے فریق ثانی باور کرنا

چاہتا ہے تو امام حاکم علامہ ذہبی اس کی حدیث کو صحیح نہ فرماتے۔ امام ابن حبان ابن خزیمہ اور ابو

عوانہ اپنی تصحیح میں اس سے روایت نہ لیتے (توضیح الکلام ص ۱۰۹ ج ۲)

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا موصوف لکھتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ ابو عوانہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں محض خوش فہمی پر

مبنی ہے۔۔۔۔۔ یا جیسے صحیح ابن خزیمہ اور تصحیح ابن حبان ان کی بھی تمام تر روایات صحیح نہیں باوجود کہ

ان کا تتبع و تحری امام ابو عوانہ سے بدرجہا فائق ہے۔ (توضیح ص ۲۶۳ ج ۲) (۲) ابو عوانہ میں تو

متروک اور کذاب راوی بھی موجود ہیں (توضیح ص ۲۶۵ ج ۲) (۳) ابن حبان اور ابن خزیمہ

نے گو اس (یحییٰ بن حمید) سے اپنی تصحیح میں روایت لی ہے مگر مجبول کو ثقہ شمار کرنے میں ان کا

تسائل معروف ہے (توضیح ص ۴۴۹ ج ۲) (۴) حافظ ذہبی سے بھی امام حاکم کی موافقت میں

تسائل ہوا ہے حافظ ذہبی بھی تو انسان ہی تھے تخصیص المسند رک میں امام حاکم کی موافقت

میں ان سے متعدد فروگذاشتیں ہوئی ہیں (توضیح الکلام ص ۶۲ ج ۲) (۵) حدیث کی صحت کا مدار

رواقہ پر ہوتا ہے اگر کوئی راوی ضعیف ہے تو کوئی اسے صحیح کہتا ہے کہتا رہے اس سے روایت صحیح

نہیں ہو جاتی۔ بے خطا ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور بس (توضیح ص ۶۳ ج ۲)

راہِ سیدھی چل کہ اک عالم تجھے سیدھا کہے

کجروی بہتر نہیں اسے شونہ یہ رفتی رچھوڑ

حدیث سے بے خبری جناب ذیروی صاحب معصف ابن ابی شیبہ کی زیر بحث روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اس میں عن رجل یعنی مجہول شخص کا واسطہ ہے اور مجہول کی حدیث ضعیف ہوتی ہے (ہدایہ علماء کی عدالت میں ص ۱۵۹) حالانکہ جب سند میں کسی کا نام نہ لیا گیا ہو۔ عن رجل کہہ کر روایت بیان کی گئی ہو تو اس راوی کو محکم کہا جاتا ہے۔ مجہول نہیں۔۔۔۔۔ لہذا ایسے راویوں کو مجہول نہیں محکم سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر محکم راوی مجہول نہیں ہوتا (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۱۱۸) (۲) لم یسم کے معنی۔ مولانا صفدر صاحب ایک حدیث پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علامہ حیشی لکھتے ہیں فیہ رجل لم یسم کہ اس میں مجہول راوی ہیں (احسن ص ۱۰۰ ج ۲) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔ علامہ حیشی لکھتے ہیں فیہ رجل لم یسم اس میں مجہول راوی ہیں (احسن ص ۶۱ ج ۲) حالانکہ جب سند میں کسی کا نام نہ لیا گیا ہو عن رجل کہہ کر روایت بیان کی گئی ہو تو اس راوی کو محکم کہا جاتا ہے۔

اس طرح عن ابن فلان یا عن عم فلان "کے الفاظ سے راوی بیان کرے تو اس کو محکم راوی کہتے ہیں۔ مجہول نہیں۔۔۔۔۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ایسا راوی اگر معلوم نہ ہو تو وہ مجہول ہوتا ہے مگر یہ انواع و اقسام معلوم حدیث کی ایک مستقل نوع اور قسم ہے اسی لئے لم یسم کا ترجمہ مجہول کرنا نہ لفظ صحیح ہے نہ ہی اصول حدیث کے مطابق ہے (مولانا سر فراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۴۴ تا ص ۴۵ اثری صاحب) (جواب یہ اعتراض اثری صاحب نے اپنی جہالت اور کم عقلی کی بناء پر کیا ہے اس لئے کہ محکم مجہول کی قسم ہے۔ تو اس پر مجہول کا اطلاق درست رہے گا ہاں محکم اگر مجہول کا قسم ہے تو اس پر اطلاق مجہول کا درست نہ ہوتا۔ ہم قارئین کی خدمت میں چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھ کر خود فیصلہ کر سکیں (۱) ابو داؤد شریف میں ہے الأعمش قال ثنا أصحاب لنا عن عروۃ المزنی (باب الوضوء من القبلة) اس کی شرح کرتے ہوئے مولانا شمس الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں (صحاب لنا) وحوالہ رجال مجہولون (الی) وھو ضعیف عن الأعمش عن رجال مجہولین (عون المعبود ص ۷۰ ج ۱) (۲) ابوداؤد شریف میں ہے عن رجل من بنی زریق عن ابی قتادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (باب ما جاء فی

الصلوة عند دخول المسجد) اس کی شرح میں مولانا عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں "عن رجل من بنی زریق" قال المنذرى رجل من بنی زریق مجہول (عون المعبود ص ۶۷ ج ۱) (۳) عن الزهرى شارح من مزینہ (ابوداؤد باب ما جاء فى المشرک یدخل المسجد) قال المنذرى والحدیث أخرجه المؤلف فى الحدود والقضايا اتم من هذا ورجل من مزینہ مجہول (عون المعبود ص ۸۲ ج ۱) (۴) محمد بن ثابت حدیثی رجل من اهل الشام (ابوداؤد باب ما یقول اذا سمع الاقامة) قال المنذرى فى اسناده ورجل مجہول (عون المعبود ص ۲۰۸ ج ۱) (۵) اعید علی الرجل الاعرابی (ابوداؤد باب مقدار الزکوة والسجود) والحدیث ضعیف لان فیہ مجہول (الی) قال فى فتح الودود هذا الاعرابی لا یعرف ففی الاسناد جهالة (الی) قال الرجل الاعرابی المجہول (عون المعبود ص ۳۳۱ ج ۱) (۶) عطاء الخراسانی عن مولی امرأته ام عثمان (ابوداؤد باب فضل الجمعة) قال المنذرى فیہ رجل مجہول (عون المعبود ص ۴۰۷ ج ۱) وفتح الکلام ج ۲ ص ۱۹۸ (۷) وأخرج الترمذی عن رجل من اهل قبا عن ابیه (الی) وفیہ رجل مجہول (عون المعبود ص ۴۰۸ ج ۱) باب من تجب علیه الجمعة (۸) مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں عن ابی خنزة عن رجل عن ابن مسعود (الی) دیکھو اس روایت کو ابن مسعود سے جو شخص روایت کرتا ہے وہ مجہول ہے (تحقیق الکلام ص ۳۷۷ ج ۲) (۹) تحقیقی کتاب القراءة ص ۹۹ میں لکھتے ہیں والایشک الثابت عن ابی هريرة فی الامر القراءة فاتحه الكتاب وراء الامام برواية جل مجہول الخ (تحقیق الکلام ص ۱۲۵ ج ۲) (۱۰) ابن ماجہ شریف ص ۷۳ باب القضاء بالشاهد واليمين میں ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں عن رجل من اهل مصر عن نزیق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاز شهادة الرجل ویمین الطالب۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں وحديثه، أخرجه، ابن ماجه، وفي اسناده ورجل مجہول وهو الراوى عنه (تحفة الاحوذى ص ۲۸۰ ج ۲) (۱۱) غلامہ ناصر الدین البہانی غیر مقلد حدیث نبی ص ۸۷ کے تحت ایک روایت نقل کرتے ہیں عن رجل عن قادة عن انس پھر اس کے بعد لکھتے ہیں فالراوى عن قادة هو المجہول (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ص ۲۶۶ ج ۲) ہم یہاں محترم مولانا عبدالقدوس صاحب قارن دام مجدہم کا جواب بھی نقل کرتے ہیں جس کا اثر فی صاحب اپنی کتاب آمینہ انکو دکھایا تو برامان گئے "میں جواب دینے کی جرات نہ کر سکے اور اپنے

خلطی تسلیم کر کے قارئین صاحب کا شکر یہ بھی ادا نہ کر سکے۔ قارئین صاحب کا جواب ملاحظہ ہو۔

اثری صاحب جیسے محقق پر غیر مقلدین کو خوب ناز کرنا چاہیے جو ان کے مشن کو چار چاند لگا رہے ہیں اثری صاحب کی خانہ ساز لغت اور اصول حدیث کی رو سے رجل لم یسم کا معنی مجہول راوی غلط ہو سکتا ہے۔ مگر صاحب بصیرت حضرات کی مدد نہ لغت اور اصول حدیث کی کتب کے یہ ترجمہ عین موافق ہے۔ قارئین کرام حضرات محدثین کرام کے ہاں صحابی کے علاوہ کسی اور راوی کے بارہ میں حالات معلوم نہ ہوں تو ایسے مجہول راوی کی تین اقسام ہیں۔ مجہول العین۔ مجہول الخال اور محکم یہ تینوں اقسام جہالت غیر الصحابی کی ہیں دیکھئے انھاء السنن ص ۵۱ تیسرے مصطلح الحدیث ص ۱۲۰ اور شرح نخبة الفكر ص ۸۶ اور یہ بات ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ مقسم کی اقسام میں سے ہر ایک قسم پر مقسم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کلمہ کو اسم، فعل اور حرف میں تقسیم کرتے ہیں تو ان اقسام میں سے ہر ایک کو کلمہ بھی کہہ سکتے ہیں جب محکم جہالت راوی کی اقسام میں سے ہے تو اس پر مجہول کا اطلاق کرنے میں کیا قباحت ہے۔ مگر اثری صاحب بے چارے اتنی موٹی سی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں علامہ حیشی نے فیہ رجل لم یسم فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس راوی کی تعیین نہیں ہو سکی ورنہ وہ اس کا نام دیتے اور اثری صاحب خود ص ۴۵ پر لکھتے ہیں۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ایسا راوی اگر معلوم نہ ہو تو وہ مجہول ہوتا ہے (بلفظ) اعتراض کرنے سے قبل اثری صاحب کا یہ فریضہ تھا کہ وہ اس راوی کا معلوم ہونا ثابت کرتے اور اگر وہ راوی معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو ایسے راوی کو اثری صاحب بھی مجہول کہتے ہیں تو اعتراض کس بات پر۔ اثری صاحب نے لکھا کہ اہل علم نے صحاحات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور چند ایک کتابوں کے نام بھی گنوائے مگر اثری صاحب یہ جرات نہ کر سکے کہ ان کتابوں سے اس راوی کی تعیین کر سکیں تا کہ مولانا صفدر صاحب پر اعتراض کیا جاسکے ورنہ جس بات کے وہ خود قائل ہیں اس پر اعتراض چہ معنی دارد، اثری صاحب لکھتے ہیں کہ جس روایت کی سند میں عن رجل کہا گیا ہو راوی کا نام نہ لیا گیا ہو تو اس کو محکم راوی کہتے ہیں مجہول نہیں (محصلاً) اور پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ تحذیب و تقریب میں باب المسحات بترتیب من روای عنہم کا عنوان دیکھا جاسکتا ہے۔ ہم اثری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ صرف عنوان دیکھنے پر

اكتفا نہ کیا کریں عنوان کے تحت بھی دیکھ لیا کریں کہ صاحب مضمون کیا لکھتا ہے ہم اسی تقریب کے حوالہ سے عرض کرتے ہیں کہ صاحب تقریب علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی عن رجل و مجہول سے تعبیر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں فیس بن وهب عن رجل من بنی سواة عن عائشة مجہول (تقریب ص ۳۶۲) باب المکھمات اور اس طرح لکھتے ہیں موسیٰ بن حبیبة عن مولیٰ بن سباع عن ابن عمر مجہول (تقریب ص ۳۶۳) مولیٰ بن سباع کا نام متعین نہ ہونے کی وجہ سے مجہول ہے اب دیکھتے ہیں کہ اثری صاحب علامہ ابن حجرؒ پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ نیز اثری صاحب سے عرض ہے کہ اگر رجل لم یسم کا معنی مجہول کرنا غلط ہے اور اصول سے بے خبری ہے تو اس کے مرتکب آپ کے استاد محترم محدث گوندلوی بھی ہیں وہ بھی اس کا یہی معنی کرتے ہیں ان کی عبارت ملاحظہ ہو، رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ رجل لم یسم یہ حدیث طبرانی کی ہے اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا یعنی مجہول ہے جس میں مجہول راوی ہو وہ ضعیف ہوتی ہے (خیر الکلام ص ۵۶۱) اثری صاحب دیانت کا مظاہرہ کریں اور محدث گوندلوی کو بھی اصول سے بے خبری کی رسی سے باندھیں اور مولانا ناصر صاحب کے ساتھ ان کو بھی جہانک حسیٹ سکتے ہیں حسیٹے جائیں اور غیر مقلد ان حق شاگردی ادا کریں (مجدد باندہ واویلا ص ۹ تا ص ۸۱)۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب کی تحریرات سے ثابت کیا جاتا ہے کہ رجل کو مجہول کہا گیا ہے (۱) حافظ ابن حزم اور علامہ خطابی نے بلاشبہ رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام کیا ہے اور کہا ہے و رجل بھی مجہول (توضیح ص ۱۳۱ ج ۱)۔ رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے ہاں قابل قبول ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ رجل مجہول ہے لیکن صحابہ سب عدول ہیں۔ اس لیے نام کی جہالت سے کوئی حرج نہیں کہ یہ سب حضرات رجل کو مجہول مانتے ہوئے حدیث کو قابل حجت مانتے ہیں (دیکھئے توضیح ص ۴۱۲ تا ص ۴۲۲ ج ۱) بعض حضرات اس سند کو حجت نہیں مانتے وہ فرماتے ہیں کہ رجل مجہول ہے ہو سکتا ہے کہ وہ صحابی نہ ہو۔ لیکن اثری صاحب ان محدثین حضرات کو اصول حدیث سے بے خبری کا طعن نہیں دیا۔

(۲) مولانا اثری صاحب ایک حدیث پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس حدیث کے

تمام راوی ثقہ ہیں البتہ سلیمینؒ بھی فرماتے ہیں خذ ثقت عن عبد اللہ بن ابی قتادہ "جس کی بنا پر علامہ حلیؒ نے مجمع الزوائد ص ۱۱۱ ج ۲ میں کہا ہے کہ فیہ رجل لم یسم کہ اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا (احسن الکلام ص ۱۰۰ ج ۲) اور چونکہ سلیمانؒ نے اس کا نام نہیں لیا اس لئے یہ مجہول ہے اور محدثین کے ہاں ایسے راوی کی روایت مقبول نہیں ہوتی لیکن ہم یہاں مجہول کی روایت کو بطور شواہد پیش کر رہے ہیں (الیٰ) خیر القرون کے مجہول اور مکھم راوی اور خفی اصول جبکہ ان کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کا مجہول راوی مقبول ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور مکھم مجہول جیسا کہ یہاں ہے اس کے متعلق بھی مولانا ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں (یعنی غیر صحابی کا مجہول ہونا دو قسم پر ہے (۱) یا تو وہ مکھم ہوگا (عن رجل یا خذ غث و غیرہ) یا غیر مکھم (راوی کا نام تو ہو مگر وہ مجہول ہے) پس مکھم مجہول کی حدیث کی مقبولیت کے متعلق اختلاف ہے الخ ائھا السکن ص ۵۱ (توضیح الکلام ص ۴۵۸ ج ۱) الحمد للہ کہ ہم نے مولانا اثری صاحب کی تحریر سے ثابت کر دیا کہ (۱) کہ رجل لم یسم کا معنی مجہول کرنا صحیح ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں "چونکہ سلیمینؒ نے اس کا نام نہیں لیا اس لئے یہ مجہول ہے (۲) مکھم مجہول کی قسم ہے اس لئے مکھم کو مجہول کہنا درست ہے۔ امام شافعیؒ عن خالد عن ابی قتادہ عن رجل بنی عذرة الخ یتھقی ص ۴۷۸ ج ۱۰ طبع بیروت لبنان کے بارے میں فرماتے ہیں عن رجل لم یسم لا یعرف یعنی رجل جس کا نام نہیں لیا گیا وہ مجہول ہے۔

(۳) مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں تیسرا شاہد عبد اللہ بن سوادۃ قشیری بواسطہ عن رجل من اهل البادية عن ابیہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں (الیٰ ان قال) اس حدیث کی پہلی سند صحیح ہے صرف عبد اللہ بن سوادۃ مکھم راوی سے روایت کرتے ہیں لیکن ہم اسے بطور شواہد پیش کر رہے ہیں اور احناف کے اصول کے مطابق تو یہ روایت بھی قابل قبول ہے جبکہ عبد اللہ بن سوادۃ تابعی ہے اور ثقہ ہے اور یہ مجہول راوی خیر القرون یعنی قرون ثلاثہ ہی سے ہے (توضیح الکلام ص ۴۶۱ ج ۱) الحمد للہ یہاں بھی اثری صاحب نے مکھم راوی کو مجہول کہا ہے۔

(۴) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "بظاہر عن رجل سے تابعی ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ مجہول ہے۔

(الی) اور رجل کے علاوہ عبدالعزیز المکی بھی مجہول ہے ہمیں اس کا ترجمہ یا توشیح نہیں ملی (الی) زائدہ کی اس روایت میں اس کی تعیین ہو جاتی ہے اور رجل مجہول کی بھی تعیین ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد حضرات عبداللہ بن مغفل صحابی رسول ہیں (توضیح الکلام ص ۴۵۰ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں البتہ طحاوی ص ۱۳۹ ج ۱ میں یہ روایت عبداللہ بن شداد عن رجل من اهل البصرة کی سند سے مروی ہے اور اس میں رجل کے صحابی نہ ہونے کی بھی صراحت ظاہر ہے اور وہ مجہول ہے (حاشیہ توضیح ص ۶۴۴ ج ۲) قارئین کرام ہمارا ایسے شخص سے واسطہ پڑ گیا ہے جو دن کو رات اور رات کو دن کہتا ہے اور دن کو دن کہنے والوں کو اصول حدیث سے بے خبری کا عورتوں کی طرح طعنہ بھی دیتا ہے اس لا علاج مریض کی اس سے زیادہ اور تسلی ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہم اس جاحل کے اس جملہ پر بھی حیران ہیں۔ کیونکہ ہر محکم مجہول نہیں ہوتا (امام بخاری ص ۱۱۸) حالانکہ محکم جب تک محکم رہے گا وہ ضرور مجہول ہوگا۔ جب محکم کی تعیین ہو جائے تو وہ محکم ہی نہیں رہے گا۔ جب محکم نہیں رہے گا تو وہ مجہول بھی نہیں ہوگا۔ اس طرح اگر مجہول کی بھی تعیین ہو جائے تو وہ مجہول نہیں رہے گا۔

آنکھوں والا تیرے جو بن کا تماشا دیکھئے دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

تضاد نمبر 26: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مؤثقون کے معنی حضرت

مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں علامہ حیشمی لکھتے ہیں کہ جالہ مؤثقون اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اس طرح اس کے ایک ہی سطر بعد مسند احمد اور طبرانی کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علامہ حیشمی لکھتے ہیں کہ در جالہ مؤثقون طبرانی کے سب راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ص ۲ ج ۲ احسن الکلام ص ۳۲۸ ج ۱ حاشیہ) اس طرح مجمع الزوائد ص ۳۰۳ ج ۱ کے حوالہ سے بقیہ رجال مؤثقون نقل کر کے اس کا ترجمہ کرتے ہیں باقی راوی ثقہ ہیں (اتمام البرہان ص ۳۸۷) (الی) مقصد صرف یہ ہے کہ رجال مؤثقون کا یہ ترجمہ کرنا کہ سب راوی ثقہ ہیں نہ بخدا

درست ہے نہ ہی علامہ حیشمیؒ کے اسلوب کے مطابق ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس حقیقت کا انکار کوئی بھی عربی ادب کا طالب علم نہیں کر سکتا۔ علامہ حیشمیؒ کے ان الفاظ سے مقصود عموماً فی الجملہ اس روایت کے راویوں کی توثیق کا اظہار ہوتا ہے، سب راویوں کو ثقہ کہنا مقصود نہیں ہوتا۔ ہم اس کی وضاحت چند مثالوں سے ضروری سمجھتے ہیں (مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۳۶ تا ۳۷)۔

الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب کا ہمارے شیخ مکرم پر یہ اعتراض اس صورت میں ہے۔ جبکہ وہ روایت مولانا اثری کے موافق نہ ہوا اگر وہ روایت مولانا اثری صاحب کے موافق ہو تو وہاں مولانا صفدر صاحب دام مجدہم سے رجال مؤثقون اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اپنے حق میں نقل کر کے خاموشی اختیار کریں گے اور جرح بالکل نہ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جن غیر مقلدین حضرات نے علامہ حیشمیؒ سے رجال مؤثقون نقل کر کے اس کا معنی تمام راوی ثقہ ہیں کیا ہے۔ اثری صاحب نے ان کے خلاف کوئی جرح نہیں کی کیونکہ وہ ان کے اپنے تھے اور روایت اثری صاحب کے حق میں تھی اثری صاحب کو مولانا صفدر سے دشمنی ہے انہوں نے اپنوں کے خلاف کلمہ حق نہ کہا ہے اور نہ اس کی ان کو ضرورت ہے۔

(۱) مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد حضرت عبادہؓ سے طبرانی کبیر کے حوالہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اور وقال حیشمیؒ فی مجمع الزوائد رجال مؤثقون کا ترجمہ مبارکپوری صاحب کرتے ہیں اور کہا حیشمیؒ نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں (تحقیق الکلام ص ۹۹ ج ۱ تا ص ۱۰۰)۔

علامہ حیشمیؒ نے اس حدیث کو مجمع الزوائد میں ذکر کر کے لکھا ہے رجال مؤثقون یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں (تحقیق الکلام ص ۱۹۰ ج ۲) مولانا محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد

مسلم نے عجیب کر تب کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت عبادۃ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول - نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے پس چاہیے کہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرے اس حدیث کے متعلق مجمع الزوائد میں رجال ثقات یعنی اس کے سب راوی ثقہ ہیں (صلوۃ الرسول ص ۲۰۴) رجال مؤثقون کے بجائے رجال ثقات نقل کر دیا ہے۔

(۲) هشام بن عمار کا اثر نقل کرتے ہوئے وقال الحشمی رجال مؤثقون کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہا حشمی نیکہ سب راوی اس کے ثقہ ہیں (تحقیق اکاام ص ۱۰۷)۔

(۳) اور کہا حشمی نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۶ ج ۳ از مولانا عبد القادر حصاروی) یہ حدیث عبادۃ کے تحت منقول ہے (۴) وقال الحشمی فی مجمع الزوائد رجال مؤثقون اور کہا حشمی نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں (سورۃ فاتحہ ص ۸۸ شرمولا تاسلمین بن مولانا محمد جونا گڑھی مکتبہ محمدیہ - ۱۱ - ای ۳۶۳ اور گئی ناؤن کراچی نمبر ۴) یہ بھی حدیث مبارکہ کے تحت لکھا ہے۔ (۵) مولانا محمد اشرف سلیم اسی حدیث کے تحت تحریر کرتے ہیں (علامہ حشمی فرماتے ہیں کہ کل راوی اس حدیث کے ثقہ اور پکے ہیں (فرضیت فاتحہ ص ۱۲) اب اثر ان صاحب کا حق تھا کہ وہ ان غیر مقدمین کے خلاف آواز اٹھاتے کہ حضرت عبادۃ کی روایت جو طبرانی کبیر میں ہے جس کے بار میں علامہ حشمی رجال مؤثقون کہتے ہیں اس کے رجال ثقہ نہیں ہیں اور یہ روایت ضعیف ہے اس طرح حضرت هشام بن عمار کا اثر بھی جس کے بارے میں علامہ حشمی رجال مؤثقون فرماتے ہیں یہ اثر بھی ضعیف ہے اور اسکے راوی ثقہ نہیں مگر یہ کلمہ حق اثری صاحب کی زبان سے ادا نہ ہو سکا۔ کیونکہ یہ ان کے مذہب پر زور پڑتی تھی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ہشام بن عمار نے قرآن کی ان سے پوچھا :

کہ آپ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں ہم یوں ہی کرتے ہیں (کتاب القراءۃ ص ۱۶۷ معجم الطبرانی الکبیر ص ۱۷۱ ج ۲۲ السنن الکبریٰ ص ۷۰ ج ۲) کتاب القراءۃ اور السنن میں گواہ ابو بکر البر بھاری ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طبرانی کی روایت کے متعلق علامہ حیشمی نے مجمع الزوائد ص ۱۱۱ ج ۲ میں طبرانی کے حوالہ سے یہی اثر معمولی اختلاف الفاظ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ رجال مؤثقون بلکہ تعجب تو مؤلف احسن الکلام پر ہے کہ انہوں نے خود احسن (ص ۳۶ ج ۲) کے حاشیہ میں مجمع الزوائد کے حوالہ سے یہ اثر نقل کیا ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں (طبرانی کی سند یوں ہے حدثنہ عمر بن حفص السدوسی ثنا ماسم بن علی ثمالی بن سلمی بن المغیرۃ عن حمید (ان هشام بن عمار قرأ)۔۔۔۔۔ اب طبرانی کی سند کے متعلق علامہ حیشمی کا فیصلہ تو صحر صاحب کو بھی تسلیم ہے اس سند کی روشنی میں ابو بکر پر اعتراض بالکل فصول ہے۔ توضیح الکلام ص ۵۱۸ ج ۵۱۹ تا ۵۱۹) مولانا ارشاد الحق صاحب نے اس اثر کو توضیح الکلام ص ۱۲۳ ج ۱ کے حاشیہ میں صحیح لکھا ہے۔ (۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں: سون حدیث، حضرت عبادۃ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی خلف امام فلیقرأ بفاتحہ الكتاب (طبرانی کہے) علامہ حیشمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں رجال مؤثقون، اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۱۱ ج ۲)۔۔۔۔۔ سند حسب ذیل ہے: حدثنہ حویر بن احمد بن حکیم الدمشقی ثنا سلیمان بن عبد الرحمن ثنا ابو خلید عقیقہ بن حماد ثنا سعید بن عبد العزیز عن یحییٰ بن عبادۃ بن نسی عن عبادۃ بن النعمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزل حدیث کے سب راوی صدوق اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ حیشمی اور علامہ سیوطی کے قول سے عیاں ہوتا ہے (توضیح الکلام ص ۳۹۲ ج ۳ تا ص ۳۹۳) مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں۔ ہماری نظر اشارات سے واضح ہو جاتا ہے (ہے) کہ حضرت عبادۃ کی حدیث صحیح ہے۔ (توضیح ص ۳۹۳ ج ۱)۔۔۔۔۔ قارئین کرام سے ہمارا عرض یہ ہے کہ ان دو مقامات پر علامہ حیشمی رجال مؤثقون فرماتے

ہیں اور اب ان دونوں مقامات پر مولانا اثری کے ہاں هشام بن عمار کا اثر بھی صحیح ہے۔ حضرت عبادہ کی حدیث بھی صحیح ہے۔ مولانا سر فراز خان دام مجدہم کا یہ تصور تھا کہ انہوں نے رجال مؤثقون کا ترجمہ تمام راوی ثقہ ہیں کر دیا تھا۔ جس پر اثری صاحب نے نقد کرتے ہوئے تقریباً پانچ صفحات سیاہ کر دیئے ہیں لیکن رجال کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ مولانا ارشاد الحق صاحب نے یہ ضابطہ کئی مقامات پر لکھا ہے ملاحظہ ہو توضیح الکامعین ص ۱۳۰ ج ۱، ص ۲۷۱ ج ۲، ص ۳۰۳ ج ۲، ص ۲۹۲ ج ۲، ص ۳۴۹ ج ۲، ص ۳۵۳ ج ۲، ص ۴۰۷ ج ۲، ص ۴۰۸ ج ۲، ص ۴۸۵ ج ۲، ص ۶۷۴ ج ۲، ص ۶۸۳ ج ۲ وغیرہ لیکن اثری صاحب تو زبردست مجرم ہے کہ رجال مؤثقون والے اثر اور روایت کو صحیح کہہ دیا ہے۔ جو کہ خالص جھوٹ اور تناقض کی بدترین مثال ہے۔

حضرت هشام کے اثر پر جرح

اس اثر کی سند میں عاصم بن علی ہے جو متکلم فیہ راوی ہے مگرچہ بعض محدثین نے اس کو ثقہ کہا ہے لیکن بعض اس کو ضعیف اور خطا کار ٹھہراتے ہیں امام بخاری بن معین فرماتے ہیں کان ضعیفا وقال فی روایۃ یس ثقہ، و فی روایۃ ثقہ، و فی روایۃ واہیۃ کذاب ابن کذاب (تہذیب ص ۵۰ ج ۵) کہ یہ راوی ضعیف تھا اور ایک روایت میں ہے کہ یس ہشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ثقہ نہیں ہے اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ یہ راوی کذاب ابن کذاب ہے اور محدث حسین بن فہم فرماتے ہیں کہ تین گھر امام بخاری بن معین کے ہاں شریعہ قوم میں سے ہیں اور سخت ضعیف ہیں ان میں سے عاصم بن علی اور اس کی اولاد ہے (تہذیب ایضاً) امام نسائی بھی اس کو ضعیف کہتے ہیں (تہذیب ص ۵۱ ج ۵) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صدوق ربنا حم (تقریب التہذیب) مولانا مبارک پوری کا بھی فیصلہ یہی ہے (تہذیب الاحوذی ص ۳۲۹ ج ۳) کہ یہ راوی سچا ہے لیکن بسا اوقات اس کو وہم ہو جاتا ہے۔ (۲) هشام بن عمار سے روایت

کرنے والا حمید بن حلال ہے۔ جس کا حضرت هشامؓ سے سماع ثابت نہیں اس لئے یہ اثر منقطع ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ و ذکر ابو حاتم ان روایہ حمید بن حلال عنہ ایضا مرسلہ (تہذیب ص ۴۲ ج ۱۱) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن حلال کی روایت هشامؓ بن عامر سے مرسل ہے یعنی منقطع ہے اس طرح ابن حجرؒ لکھتے ہیں وقال ابو حاتم لم یلق هشام بن عامر (تہذیب ص ۵۲ ج ۳) اور امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن حلال کی هشامؓ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ چار شخص ایسے ہیں جو ہر کسی سے سنی سنائی ہوئی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ بات کرنے والوں نے کس سے سنا ہے ان چار میں سے حسن بصریؒ ابو العالیہ اور حمید بن حلال ہیں (تہذیب ص ۵۲ ج ۳) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام ابو حاتمؒ نے گویہ کہا ہے کہ حمید بن حلال نے حضرت هشامؓ سے نہیں سنا مگر انہوں نے صراحت کی ہے کہ حمید کی حضرت هشامؓ سے ملاقات نہیں۔ بلکہ ان کی روایات بواسطہ ابوقادہؒ عدوی اور بعض نے کہا ہے بواسطہ ابوالدھاءؒ ہیں (کتاب المرسل لابن ابی حاتم ص ۳۷) لہذا جب حقیقت واقعہ یہ ہے تو ارسال کا اعتراض فضول ہے جبکہ ابوقادہؒ بالافاق ثقہ ہیں اور بعض نے تو انہیں صحابی بھی کہا ہے (تہذیب ص ۲۰۵ ج ۱۲) اور ابوالدھاءؒ بھی ثقہ ہیں تہذیب ص ۳۶۸ ج ۸) لیکن اگر اسے مرسل بھی مانا جائے تو یہ فریق ثانی کے اصول کے مطابق درست ہے (توضیح الکلام ص ۵۱۹ ج ۱) محترم اثری صاحب جب حمید بن حلال نے هشامؓ کے درمیان کسی واسطہ کا ذکر نہیں کیا تو اس کے منقطع ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے باقی آپ نے جو اس اثر کو صحیح کہا ہے وہ اس بنیاد پر سوا علامہ حشیمی کے رجالہ مؤثقون کہنے کے اور تو کوئی بنیاد نظر نہیں آتی۔ سرفراز دشمنی میں تو نے اپنے مذہب کا بھی ستیاناس کر دیا۔

میں شیخ کی سنتا تھا مریدوں سے بزرگی جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا بیچ

حضرت عبادہ کی روایت کی حقیقت

(۱) اس کی سند میں حویت بن احمد الدمشقی شیخ الطبرانی مجہول ہے اس کا ترجمہ معلوم نہیں مولانا ارشاد الحق صاحب ارشاد فرماتے ہیں حویت بن احمد کا ترجمہ تاریخ دمشق میں موجود ہے علامہ حیحی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی کے شیوخ جن کا ذکر میزان میں نہیں وہ تمام عاقل اور شیعہ ہیں (مقدمہ مجمع الزوائد ص ۸ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۳۹۴ ج ۱) لیکن مولانا اثری صاحب کا یہ نقل کرنا قابل قبول نہیں اس لئے کہ تاریخ سے وہ ترجمہ نقل نہیں کر سکے جب تک ترجمہ سامنے نہ آئے۔ حقیقت منکشف نہیں ہو سکتی۔ باقی علامہ حیحی پر خود مولانا ارشاد الحق صاحب اعتماد نہیں کرتے اور ان کے کئے اقوال کو انہوں نے غلط ثابت کیا ہے دیکھئے توضیح ص ۴۰۹ ج ۲ اس (۲) (۴۱۰) دوسرا راوی اس میں سلیمان بن عبد الرحمن ہے جو مشکم فیہ راوی ہے۔ جس پر جرح باب الخیارات میں ذکر کی جائے گی۔ (۳) سعید بن عبد العزیز بھی اس سند میں ایک راوی ہے اس کو آخری عمر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا اور شاگرد قدیم السمان جب تک روایت نہ کرے۔ وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی اصل ضابطہ یہی ہے باقی مولانا اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ اہل آخری عمر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا امام ابن معین کا بیان ہے کہ اس حالت میں ان پر احادیث قراءۃ کی جاتی تو فرماتے لا اھجر حالاً اھجر حالاً میں ان کی اجازت نہیں دیتا (تحدیث ص ۶۰ ج ۴) جس سے واضح ہو جاتا ہے اختلاط کی حالت میں انہوں نے کسی روایت کی اجازت نہیں دی (توضیح ص ۳۹۳ ج ۱) یہ بات صحیح نہیں اس لئے کہ راوی بعض اپنے شیخ سے روایت کر گزرتے ہیں اگرچہ اجازت نہ ہو مثلاً مولانا اثری صاحب خود کجول کی ایک من گھڑت روایت نقل کرتے ہیں جو کہ نافع بن محمود سے مروی ہے دیکھئے توضیح ص ۳۵۹ ج ۱) مگر نیچے ان سند بدیانتی کرتے ہوئے ذکر نہیں کی وہ سند اس طرح ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن حسان ثنا سعید بن عبد العزیز التوفی قال سمعت کھولاً اب یہاں سعید بن عبد العزیز سے عبد اللہ بن عمرو راوی روایت ذکر کر رہا ہے۔ اس طرح حویت مجہول راوی بھی اس طرح کی سند بیان کر دے تو اس پر

پابندی کس عائد کی ہے۔ مولانا مبارکپوری غیر مقلد نے بھی سعید کی ایک روایت کو یوں رد کیا ہے اور اس سند میں سعید بن عبدالعزیز واقع ہیں جن کی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں انھوں نے فی آخر عمر (حاشیہ تحقیق الکلام ص ۴۳ ج ۱) پس ثابت ہوا کہ اثری صاحب کے بزرگ بھی سعید کی روایت کو قبول نہیں کرتے اس طرح مولانا مبارکپوری نے ایک روایت کو یوں رد کیا ہے و سعید حذاکان قد انھل فی آخر عمرہ کما صرح بہ الحافظ فی التقریب (ابکار المنین ص ۱۳۴ بحث فاتحہ خلف الامام) (۴) کھول دس ہے اور روایت عن سے مروی ہے اور دس کا معنی قابل قبول نہیں ہوتا (۵) اس کی سند میں عبادۃ بن نسی عن عبادۃ بن الصامت ہے اور عبادۃ بن نسی کی ملاقات حضرت عبادۃ بن الصامت سے ثابت نہیں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں قال عمرو بن علی وغیر واحد مات سنہ ثمانی عشرۃ ومانہ قلت وقال ابن حبان فی الثقات مات وحوشاب (تھذیب التھذیب ص ۱۱۴ ج ۵) کہ عمرو بن علی اور دوسرے محدثین نے کہا کہ عبادۃ بن نسی کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ میں ابن حجر کہتا ہوں کہ ابن حبان نے ثقات میں کہا ہے کہ عبادۃ جوانی کی حالت میں وفات پا گئے ہیں۔ اور حضرت عبادۃ کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ کل عمر ۷۲ سال ہے (تھذیب ص ۱۱۴ ج ۵) اس لحاظ سے حضرت عبادۃ بن الصامت کی وفات اور عبادۃ بن نسی کی وفات کے درمیان ۸۴ سال کا طویل فاصلہ ہے۔ فلہذا یہ روایت ضعیف و منقطع ہے فلہذا اثری صاحب کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا خالص جھوٹ ہے (نوٹ) مولانا عبدالقدوس صاحب قاری لکھتے ہیں اثری صاحب دسویں حدیث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں رجال مؤثون اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے (توضیح الکلام ص ۳۹۲ ج ۱) اور آئے اسی بحث سے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کے سب راوی ثقہ اور صدوق ہیں جیسا کہ علامہ حیشمی اور علامہ سیوطی کے قول سے حیاں ہوتا ہے (توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱) اس طرح اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۵۱۹ ج ۱ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے بیان کردہ ترجمہ سب راوی ثقہ ہیں کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے اثری صاحب یہاں آپ کو علامہ حیشمی کے الفاظ رجال مؤثون سے سب راوی

صدوق اور ثقہ کیسے عیاں ہو گئے (مجذوبانہ واویلا ص ۸۳) اس کا جواب دیتے ہوئے محترم اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اگر رجالہ مؤثقون کے معنی یہ ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں تو خود مولانا صفدر صاحب ہماری بیان کردہ مثالوں میں راویوں کو ضعیف قرار کیوں دیتے ہیں اور وہ ان راویوں کو ثقہ کیوں تسلیم نہیں کرتے، البتہ فرزند عزیز نے میں مار خان بننے کے لئے یہ واویلا مچایا کہ توفیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱ میں رجالہ مؤثقون کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی صدوق اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ حیشمی اور علامہ سیوطی کے قول سے عیاں ہوتا ہے۔ مگر عجلت میں انہوں نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ ہم نے علامہ حیشمی کے رجالہ مؤثقون، کہنے پر ہی یہ حکم نہیں لگایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کو، حسن قرار دیا ہے کیا حسن حدیث کے راوی ثقہ اور صدوق نہیں ہوتے (آئینہ ان کو دکھایا تو تیرا مان گئے ص ۱۵۵ از اثری صاحب) الجواب: محترم اثری صاحب آپ نے جواب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ علامہ حیشمی کے رجالہ مؤثقون کے ساتھ ساتھ علامہ سیوطی کے حدیث کو حسن کہنے کی وجہ سے اس حدیث کے راویوں کو ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ حالانکہ علامہ حیشمی کے رجالہ مؤثقون کہنے سے راویوں کو ثقہ کہنا درست نہیں تو صرف بنیاد سیوطی کے قول کو بنایا جاتا جو آپ سے نہ ہو۔ کا اور آپ اپنی عادیہ معروفہ کے مطابق تضاد کا شکار ہو گئے۔ کیونکہ علامہ حیشمی اور علامہ سیوطی کے اقوال آپس میں متضاد ہیں۔ علامہ حیشمی کے قول رجالہ مؤثقون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ نہیں جبکہ بقول آپ کے حسن حدیث کے راوی ثقہ اور صدوق ہوتے ہیں تو علامہ سیوطی کا اس حدیث کو حسن کہنا علامہ حیشمی کی تردید ہے اور علامہ حیشمی کا اس حدیث کے رجالہ مؤثقون کہنا سیوطی کے حسن کہنے کی تردید ہے تو دو متضاد قول سے کیسے عیاں ہو گیا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ اور صدوق ہیں جبکہ اثری صاحب توفیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱ میں یہ فیصلہ بھی بڑی بے حیائی سے صادر کرتے ہیں کہ ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عبادہ کی حدیث صحیح ہے۔ آہ۔ حسن تو سیوطی کے قول سے بیان کیا تھا یہ صحیح کہاں سے عیاں ہو گیا (لاحول والاقوۃ

(الابانہ اعلیٰ العظیم) مولانا ارشاد الحق صاحب مولانا عبدالقدوس صاحب قارن پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مگر شاید وکیل صاحب کو اپنے موکل کے اس قول کا علم ہی نہیں کہ بلاشبہ امام سیوطی متساہل ہیں (تسکین الصدور ص ۲۴۲)۔۔۔ علامہ سیوطی کی تردید تو علامہ السنائے فیض القدیر ص ۳۷۲ ج ۵ میں کر دی ہے۔ اس سے صرف نظر کیوں (آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے ص ۸۷۱ اثری صاحب) الجواب: مولانا اثری صاحب کیا آپ کو اپنا قول علامہ سیوطی کے بارے میں یاد نہیں آئے یا نہیں تو ملاحظہ کریں۔ ایک حدیث کے بارے میں آپ لکھتے ہیں المصنوع ص ۹۲ میں بھی علامہ علی قاری نے اس کو ذکر کیا ہے۔ مگر علامہ سیوطی کے سکوت کا ذکر نہیں کیا اور اسکے ذکر کا فائدہ بھی کیا جبکہ وہ حاطب اللیل ہیں۔ (احادیث حدایہ ص ۳۴) مولانا اثری صاحب ایک راوی کے بارے میں جرح ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں فیہ لین وکان حاطب اللیل وہ کمزور اور حاطب اللیل (توضیح ص ۴۶ ج ۱) اس کم عقل نے فیہ لین کا معنی کمزور کیا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ محترم اثری صاحب جب آپ کے نزدیک علامہ سیوطی حاطب اللیل ہیں تو ان کا کسی حدیث کو حسن کہنا کیسے قابل اعتماد ہوگا جبکہ دوسری محدثین کرام بھی اس حدیث کو حسن نہیں مانتے بلکہ ضعیف قرار دیتے ہیں۔ علامہ حیشمی رجالہ مؤثقیون کہہ کر اس کے راویوں کو ثقہ شمار نہیں کرتے اور علامہ السنائے فیض القدیر ص ۱۷۱ ج ۶ میں علامہ سیوطی کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں (رمز المحسنہ وفیہ سعید بن عبدالعزیز قال الذہبی مکرۃ۔ علامہ سیوطی نے اس حدیث کیلئے حسن کا اشارہ لگایا ہے۔ حالانکہ اس کی سند میں سعید بن عبدالعزیز واقع ہے جس کے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث منکر (یعنی ضعیف) ہے۔ مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب دام مجدہم تحریر کرتے ہیں "علامہ البانی مرحوم" الجامع الصغیر کی ضعیف احادیث کے مجموعہ میں فرماتے ہیں۔ ضعیف جدا ص ۱۷۱ ج ۲ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے کیونکہ ذہبی کے بقول جب یہ منکر ہے تو اس کے انتہائی ضعیف ہونے میں کونسا شبہ باقی رہ جاتا ہے (خاتمہ الکلام ص ۵۰۵ تا ص ۵۰۶ آخر میں اثری صاحب کی خدمت میں ایک شعر پیش کر کے

ہم اس تضاد کی بحث یہاں ختم کرتے ہیں۔

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنائے گا تا پائیدار ہو گا

تضاد نمبر 27:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں صفدر صاحب کے نزدیک علامہ حیدری کا مقام
مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ اپنے وقت میں اگر علامہ حیدری کو صحت و عزم کی پرکھ نہیں تو اور کس
کو تھی (اسن ص ۲۳۳ ج ۱) توضیح اکام ص ۳۹۲ ج ۱

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "شخصیت پرستی تقلید کی جان ہے" مولانا صفدر صاحب
کے یہ الفاظ بھی بڑے تعجب انگیز بلکہ مشککہ خیز ہیں کہ اپنے وقت میں اگر علامہ حیدری کو صحت و عزم
کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی (توضیح ص ۴۰۹ ج ۲)

تسلی دے رہے ہیں دل کے بہلانے کی باتیں ہیں
ہکا میں صاف کہتی ہیں مگر جانے کی باتیں ہیں

تضاد نمبر 28:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں
اور امام ازہری کی مرسلات بالاتفاق قابل قبول نہیں (توضیح اکام ص ۷۵ ج ۲، ص
۷۶ ج ۲ تا ص ۷۷ ج ۲)

امام ترمذی لکھتے ہیں:

تصویر کا دوسرا رخ:

میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا
فرماتے تھے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں اور صحیح
ہے جسے شعیب نے بیان کیا ہے۔

سمعت محمد بن اسماعیل
البخاری يقول هذا حديث غير
محفوظ والصحيح ماروي
شعيب (ترمذی مع التعفه
ص ۱۹۰ ج ۱)

یعنی معمر کی روایت صحیح نہیں مگر شعیب کی روایت جو مرسل ہے اور بواہ طزہری قال
 حدث عن محمد بن سويد الثقفي - صحیح ہے۔ امام مسلم امام ابو حاتم امام ابو زرہ امام دارقطنی نے بھی
 اس روایت کو مرسل ہی قرار دیتے ہوئے امام بخاری کی تائید کی ہے۔ (توضیح اکام ص
 ۱۲۵ ج ۱) لیکن جناب زہری کی مرسل اور منقطع روایت صحیح ہے۔ امام بخاری نے باب حل یغنی
 عن الذمی اذا سحر - کے تحت زہری کی ایک بلاغ یعنی مرسل روایت کو قبول کیا ہے دیکھئے صحیح
 بخاری ج ۱ ص ۳۵۰۔ خلاصہ یہ ہے کہ زہری کی مرسل روایت کے بارے میں اثری صاحب
 تضاد کا شکار ہے۔ دروغ گور حافظہ ناشد۔

تضاد نمبر 29:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "ابن عجلان مدلس ہے" اور یہ روایت معتمد ہے
 لہذا یہ کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ اور اس سے احتجاج کیونکر صحیح ہے (توضیح ص ۳۳۱ ج ۲) نیز مولانا
 موصوف لکھتے ہیں ابن عجلان منفرد اور سی الحفظ ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہے اور روایت معتمد
 ہے (توضیح ص ۳۳۰ ج ۱) قارئین کرام اس مقام پر محمد بن عجلان کے طریق سے حضرت ابو حریزہؓ
 کی حدیث میں ہے واذا قرأ فاصوا (نسائی ص ۱۱۲ بحوالہ توضیح ص ۳۲۸ ج ۲) کہ جب امام قراءۃ
 کرے تو تم مقتدی خاموش ہو جاؤ۔ اس روایت کو بھی بہت سے محدثین کرام نے صحیح قرار دیا ہے
 مگر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلد محمد بن عجلان کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار
 دیتے ہیں۔ لیکن آپ حیران ہو جائیں گے جب یہی ابن عجلان ان کے موافق حدیث کی سند
 میں آئے گا تو اس حدیث کی سند فوراً صحیح بن جائے گی اور وہ روایت قبل احتجاج ہوگی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی تائید حضرت معاویہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے

جس میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے عشاء کی نماز لمبی قراءت سے پڑھائی اور ان کے مقتدیوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے انہیں ڈانٹنا اور شکایت کرنے والے سے فرمایا۔

اے میرے بھائی کے بیٹے جب تو نماز پڑھتا ہے تو تو کیا کرتا ہے تو اس نے کہا میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور آگ سے پناہ مانگتا ہوں

کیف تصنع یا ابن اخی اذا
صلیت قال اقرأ بفاتحة الكتاب
واسأل الله الجنة واعوذ به من
النار الخ (السنن الکبریٰ ص
۱۱۷ ج ۲ اسنادہ صحیح ابو داؤد
ص ۲۹۲ ج ۱ بعون).

یہ بات صحابی رسول نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہی آپ نے نہیں فرمایا کہ فاتحہ سے زائد بھی پڑھتا کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ تقریری حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ فاتحہ کے ساتھ چھ اور نہ پڑھا جائے تو بھی جائز ہے۔ حدیث ابن عباس کی تائید میں دیگر احادیث بھی ہیں لیکن چونکہ وہ ضعیف اور ناقابل استصحاب ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر ہر مفید نہیں سمجھتے (توضیح اکادم ص ۲۱۷ ج ۱ تا ص ۲۱۸)۔ قارئین کرام حضرت ابن عباس کی تائید میں حضرت معاذ کی حدیث مولانا اثری صاحب نے اس لئے پیش کی ہے کیونکہ یہ حدیث اثری صاحب کے ہاں صحیح ہے۔ چنانچہ اثری صاحب نے السنن الکبریٰ ص ۱۱۷ ج ۳ کا حوالہ دیتے ہوئے اسنادہ صحیح کہا ہے حالانکہ السنن الکبریٰ میں اسنادہ صحیح کے الفاظ موجود نہیں لیکن یہ اثری صاحب کا اپنا نظریہ ہے۔ اب آپ حضرات السنن الکبریٰ اور ابو داؤد کی سند ملاحظہ کریں اس میں محمد بن عجلان عن عبید اللہ بن مقسم مذکور ہے اب ابن عجلان کی روایت جو معنعن ہے وہ اثری صاحب کے ہاں صحیح اور قابل قبول ہوئی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) دوسرا حوالہ: مولانا اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۷۷ ج ۲ میں حضرت ابوسعید الخدری کا جمعہ کے دن خطبہ کے دوران دو گانہ پڑھنے کی روایت جزء القراءۃ ص ۲۰ ترمذی ص ۳۶۳ نسائی وغیرہ سے پیش کر کے

لکھتے ہیں لیجئے یہ ہے وہ اصل روایت جس میں دوسرے جمعہ کو پھر دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے۔
 الخ۔ اب آپ حضرات ان کتابوں کو اٹھا کر کھولیں تو ان کی سند میں بھی ابن عجلان واقع ہے
 (ترمذی مع التلخیص ص ۳۶۳ ج ۱ و نسائی ص ۲۰۸ ج ۱) میں محمد بن عجلان عن عیاض ہے روایت
 معنعن ہے جزاء القراءۃ ص ۴۳، ص ۱۰۵) میں ابن عجلان مع عیاض بن عبد اللہ ہے مگر یہ سند
 منقطع ہے ملاحظہ ہو۔ حدیث محمود قال حدیثا عبد اللہ بن محمد قال ثاسفین قال حدیثا ابن عجلان ہے۔
 عبد اللہ بن محمد المسندی سے محمود بن اسحق الخزاعی راوی رسالہ جزاء القراءۃ کا سامع نہیں ہے کیونکہ
 المسندی کی وفات ۲۲۹ھ میں ہوئی (تحدیب ص ۶۹ ج ۶)۔

جبکہ محمود کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی ہے (کتاب الارشاد للخلیل ص ۹۶۸ ج ۳)
 درمیان میں ایک سو تین سال کا طویل فاصلہ ہے۔ علاوہ ازیں محمود بن اسحق کی کسی محدث نے
 توثیق نہیں کی۔ فلحدث مشہور متداول صحیح ستہ کی دو کتابوں میں ابن عجلان کی روایت معنعن ہے
 اور اثری صاحب کے نزدیک اصل قابل اعتبار یہی روایت ہے یہ ہے غیر مقلدین کی دیانتداری
 اور ایمانداری۔

تیسرا حوالہ

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "امام ترمذی حدیث امر بوضع الیدین و نصب
 القدامین" کو بواسطہ وحیب بن خالد مرفوع نقل کرنے کے بعد متاذ بن سعد سے اسے اس
 بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

کہ یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ نے اسے محمد
 بن عجلان عن محمد بن ابراہیم عن عامر کے
 واسطے سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث
 مرسل ہے اور وحیب کی حدیث سے صحیح
 ہے اسی پر اہل علم کا اتفاق ہے اور اسی کو وہ
 پسند کرتے ہیں۔

روى يحيى بن سعيد القطان وغير واحد
 عن محمد بن عجلان عن محمد بن
 ابراهيم عن عامر بن سعيد ان النبي
 صلى الله عليه وسلم امر بوضع اليد
 ين ونصب القدمين مرسل وهذا اصح
 من حديث وحيب وهو الذي اجمع
 عليه اهل العلم واختاروه (ترمذی
 ص ۲۲۲ ج ۱)

نور فرمائیے وحیب بن خالد ثقہ اور ثبت ہیں (تقریب ص ۵۴۴) وہ روایت متصل بیان کرتے ہیں۔ مگر امام ترمذی مرسل کو ترجیح دیتے ہیں گویا باقی محمد شین یہ روایت مرسل ہے (توضیح الکام ص ۵۸ ج ۲) لیجے جناب اثری صاحب کے ہاں مضبوط قسم کے ثقہ راویوں کی متصل روایت قابل اعتماد نہیں لیکن ابن عجمان کی مرسل جو معصن بھی ہے وہ صحیح ہے اور محدثین کا اس پر اتفاق بھی ہے۔

اگ بچہ جام پھرتے تھے سکھوں کو موندتے آج اس کو چمدن ان کی بھی حجامت ہو گئی

تضاد نمبر 30: حدیث من کان لہ امام فقرأہ والا امام لہ قراءۃ کہ جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے۔ اس حدیث کا مولانا اثری صاحب یوں جواب دیتے ہیں "یہ روایت صحیح نہیں جبکہ اس میں ابوالثریہ محمد بن مسلم تہم ہے جو کوثقہ ہے مگر ہلس ہے اور اسکی یہ روایت معصن ہے اور یہ بات شے شدہ ہے کہ ہلس کی معصن روایت صحیح نہیں ہوئی (توضیح ص ۵۵۸ ج ۲) (۲) نیز لکھتے ہیں "ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابوالثریہ ہلس ہے اور اس کی یہ روایت معصن ہے لہذا اسے صحیح یا حسن قرار دے کر استدلال میں پیش کرنا صحیح نہیں (توضیح ص ۵۶۶ ج ۲) (۳) خلاصہ یہ کہ ابوالثریہ ہلس ہے۔ ہم اس کا معنی صحت حدیث کے معنی ہے (توضیح ص ۵۸۸ ج ۲)۔ تصویر کا دوسرا رخ۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام دارقطنی سنن ۴۴۴ ج ۱ میں ایک روایت بایں سند لائے ہیں۔

کہ اسے ابو عبد مناف کسی کو بیت اللہ کے پاس کسی بھی گھڑی نماز پڑھنے سے نہ روکو۔

ثنا معقل بن عبید اللہ عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی عبد مناف الا لا تمنع احدا صلی عند هذا البيت ایتہ ساعة.

لیکن یہ روایت بھی معقول ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

کہ یہ حدیث معقول ہے کہ کیونکہ یہ روایت ابوالثریہ من عبد اللہ بن بابہ عن ابیہ کے واسطے سے محفوظ ہے جابر کے واسطے سے نہیں۔

ثم حنیث معلول لان المحفوظ عن اسی الزبیر عن عبد اللہ بن بابہ عن جابر لا عن جابر (التلخیص ص ۱۷۷ ج ۲).

قرائین کرام: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری ابوالثریہ من عبد اللہ بن بابہ کے طریق سے مروی شدہ روایت کو محفوظ مان رہے ہیں حالانکہ یہاں بھی ابوالثریہ نے من سے روایت کیا ہے (۲) مولانا صاحب موصوف حامد و صحنی کے حوالہ سے لکھتے ہیں "اسناد و صالح (تذکرۃ الحفاظ ص ۸۷۲ ج ۳) توضیح ص ۵۶ ج ۱)۔

یہ سند بھی عن ابی الثریہ من جابر کے طریق سے مروی ہے یہ ایک اور حدیث کے بارے میں مولانا اثری صاحب نے نقل کیا ہے مگر ابوالثریہ کا ذکر نہ ہوا پوشیدہ رہا ہے۔

تضاد نمبر 31: علامہ ابن عبد الرحمن مکی ایک روایت کا دفاع کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق صاحب

لکھتے ہیں رحالہ امام ابو داؤد کا یہ قول کہ محدثین نے صیام شعبان کی روایت ان کی منکر روایتوں میں شمار کی ہے۔ تو یہاں منکر سے مراد تفریق شدہ ہے۔ اصطلاحاً شاذ کے مقابلہ میں جو منکر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وہ قطعاً مراد نہیں (توضیح ص ۱۲۹ ج ۱)۔ قارئین کرام یہاں اثری صاحب علامہ بن عبد الرحمن کی منکر (ضعیف) حدیث کے معنی میں تسلیم نہیں کرتے بلکہ منکر سے مراد تفریق دروای کی روایت لے رہے ہیں۔ تصویر کا دوسرا رخ: ہمارے شیخ مکرّم حضرت سفدر صاحب دَام مہدِ ہم امام دارقطنی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”عبد الرحمن بن ابراہیم القاسم کو پہلے ائمہ لکھتے ہیں پھر اسی صفحہ پر چند سطروں کے بعد ضعیف الحدیث لکھتے ہیں (دارقطنی ص ۲۳۳ ج ۱) احسن الکلام ص ۹۳ ج ۱۲ کا جواب دیتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں ”اور عبد الرحمن بن ابراہیم کو ائمہ کہنے کے باوجود جو ضعیف کہا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی یہ روایت علامہ بن عبد الرحمن کے واسطے سے ہے اور عبد الرحمن کی علامہ سے یہ روایت منکر ہے جیسا کہ امام احمد اور امام ابو حاتم نے تصریح کی ہے (میزان ص ۹۷ ج ۲ لسان المیزان ص ۴۰۲ ج ۳) (توضیح الکلام ص ۳۷۳ ج ۱) لیجئے جناب کہ عبد الرحمن ثقہ ہونے کے بعد امام دارقطنی کے ہاں ضعیف اس لئے ہو گیا ہے کہ اس کی یہ روایت علامہ بن عبد الرحمن کی وجہ سے منکر ہے۔ اب یہاں اثری صاحب نے علامہ کی روایت منکر بمعنی ضعیف خود تسلیم کر لیا ہے۔ سچ ہے کہ دروغ کو راجحاً حفظہ ناشد۔

تضاد نمبر 32:

جناب سفدر صاحب کی بددیانتی اور واضح تناقض مولانا سفدر صاحب نے یہی اثر احسن الکلام (ص ۳۰۱) میں کتاب القراءۃ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس کا آخری حصہ ”اور بڑے بڑے امام، امام کے پیچھے قراءہ کیا کرتے تھے“ شریعہ اور مجھ کو نہم کر گئے ہیں پھر لطف کی بات یہ ہے کہ امام بیہقی نے کتاب القراءۃ میں بعض کی اسی دسیہ۔ کاری کا تذکرہ بھی فرمایا کہ ”اس نے اسی اثر کو نقل کیا مگر وہاں رجال ائمہ یقرؤن وراء الامام کو چھوڑ دیا اور یہ انصاف نہیں کہ سلف کے اقوال کو جو موافق ہوں نقل کیا جائے اور جو مخالف ہوں اسے چھوڑ دیا جائے (کتاب القراءۃ ص ۱۳۶) مگر افسوس کہ اس فعل شنیع کا ارتکاب آج شیخ الحدیث مولانا سفدر صاحب بھی کر رہے ہیں (اناللہ وانا الیہ راجعون) (توضیح الکلام ص ۶۰۶ ج ۲) الجواب مولانا سفدر نے احسن الکلام ص ۳۰۱ ج ۱ میں قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ کان ابن عمر اقرأ خلف الامام جبرائیل مگر (کتاب القراءۃ ص ۱۳۶) کہ عبد اللہ بن عمر امام کے پیچھے قراءہ نہیں کیا کرتے تھے۔ امام بصر سے پڑھتا یا آہستہ (دو خاموش رہتے تھے)۔ مولانا سفدر صاحب دَام مہدِ ہم نے یہ اثر موطا مالک کے اثر کے ضمن میں بطور تائید کے نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی نقل نہیں کی اور اس کا آخری حصہ احسن الکلام ص ۱۳۹ ج ۲ میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند کے راوی اسامہؓ پر جرح نقل کی ہے۔ اس میں کوئی بددیانتی اور واضح تناقض ہو گیا ہے۔ (الاحول والقوۃ اللہ اعلمی العظیم)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے حضرت قاسم بن محمد کے اثر کا آخری حصہ خود نقل کیا ہے حضرت قاسم بن محمد کا اثر فرماتے ہیں کان رجال ائمہ یقرؤن وراء الامام کہ بڑے بڑے

ائمہ کرام امام کے پیچھے پڑھتے تھے (کتاب القراءة ص ۷۰ جزء القراءة ص ۵ السنن الکبریٰ ص ۱۶۱ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۵۴۶ ج ۱) اب حضرت اثری صاحب نے اس اثر کا پہلا حصہ ثیر مادر سمجھ کر بنظم کر گیا ہے۔ جبکہ السنن الکبریٰ یحقی ص ۱۶۱ ج ۲ میں حدیث کا پہلا حصہ بھی یوں مروی ہے عن القاسم بن محمد قال کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام جهر اولم تکھر وکان رجال من یقرأون وراء الامام۔ قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے چاہے امام جھر سے پڑھے یا آہستہ اور بڑے آئمہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ اور اثری صاحب کے نزدیک اس اثر کی سند بھی حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح ص ۵۴۶ ج ۱) امام یحقی نے بھی حدیث کا پہلا حصہ چھوڑ دیا ہے اور آخری حصہ روایت کیا ہے۔ دیکھئے کتاب القراءة ص ۱۵ حدیث نمبر ۲۰۸) یہ دسیسہ کاری امام یحقی نے خود قبول کی ہے اور جزء القراءة ص ۱۰ میں بغیر سند کے قاسم بن محمد کا آخری قول نقل کیا ہے اور حدیث کا پہلا حصہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

تضاد نمبر 33: علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ پر محدث مبارک پوری کا تعاقب

علامہ انور شاہ صاحب نے ابن اثحق کو رواۃ حسان میں شمار کیا تھا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حالانکہ محدث مبارک پوری کا تعاقب اس بات پر موقوف ہے کہ جب ابن اثحق پر جرح مدفوع ہے تو اسے رواۃ الحسان نہیں بلکہ صحیح کے رواۃ میں شمار کرنا چاہیے تھا۔ (توضیح الکلام ص ۲۸ ج ۱)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام نووی لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کے شرطوں کے مطابق نہیں ان میں ایک ابن اثحق بھی ہے (بحوالہ مقدمہ شرح مسلم) جواب بلاشبہ ابن اثحق کی شرط کے مطابق نہیں بلکہ اس کی روایت حسن اور بعض محدثین نے اس کی روایات کو صحیح بھی کہا ہے (توضیح الکلام ص ۲۸ ج ۱)۔

تضاد نمبر 34: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "لہذا قرآن مجید میں جو انصاف کا حکم ہے وہاں دیگر دلائل کی روشنی میں حقیقی یعنی بالکل خاموشی مراد نہیں بلکہ بلند آواز سے پڑھنے یعنی قراءۃ مشوشہ کی نبی مراد ہے (توضیح الکلام ص ۲۱۵ ج ۲)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں امام بیہقیؒ کی شہادۃ بھی سن لیجئے "اسی لئے بعض صحابہ و تابعین نے جبری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ ترک کی ہے نہ کہ سری نمازوں میں بھی حالانکہ وہ اصل زبان تھے (کتاب القراءۃ ص ۷۶) (توضیح الکلام ص ۱۹۲ ج ۲)۔

تضاد نمبر 35: پھر شیخ الاسلام (ابن تیمیہؒ) نے معلول کہا ہے تو نافع کی بناء پر نہیں جیسا کہ آئندہ ہم عرض کریں گے لہذا نافع کے سلسلہ میں یہ قول ذکر کرنا فضول ہے (توضیح الکلام ص ۳۶۳ ج ۱)۔

تصویر کا دوسرا رخ

شیخ الاسلامؒ کی عبارت فغلط بعض الشا میں "میں بعض شامی راویوں کی سی نشاندہی کی گئی ہے اور وہ روایت ترمذی، ابوداؤد کی ہے جو بواسطہ مکحول عن محمود و نافع عن عبادہ "مروی ہے (توضیح الکلام ص ۳۸۰ ج ۱)۔

تضاد نمبر 36: مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں یہ کیوں باور کیا جاسکتا ہے کہ امام ابو زرعہؒ نے صحیح مسلم کی ایک حدیث کو دیکھا اور اس کے بارے میں امام مسلم سے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا لہذا اس قول سے امام ابو زرعہؒ کو اس حدیث (اذا اقرأ فاصتوا) کے تحسین میں شہرہ کرنا بھی محض دونوں کی دنیا میں دھاندلی کا نتیجہ ہے (توضیح الکلام ص ۳۱۰ ج ۲)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں (حدیث اقرأ بھانی نفسک) امام ترمذیؒ نے اسے حسن

اور ابو زرہؓ نے صحیح کہا ہے (توضیح ص ۱۶۴ ج ۱) یہ مسلم کی روایت کی بناء پر ابو زرہؓ سے تصحیح نقل رہا ہے ورنہ اوپر والی روایت بھی صحیح مسلم کی ہے اس کا انکار کیا ہے۔ نیز مولانا اثری صاحب نے ہیں "لیجئے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابو زرہؓ کے ہاں بھی صحیح مسلم کی روایات درست اور فیہ معلول ہیں (بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں ص ۱۹۱ از ارشاد الحق صاحب اثری)۔

تضاد نمبر 37: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں عبد اللہ بن عمرو کی طرف

گواہ بن سعد نے وہم کی نسبت کی ہے ان کے الفاظ ہیں۔ کان مٹھہ کثیر الحمد یث در بما اخطا ان علاوہ تمام محدثین مثل ابن معین نسائی ابو حاتم، ابن نمیر العجلی ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور کسی نے بھی اس کی طرف وہم کی نسبت نہیں کی (توضیح اکلام ص ۴۳۰ ج ۱)

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں رہا امام ابو حاتمؒ کا یہ فرمان کہ وہم عبید اللہ کہ عبید اللہ کو اس میں وہم ہے۔ تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ عبید اللہ ثقہ ہونے کے باوجود مضفر نہیں تو وہم کی نسبت اس کی طرف کیونکر صحیح ہوئی لہذا امام ابو حاتمؒ کا کلام بے محل ہے (توضیح ص ۴۳۴ ج ۱) امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں لا یصح انس (التاریخ الکبیر ص ۲۰۷ ج ۱) کہ اس میں انس کا ذکر صحیح نہیں ہے۔ امام دارقطنیؒ نے بھی اس کو مرسل قرار دیا ہے۔ دیکھئے کتاب الخادعات وحوکہ نمبر 1 کے تحت۔

باب التحریفات

تحریف نمبر 1:

مکمل آیت یوں ہے الم تر الی الذین قیل لهم کفوا یدکم و اقموا الصلوة و آتوا الزکوٰۃ فلما کتب علیهم القتال اذا فریق منهم مخفون کثیۃ اللہ (النساء، ۷۷) (توضیح ص ۵۲۲ ج ۲ کا حاشیہ)۔ حالانکہ مخفون الناس کثیۃ اللہ۔ لیکن بھول گئے مطلب یہ نکلا کہ قرآن مجید میں الناس غلط لکھا ہوا ہے کیونکہ صحیح آیت اور مکمل آیت اثری صاحب نے پیش کی۔

تحریف نمبر 2:

اس آیت سے علمائے احناف نماز میں مطلق قراءۃ کی فرضیت پر بالکل اس طرح استہلال کرتے ہیں جیسے وارکعو او اسجد و "لَا یبذل من رکوع و سجدہ" (توضیح ص ۱۰۴ ج ۱) وارکعو اسے کوئی آیت موجود نہیں ہے تو اس سے استدلال کیسا۔ وارکعو میں واؤ زائد کر دی ہے۔

تحریف نمبر 3:

ہم یہاں واؤ اقرئی کی مناسبت سے صرف دو مثالیں ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔
 ما لهم لا یومنون اذا قرئ علیهم القرآن لا یسجدون (الانشقاق، ۲۱)
 قرآن پڑھا جاتا ہے وہ ایمان نہیں لاتے جب توضیح ص ۱۲۰ ج ۲ تا ۱۲۱)

اس میں اولاً توفی کھا گیا ہے۔ اصل میں فہم تھا و ثانیاً لا یؤمنون سے جزو کھا گیا ہے۔ و ثالثاً واؤ اقرئی سے واؤ کھا گیا ہے (اللہ وانا الیہ راجعون)۔

تحریف نمبر 4:

ان الذین او ترا العلم من قبلہ اذا یقلی علیہم یغرون للاذکان سجداً ویقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولاً (بنی اسرائیل) توضیح الکلام ص ۲۱۶ ج ۲)۔
 اور جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو غمزوں کے بل سر پڑتے ہیں اور بول اٹھتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہم رے رب کا وعدہ پورا ہو چکا ہے

بخروا للافذان: کے بجائے بخروا للافذان ہے اور ان کا ترجمہ بے شک کرنا چاہیے۔

تحریف نمبر 5:

الذین اتیناھم الکتاب من قبلہ
ہم بہ یؤمنون واذا یقتلی علیھم
قالوا آمنا بہ انھ الحق من ربنا انا
کنا مسلمین (قصص) (توضیح
الکلام ص ۲۱۴ ج ۲)

ہم نے اس سے پہلے جنہیں کتاب دی ہے وہ
ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر اور جب اس
پر پڑھی جاتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم اس پر
ایمان لائے یقیناً یہ کتاب ہمارے رب کی طرف
سے حق ہے ہم اس سے پہلے مسلمان تھے۔ ان
من قبلہ مسلمین تھا من قبلہ کو کاٹ دیا ہے۔ اور
الذین اتیناھم میں ہم وہ پکڑی زیر چھوڑ دی ہے

تحریف نمبر 6:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ہوالا ذکرى للذکرین نیز فرمایا انا انزلناہ۔ قرآن عربیہ العلم
تعقلون (توضیح اکلام ص ۲۰۱ ج ۲) ان ہوالا ذکرى للذکرین۔ یہ قرآن مجید میں اس طرح
نہیں ہے۔ دوسری آیت بھی انا انزلناہ سے وارد ہے۔ یعنی ان کے بعد الف ہے۔

حضرت مولانا ارشاد الحق صاحب اثری صاحب فرماتے ہیں جواب حضرت شیخ الحدیث
نے ایضاح الادلہ میں ابراہین الحق کو اکثر محدثین کی آراء کے خلاف متروک اور ضعیف قرار دیا
ہے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ان سے ہمیں اس کی توقع تھی کیونکہ یہ بزرگ جب اپنی کتاب میں
مذہبی حیثیت کی بناء پر ایک خود ساختہ آیت لکھ سکتے ہیں تو ابراہین الحق کو مجروح قرار دینے میں کون
سے اچھے کی بات ہے چنانچہ موصوف تقلید شخص کے بارے میں فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ
ارشاد ہوا فان تازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والی الرسول والی اولو الامر منکم اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے
مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے اور کوئی ہیں سو دیکھیں۔ اس آیت میں
صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و حملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں ان۔ ایضاح الادلہ ص ۲۳
مطبوعہ دیوبند کتب خانہ رحیمیہ (توضیح ص ۲۵۳ تا ۲۵۴)۔

ہم خفی حفاظ قرآن اور قارئین قرآن پاک سے پوچھتے ہیں کہ خود جین لگا ہوں سے مصحف پاک سے آیت کو ڈھونڈیں تاکہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر اضافہ آیت کا یہ الزام دور ہو سکے (توضیح ص ۲۵۴ ج ۱) ہم غیر مقلد حفاظ قرآن کریم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آیت ان حوالہ کریں لہذا کہ قرآن مجید میں ڈھونڈیں تاکہ ارشاد الحق صاحب اثری پر یہ الزام دور کیا جاسکے کہ انہوں نے ایک آیت قرآن مجید فی ثانی ہے۔

جواب نمبر 2:

حضرت شیخ الحدیثؒ نے آیت پیش کرنے سے پہلے چار مرتبہ اطاعت کا لفظ لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ یہ آیت پیش کرنا چاہتے تھے یا ایہا الذین آمنوا طیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اے ایمان والو اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے اولی الامر ہوں) مگر کاتب نے آیت کا پہلا حصہ چھوڑ کر نیچے والی آیت جس میں فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ۔ موجود تھا ان الفاظ کو نیچے والی آیت سے اٹھا کر اوپر والی آیت میں لگا دیا جس کی وجہ سے آیت لکھنے میں غلطی واقع ہوئی ہے۔

جواب نمبر 3:

حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی اسی کتاب میں یہ آیت درست لکھی ہے ملاحظہ ہو "قاضی کا ترجمہ آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم نائب خداوندی ہونا ظاہر اور حقیقت شناسان معانی کے نزدیک ارشاد واجب الانقیاد (ایضاح الادلہ ص ۲۵۶)۔ غیر مقلدین کے شیخ الحدیثؒ ۱۱۰۱ حافظ محمد صاحب لکھتے ہیں "کاتب معصوم نہیں ہوتے غلطیاں کرتے ہیں (خیر الکالم ص ۴۷) غیر مقلدین بزرگوں کی کتابوں میں بہت سی آیات قرآنیہ غلط لکھی ہیں مگر غیر مقلدین نے ان کو کبھی بھی حرف قرآن اور یہودی نہیں کہا۔ شاید کہ غیر مقلدین کے مذہب میں ان کے بزرگوں کیلئے قرآنی آیات میں تحریف کرنا جائز اور دوسروں کیلئے ناجائز ہو مثال کے طور پر نواب

صدیق حسن خان غیر مقلد کی کتابوں میں سے بغیۃ المراند فی شرح العقائد کو لے لو۔ اس میں تقریباً دس یا گیارہ آیات غلط لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو بغیۃ المراند ص ۱۳، ص ۱۹، ص ۲۲ ص ۵۴، ص ۵۹، ص ۶۵، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶، ص ۱۲۶، شرادارہ احیاء السنہؒ جا کھ گوجرانوالہ۔ نواب صاحب کی دوسری کتاب نزل الابرار اس میں بھی تقریباً چھ آیات قرآنیہ غلط لکھی ہوئی ہیں۔ مثلاً نزل الابرار ص ۳۳، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰، ص ۱۵۳، ص ۲۲۵، ص ۲۵۱ طبع قسطنطنیہ ترکی۔ نواب صاحب کی تیسری کتاب البروضۃ الندیہ کو لے لیں اس میں بھی کئی آیات غلط لکھی ہوئی موجود ہیں مثلاً دیکھئے ص ۱۳۵، ص ۱۴۵، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶، ص ۲۴۲، ص ۳۰۸ طبع علوی ہند۔ مگر غیر مقلدین نے اپنے بزرگوں کو کبھی بھی یہودی اور محرف قرآن نہیں کہا۔ باقی رہی جرح محمد بن اسحق پر تو وہ ملّا، کرام کے ہاں حجت نہیں ہیں۔

تحریف نمبر 7:

مگر علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ امام مالک کا ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ فاتحہ ہر ایک کیلئے ضروری ہے ان کے الفاظ ہیں:

یعنی ان اقوال میں سے صحیح امام شافعی امام احمد اور ایک قول میں امام مالک کا قول ہے کہ فاتحہ ہر رکعت میں ہر ایک کیلئے ضروری ہے۔

الصحيح من هذه الاقوال قول الشافعي و احمد و مالک في القول الآخر ان الفاتحة متعينة في كل ركعة لكل احد على العموم. تفسير قرطبي من ۱۱۹ ج ۱ توضيح ص ۶۵ ج ۱

اجواب: اصل عبارت ملاحظہ ہو:

ہو ان مسند صحیح اقوال سے قول شافعی و احمد و مالک آخری قول میں اور سورۃ فاتحہ متعین ہر ایک رکعت میں ہر ایک کیلئے علی العموم۔ واؤ کو وان الفاتحة متعينة سے کٹ دیا ہے۔

التاسعة الصحيح من هذه الاقوال قول الشافعي و احمد و مالک في القول الآخر و ان الفاتحة متعينة في كل ركعة لكل احد على العموم قرطبي من ۱۱۹ ج ۱

امام قرطبی نے امام شافعی و امام احمد و امام مالک کا یہ قول آخری پیش کیا ہے جو ان کے صریح قول کے معارض ہے۔

پانچواں مسئلہ علماء نے اختلاف کیا ہے وجوب قراءۃ فاتحہ نماز میں پس امام مالک اور اسکے اصحاب کہتے ہیں کہ یہ متعین ہے امام اور مفرد کیلئے ہر رکعت میں۔

الخامسة اختلف العلماء في وجوب قراءة فاتحة الصلاة فقال مالك واصحابه هي متعينة الامام والمنفرد في كل ركعة (تفسير قرطبی ص ۱۱۴ ج ۱)

پھر لکھتے ہیں:

ساتواں مسئلہ: اور من سب نہیں کسی ایک کیلئے کہ سری نماز میں کہ قراءۃ کو چھوڑ دے امام کے پیچھے اگر ایسا کیا تو یقیناً گنہگار ہوا اور اس پر کوئی چیز نہیں امام مالک اور آپ کے اصحاب کے نزدیک اور جبری نمازوں میں اور یہ مسئلہ آٹھواں ہے پس کوئی قراءۃ نہیں نہ فاتحہ الكتاب کی نہ فیہ کی امام مالک کے مشہور مذہب میں نقول اللہ تعالیٰ و اذا قرأ فی جب قرآن پڑھا جائے پس توجہ سے سنو نہ موش رہو اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا ہو گیا کہ میں قرآن میں جھگڑ رہا ہوں۔

السابعة ولا ينبغي لاحد ان يدع القراءة خلف امامه في صلاة السرفان فعل فقتداساء ولا شيء عليه عند مالك واصحابه واما اذا جهر الامام وهي المسئلة الثامنة فلا قراءة بفاتحة الكتاب ولا غير ما في المشهور من مذهب مالك لقول الله تعالى و اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم مالي انزع القرآن وقوله في الامام اذا قرأ انصتوا وقوله من كان له امام فقراءة الامام له قراءة تفسير (قرطبی ص ۱۱۸ ج ۱)

اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام کے بارے میں جب وہ قراءۃ کرے پس تم خاموش رہو اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کا امام ہو تو امام کی قراءۃ اس کی قراءۃ ہے۔ مولانا ارشاد اہل حق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ علامہ قرطبی فقہ مالکی کے مسلمہ امام ہیں ان کے کلام کو بلا دلیل رد کرنا بھی بہت بڑی جسارت ہے۔ جناب صفدر صاحب نے حسب عادیہ یہاں بھی بڑی ہوشیاری دکھائی ہے کہ "سری میں گو وہ مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کی اجازت دیتے تھے مگر وہ وجوب

کے قائل نہ تھے۔ "ملخصاً احسن الکلام میں ص ۳۹ ج ۱) مگر کیا امام مالک جبری میں الحمد پڑھنے کا حرام یا موجب فسادِ صلوة کہتے تھے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ان کا جبری میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کا فتویٰ علمائے احناف کے موافق کیسے ہو گیا (توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۱) الجواب امام قسری کے کلام کو اثری صاحب نے خود رد کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی سری اور جبری نے تمام نمازوں میں مقتدی کیلئے فرضیت فاتحہ کے قائل ہیں باقی ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ مشہور قول۔ مطابق وجوب کے قائل نہیں پھر امام ابو حنیفہ معروف قول کے مطابق سری اور جبری میں قراءۃ کے قائل نہیں مگر امام مالک سری میں تو پڑھنے کے قائل تھے اور اسے سنت فرماتے اور نہ پڑھنے والے کو گناہ گار فرماتے (امام الکلام ص ۳۲) (توضیح الکلام ص ۹۷ ج ۱) اور امام مالک کے متعلق علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں:

اور اجازت دی ہے امام مالک نے مقتدی کو کہ وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھے جب امام پوشیدہ پڑھے پہلی دو رکعتیں ظہر اور عصر سے اور صرف سورۃ فاتحہ پڑھے۔ باقی تمام رکعتوں میں جس میں وہ پوشیدہ پڑھتا ہے اور یہ پسند کیا ہے امام مالک نے مقتدی کیلئے اور نہیں اجازت دی مقتدی کو ہر رکعت میں جس میں وہ جبر سے قراءۃ کرے یا نہ کہ کچھ پڑھے۔

س: واجاز للامام ان یقرأ خلف الامام القرآن وسورة اذا اسر الامام فی الاولین من الظہر والعصر وبام القرآن وحدھا فی کل رکعة یسر فیہا من کل صلوة واختار له ذالک ولم یرلہ ان یقرأ فی کل رکعة یجہر فیہا الامام (معلیٰ ابن حزم ص ۲۲۸ ج ۳)

پس امام مالک کا یہ فتویٰ احناف کے موافق ہو گیا ہے۔ جبری نمازوں میں کہ مقتدی کو اجازت نہیں کہ وہ امام کے پیچھے کچھ پڑھے اور دوسری حدیث پیش کی ہے۔ فانتھی الناس کہ جبری نمازوں میں لوگ قراءۃ کرنے سے رک گئے۔ اس حدیث کے متعلق امام ابن عبدالبر المالکی فرماتے ہیں:

ففى هذا الحديث دليل واضح على انه لا يجوز للمأموم فيما جهر فيه امامه بالقراءة من الصلوات ان يقرأ معه لا بام القرآن ولا بغيره لان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يستثن فيه شيئا من القرآن (التمهيد لابن عبد البر ص ٢٤ ج ١١)

پس اس حدیث میں دلیل واضح ہے اس بات پر کہ مقتدی اپنے جہی نمازوں میں جس میں اس کا امام جہر بالقراءة کرے نہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ کوئی دوسری سورۃ پڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثنای نہیں کیا۔

باب الخیانات

خیانت نمبر 1: محدث اثری صاحب لکھتے ہیں العلما . بن حارث بھی صدوق ہے حافظ ابن حجر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ وہ صدوق ہے (تقریب ص ۴۰۴) توضیح الکامم ص ۳۱۳ ج ۱) حافظ ابن حجر کا فیصلہ کیا صرف صدوق ہے۔ اس میں خیانات کا ارتکاب کیا گیا ہے اصل عبارت یوں تھی۔ صدوق فقیہ کمن رنی با قدر وقد اخلط۔ خط کشیدہ عبارت حذف کردی گئی ہے۔ فقیہ ہے لیکن نقدیر کا منکر ہے اور بے شک اختلاط کا شکار ہو چکا ہے۔ کیونکہ مغلط الحدیث راوی کی حدیث قبول نہیں ہوتی۔ علامہ البانی غیر مقتدلا . بن الحارث کی ایک حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت و هذا اسناد ضعيف العلما بن الحارث كان اختلط (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ص ۱۵۲ ج ۲)

خیانت نمبر 2: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب العلما . بن الحارث میں کے ترجمہ میں لکھتے ہیں "امام یعقوب بن شیبہ امام عثمان داری، امام ابو حاتم اور امام دحیم نے ثقہ کہا ہے

(تحدیب ص ۷۷ ج ۸) (توضیح الکام ص ۳۱۳ ج ۱)۔ یعقوب بن سفیان ہے اور عثمان داری
حیم سے نقل میں خود کوئی توثیق نہیں کی۔

خیانت نمبر 3: مولانا اثری صاحب نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید الخدری کا اثر) فرماتے ہیں۔

لا یرکع احدہم حتی یقرأ بام القرآن۔ تم میں سے کوئی رکوع نہ کرے
جب تک ام القرآن نہ پڑھ لے (جزء القراءۃ ص ۱۱ ص ۱۹) حضرت ابوسعیدؓ چونکہ فاتحہ خلف
الامام کے قائل ہیں چنانچہ امام صاحب نے پہلے حضرت ابوسعیدؓ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ ابونضرؓ
فرماتے ہیں "کہ میں ان سے قراءۃ خلف الامام کی بابت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا فاتحہ
الکتاب پڑھی جائے۔ یہ اثر سند ابانکل صحیح ہے جیسا کہ باب ثالث میں یہ بحث انشاء اللہ آئے گی
۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے مندرجہ بالا اثر نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ رکوع کی
رکعت کے قائل نہیں تھے مگر مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں یہ روایت چنداں مفید نہیں۔ (۱) اس
میں بعض متکلم فی راوی ہیں (۲) یہ بھی موقوف ہے۔ (۳) اس میں مقتدی اور خلف الامامؓ
کوئی ذکر نہیں۔ جواب۔ لیکن یہ تینوں اعتراض مردود ہیں نمبر وار جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(1) سند کے اعتبار سے اس پر قطعاً کوئی غبار نہیں اگر اس میں ادنیٰ کلام کی گنجائش ہوتی
یقین جانیئے مولانا صاحب خاموش نہ رہتے۔ اسکی سند یوں ہے۔ حدیث عبداللہ بن صالح قال
حدیثی الیث قال ثنی جعفر بن ربیعۃ عن عبدالرحمن بن ہرمز قال قال ابوسعید الخ (جزء القراءۃ ص
۱۷) وقال ایضاً حدیثاً ثنی بن بکر قال ثنی الیث عن جعفر بن ربیعۃ عن عبدالرحمن بن ابوسعید الخدری
الخ (جزء القراءۃ ص ۱۳) اب لیجئے کتب رجال اور ایک ایک راوی کو دیکھ لیجئے کہ اس میں کس

راوی پر کلام ہے۔ اسے توضیح الکلام ص ۱۳۶ ج ۱ تا ص ۱۴۷ (الجواب عبد اللہ بن صالح جو اصل تھا اس کو متابع بنادیا ہے۔) (توضیح ص ۱۴۷ ج ۱) اب اس سند پر اعتراض جو اثری صاحب کے ہاں قطعاً کوئی غبار نہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں اس اثر کی سند میں عبد اللہ بن صالح کا تب الیث ہے۔ جس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غلطہ (تقریب ص ۲۷۱) امام نسائی نے اسے یس مثنیٰ کہا ہے اور ابن مدینی فرماتے ہیں:

ضربت علی حدیثہ و ما اروی عنہ

میں نے اس کی احادیث قلم بردہ ہیں اور اس سے روایت نہیں کروں گا۔

صالح بن محمد فرماتے ہیں:

یکذب فی الحدیث۔

کہ وہ حدیث میں بھٹاتا ہے۔

امام احمد بن صالح فرماتے ہیں متھم یس بشی یعنی وہ متھم بالکذب ہے اور کوئی چیز نہیں۔ امام احمد بن نے اسے یس بشی کہا ہے (تحدیب ص ۲۵۸ ج ۵ میزان ص ۴۴۰ ج ۲) الغرض بعض محدثین نے عبد اللہ پر سخت کلام کیا ہے لیکن راجح وہی بات ہے۔ جسے ابن حجر نے تقریب میں اختیار کیا ہے اور ایسے راوی کی روایت بشرطیکہ ثقات کے مخالف نہ ہو۔ حسن درجہ کی ہوتی ہے (توضیح الکلام ص ۵۳ ج ۱ تا ص ۵۴) دوم جزء القراءۃ ص ۳۱ (نمبر ۷۰) و تا بعد یحییٰ بن کبیر تھا یعنی معلقاً تھا اس کو وقال ایضا حدیثی یحییٰ بن کبیر بنادیا۔ جو عظیم خیانت ہے۔ اس قسم کے الفاظ جزء القراءۃ میں قطعاً موجود نہیں۔

خسارت نمبر 4: سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقی کے بارے میں مولانا اثری

صاحب لکھتے ہیں "صالح بن محمد اسے اباس کہتے ہیں الوحاتم صدوق مستقیم الحدیث اور امام ابو داؤد وثقہ کہتے ہیں (توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱) الجواب اثری صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے صالح بن محمد اباس کہتے ہیں اس کے آخر میں تھا ولکنہ محدث عن الضعفاء لیکن وہ ضعیف قسم کے راویوں سے روایت کرتا ہے، اس کو اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے اور امام ابو حاتم سے صدوق مستقیم الحدیث تو نقل کر دیا لیکن اس کے آخر میں تھا ولکنہ، اروی الناس عن

الضعفاء، والنجو لیں وکان حندی فی حد لوان رجلا وضع له حدیثا لم یسہم وکان الاییز (لیکن ضعف۔ اور مجبول راویوں سے زیادہ روایت کرنے والا ہے اور میرے نزدیک اس حد میں ہے کہ اگر کوئی شخص گھڑ کر حدیث اسکے سامنے پیش کرے تو نہیں سمجھ سکتا اور صحیح اور مضموع حدیث میں تیز نہیں کر سکتا تھا، اس کو اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔ خیانت کی بھی حد بتوتی ہے۔

خسانت نمبر 5: مسلم بن عبد الرحمن کے بارے میں مولانا ارشاد الحق صاحب

اثری لکھتے ہیں "حافظ وحمی کافیصلہ بھی سن لیجئے:

لؤللم یذکره العقیلی فی کتاب الضعفاء لما ذکرته فانه ثقہ مطلقاً (میزان ص ۲۱۲ ج ۲)

اگر امام عقلی اسے ضعیف میں ذکر نہ کرتے تو میں بھی میزان میں اس کا ذکر نہ کرتا کیونکہ وہ مضبوط ہے

علامہ وحمی نے آخر میں جواب اپنے فیصلہ کو خود توڑا ہے اور ابوحاتم کی تائید کی ہے اس کا ذکر اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔ (میزان ص ۲۱۲ ج ۲)۔

خسانت نمبر 6: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری عکرمہ بن عمار کے متعلق لکھتے

ہیں "یحییٰ بن احمد بھی اسے ثقہ کہتے ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۴۳۷ ج ۱) الجواب: اسکے آخر میں تھا وکان کثیر الغلط وغیرہ بن ایاس باشیاء (تحدیب ص ۲۶۳ ج ۷) کہ بہت غلطی کرنے والا تھا ایاس راوی سے کئی چیزوں کے ساتھ منفرہ ہے۔ اس کو اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔

خسانت نمبر 7: عکرمہ بن عمار کے بارے میں اثری صاحب نقل کرتے ہیں "اور امام

بخاری امام ابن حبان امام ابوداؤد امام ابوحاتم امام نسائی امام یحییٰ امام احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے لیکن جب یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرے تو اس کی حدیث مضطرب ہے۔ (توضیح ص ۴۳۷ ج ۱) الجواب: امام بخاری نے ثقہ نہیں کہا بلکہ امام بخاری سے یہ منقول ہے وقال البخاری مضطرب فی حدیث یحییٰ بن ابی کثیر ولم یکن عنده کتاب (تحدیب ج ۷ ص ۲۶۲) اور امام بخاری نے ثقہ فرمایا کہ عکرمہ بن عمار یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت میں مضطرب الحدیث ہے اور اس کے پاس کتاب نہ تھی امام یحییٰ فرماتے ہیں۔

و عكرمة بن عمار قد اختلفوا في
تعديله غمزه يحيى بن سعيد
القطان و احمد بن حنبل و ضعفه
البخاري جدا (سنن بيهقي ص
۲۱۲ ج ۱ بحث مس ذكر)

کہ عکرمہ بن عمار کی تعدیل میں محدثین کرام نے
اختلاف کیا ہے۔ محدث یحییٰ بن سعید القطان و
امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام
بخاری نے اس کی سخت تصدیق کی ہے۔

امام بیهقیؒ ایک روایت کے بارے
میں فرماتے ہیں وهذا ايضا
ضعيف عكرمة بن عمار اختلط
في آخر عمره وساء حفظه فروى ما
لم يتابع عليه (بيهقي ص ۵۲۶ ج ۸
تا ص ۵۲۷ کتاب الاثر بے باب ما
جاء في الكسر بالماء)

اور یہ روایت بھی ضعیف ہے عکرمہ بن عمار آخری
عمر میں مغلطہ الحدیث ہو گیا تھا اور حافظہ شراب ہو
گیا تھا ایسی روایات میں جس پر مولفہ نہیں کی
تھی۔

کتاب المخاضات (ارشاد الحق صاحب کے دھوکے)

دھوکہ نمبر ۱:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "اگر علامہ حیدری کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو
اور کس کو تھی (احسن الکلام ص ۲۳۳ ج ۱) مگر اس کے برعکس یہ دیکھ کر بھی آپ حیران ہوں گے کہ
فاتحہ خلف الامام کی ایک روایت کے بارے میں علامہ حیدری نے کہا ہے کہ روایت ثقات اس کے
راوی ائمہ ہیں (مجمع الزوائد ص ۱۱۰ ج ۲) پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت موصوف لکھتے ہیں "اگر
محض با دلیل کہنے سے روایت صحیح ہو سکتی ہے تو یہ صحیح ہوگی ورنہ اس کی صحت پر کوئی دلیل موجود
نہیں اور یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۱۳ ج ۲) (مولانا سرفراز صفر اپنی
تصانیف کے آئینہ میں ص ۸ تا ص ۹) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ہمیں تسلیم ہے کہ
اس روایت کے راوی ائمہ ہیں مگر یہ طے شدہ اصول ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے سے متن کا صحیح
ہونا لازم نہیں آتا (توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ۱) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں پھر اس بات سے تو

اصول حدیث کا معمولی طالب علم بھی واقف ہے کہ سند کا حسن یا صحیح ہونا حدیث کی صحت کو مستزہم نہیں (نفس الرایہ ص ۳۷ ج ۱) توضیح الکلام ص ۲۷۱ ج ۲ حاشیہ) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اور اگر رجال کی توثیق تسلیم کی جائے تو اس سے حدیث کی صحت لازم نہیں آتی۔ (توضیح الکلام ص ۲۹۲ ج ۲) مولانا اثری صاحب نے یہ ضابطہ متعدد مقامات میں بیان کیا ہے۔ مثلاً توضیح الکلام ص ۳۰۸ ج ۲، ص ۳۵۴ ج ۲، ص ۶۷۴ ج ۲، ص ۶۸۳ ج ۲ وغیرہ۔ اب ہمارے شیخ مکرم مولانا محمد سر فرراز خان صاحب، مصنف نے علامہ حثینی کی تردید نہیں کی بلکہ مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد کی تردید کی ہے وہ علامہ حثینی سے روایت ثقات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اس لئے یہ روایت بالکل صحیح ہے (تحقیق الکلام ص ۹۰ ج ۱۔ احسن الکلام ص ۱۱۴ ج ۲) یہ روایت حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں "لا یصح انس (التاریخ الکبیر ص ۲۰۷ ج ۱) کہ اس میں حضرت انسؓ کا ذکر صحیح نہیں ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں بلاشبہ یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت انسؓ کی طرف اس روایت کی نسبت میں عبید اللہ سے غلطی ہوئی ہے (توضیح الکلام ص ۴۳۱ ج ۱) امام ابو حاتم بھی اس روایت کو غیر محفوظ مانتے ہیں مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مولانا مصنف صاحب فرماتے ہیں کہ امام ابو حاتم (کتاب العلل ص ۱۷۵ ج ۱) نے اسے غیر محفوظ کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۴۳۲ ج ۱) امام طبرانی فرماتے ہیں لم یرو هذا الحدیث عن ایوب الا عبید اللہ (طبرانی اوسط ص ۳۲۹ ج ۳)۔ اس حدیث کو ایوبؓ سے صرف عبید اللہ نے روایت کیا ہے۔ مولانا نیوی لکھتے ہیں۔ قلت فالصواب عن ابی قلذہ بنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل والا یہ ذہب الدارقطنی فی کتاب العلل حیث قال بعد ما ذکر طریق ابی قلذہ بنہ عن انس وخالفہم ابن علیہ فرواہ عن ایوب عن ابی قلذہ مرسل ورواہ خالد الخداج عن ابی قلذہ بنہ عن محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمرسل حوالہ الصحیح (آثار السنن ص ۱۰۵) میں نیوی کہتا ہوں صواب عن ابی قلذہ بنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل ہے اور امام دارقطنی کتاب العلل میں اسی کی طرف چلے گئے ہیں

طریق ابو قلابہ عن انس ذکر کرنے کے بعد میں فرماتے ہیں اور مخالفت کی ہے ان کی ابن علیہ نے پس روایت کیا۔ اس کو ایوب عن ابی قلابہ سے مرسل اور روایت کیا۔ خالد الخدائی عن ابی قلابہ عن محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مرسل ہی صحیح ہے۔ امام دارقطنی کے ہاں طریق ابو قلند بتہ عن انس اور طریق ابو قلابہ عن محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں صحیح نہیں ہیں بلکہ ابو قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل صحیح ہے۔ اور علامہ خطیب بغدادی نے بھی حضرت انس کی روایت ذکر کرنے کے بعد اس میں اضطراب کا ذکر کیا ہے حکذا روی حدیث عبید اللہ بن عمرو عن ایوب وخالفہ سلام ابو المندر فرواہ عن ایوب عن ابی قلابہ عن ابی ہریرۃ وخالفہما الرئیج بن بدر رواہ عن ایوب عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ورواہ اسماعیل بن علیہ وغیرہ عن ایوب عن ابی قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل ورواہ خالد الخدائی عن ابی قلابہ عن محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ بغداد ص ۷۶ ج ۱۳) اس طرح اس حدیث کو عبید اللہ بن عمرو نے ایوب سے روایت کیا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے سلام ابو المندر نے پس اس نے اس کو روایت کیا۔ ایوب عن ابی قلابہ عن ابی ہریرۃ سے اور ان دونوں کی مخالفت کی الرئیج بن بدر نے اس نے اس کو روایت کیا ایوب عن الاعرج عن ابی ہریرۃ سے اور روایت کیا۔ اسماعیل بن علیہ وغیرہ نے ایوب عن ابی قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل اور روایت کیا۔ خالد الخدائی نے عن ابی قلابہ عن محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ علامہ خطیب بغدادی کا اضطراب نقل کرتا اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ خالد الخدائی نے بھی اس کو مرسل بیان کیا ہے۔ حدیث حشیم قال انا خالد عن ابی قلابہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحییٰ من اقرأون خلف امامکم قال بعض نعم وقال بعض لا فقال ان کنتم لا بد فاعلمین فلیقرأ احدکم فاتحہ الکتاب فی نفسه (مصنف ابن ابی شیبہ) بحوالہ تحقیق اکام میں کہتا ہوں کہ یہ روایت ملاوہ مرسل ہونے کے شائبہ

وغیر محفوظ ہے کیونکہ اس روایت میں لفظ ان کنتم لابد فالعلمین جو منقض وجوب معلوم ہوتا ہے شاذ وغیرہ محفوظ ہے (تحقیق اکام ص ۷۳ ج ۱) حشیم کی اس حدیث کے متصل ابن ابی شیبہ ص ۳۲۸ میں ہے حدیث ابی نعیم قال حدیثا عن خالد بن ابی قلابہ عن محمد بن ابی عانثہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن حدیث حشیم۔ اس متصل حدیث کے الفاظ بھی حشیم کی حدیث کی طرح ہیں تو پھر شاذ کیسے ہوئی۔ اس کے علاوہ مسند احمد ص ۸۱ ج ۵ میں ہے حدیثا عن عبد اللہ قال حدیثی ابی قال حدیثا عن محمد بن جعفر ثنا شعبہ عن خالد قال سمعت ابی قلابہ یحدث عن محمد بن ابی عانثہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا ان والا امام یقرأ او قال اتقوا ان خلف الامام والا امام یقرأ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا ان یقرأ احدکم فاتحہ الكتاب فی نفسه قال خالد وحدیثی بعدہ نقل ان شاء فقلت لابی قلابہ ان شاء قال لا اذکر ذفر مایا کیا تم قراءہ کرتے ہو۔ جب امام قراءہ کر رہا ہوتا ہے تو عرض کیا کہ ہاں فرمایا نہ کیا کرو مگر یہ کہ تم میں سے کوئی سورۃ فاتحہ دل میں پڑھ لے خالد الخداء نے کہا کہ مجھے ابو قلابہ نے بعد میں یہ حدیث بیان کی تو ان شاء یعنی اگر چاہے تو پڑھ لے (کا جملہ نہیں کہا تو میں نے ابو قلابہ سے کہا کہ ان شاء ابو قلابہ نے کہا مجھے یاد نہیں ہے۔ (نوٹ) غیر مقلدین یہ حدیث اپنی تصنیفات میں پیش نہیں کرتے کیونکہ اس میں ہے کہ اگر چاہے تو سورۃ فاتحہ پڑھ لے نہ چاہے تو نہ پڑھے کوئی ضروری نہیں ہے۔ یہ روایت بھی امام مجاہد کے طریق سے مروی ہے۔ جو صحیح روایت بیان کرتے ہیں۔ مولانا مبارکپوری غیر مقلد کہتے ہیں کہ شعبہ نے بھی خالد الخداء سے روایت کی ہے اور شعبہ صحیح روایت اپنے مشائخ سے لیتے ہیں تو محمد بن ابی عانثہ والا طریق بھی محفوظ ہے کما قال السیثقی وغیرہ وهو الصواب وان ذهب الدارقطنی فی کتاب العلل الی خلافہ (ابکار المنن ص ۱۳۷) جیسا کہ امام سیثقی وغیرہ نے کہا ہے اگرچہ امام دارقطنی کتاب العلل میں اس کے خلاف چلے گئے ہیں۔ مولانا رشاد الحق صاحب اثری کہتے ہیں "امام دارقطنی کی تصحیح و تسمین اور جرح و تعدیل پر اہل علم نے اعتماد کیا ہے۔ (توضیح

(کلام ص ۳۹۶ ج ۱) حافظ ابن قیمؒ محمد بن ابی عانثہ والی روایت کا یہی تھی سے ذکر کرنے کے بعد
 فرماتے ہیں لیکن لحدۃ اللحدیث علیہ وسلم ان ایوب خالف فیہ خالدؓ اور وہ ان ابی قلابہ عن النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم مرسلؓ وھو کذا الک فی تاریخ البخاری عن مؤمل عن اسماعیل بن علیہ عن ایوب عن ابی
 قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تحدیب سنن ابی داؤد ص ۳۹۳ ج ۱) اور لیکن اس حدیث کیلئے
 ایک علت بھی ہے اور وہ یہ ہے ایوب نے خالد کی مخالفت کی ہے اور اس کو عن ابی قلابہ عن النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلؓ روایت کیا ہے اور تاریخ البخاری میں بھی عن مؤمل عن اسماعیل بن
 علیہ عن ایوب عن ابی قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلؓ ہے۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے بھی محمد بن
 ابی عانثہ کی روایت کی تردید کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یوں ہیں۔ واما حدیث محمد بن ابی
 عانثہ فانما فیہ الا ان یقرأ احدکم بام القرآن فی نفسه ومعلوم ان القراءة (فی النفس) مالم یحرک
 بھا اللسان فلیست بقراءة (تمہید ص ۳۶ ج ۱)۔ اسے پر حدیث محمد بن ابی عانثہ کی پس اس میں
 ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی ایک سورۃ فاتحہ پڑھے دل میں اور معلوم ہے کہ قراءۃ فی النفس جب
 تک زبان سے حرکت نہ کرے وہ قراءۃ ہی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایوبؓ الحکثانی اور خالدؓ
 الحدادی کا مقابلہ ہو گیا ہے ایوبؓ اس کو ابو قلابہؓ سے مرسلؓ روایت کرتے ہیں جبکہ خالدؓ الحدادی بھی ابو
 قلابہؓ سے مرسلؓ روایت کرتے ہیں لیکن بعض اوقات اس کو ابو قلابہؓ عن محمد بن ابی عانثہ سے اس کو
 متصل بھی بیان کرتے ہیں ایوبؓ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں مٹھہ ثبت حجة من اکبار
 الفقهاء العباد من الخامسة (تقریب) جبکہ خالدؓ کے متعلق ابن حجرؒ لکھتے ہیں وھو مٹھہ یرسل من
 الخامسة وقد اشار حماد بن زید الی ان حفظه تغیر لما قدم من الشام (تقریب) اور وہ ثقہ ہے
 مرسلؓ روایت بیان کرتا ہے۔ طبقہ خامسہ میں سے ہے اور بے شک اشارہ کیا حماد بن زید
 نے کہ اس کا حافظہ تغیر ہو چکا تھا۔ جب ملک شام سے واپس آیا۔ اور امام ابو حاتمؒ نے فرمایا
 یتلب حدیثہ ولا یصحؒ ہے اس کی حدیث لکھی جائے اور حجت نہ پکڑی جائے (تحدیب
 التحذیب ص ۱۲۱ ج ۳) اور امام شعبہؒ فرماتے ہیں واکتم علی عند البصرین فی خالد

الخذاء و هشام اور ٹھپا دے میرے اوپر بصری راویوں میں معاملہ خالد الخذاء اور هشام :
 (تحدیب ص ۱۲۲ ج ۳) امام ابن علیہ کو ایک حدیث کے بارے میں جس کو خالد روایت کرتا
 ہے ولم یلتقت الیہ ابن علیہ وضعف امر خالد (تحدیب ص ۱۲۲ ج ۳) تو ابن علیہ نے اس کی
 طرف توجہ نہ دی اور خالد الخذاء کو ضعیف قرار دیا۔ خالد الخذاء کے حافظ خراب ہونے کی ایک اور
 دلیل بخاری ص ۶۱۳ ج ۲ میں ہے۔ خالد عن عکرمہ عن ابن عباس قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 فی رمضان الی حنین۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کی طرف رمضان المبارک میں گئے
 تھے۔ حالانکہ بالاتفاق سوال میں نکلے تھے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ ایوب کی روایت مرسل ہے اور
 ایوب راوی قوی ہے اور خالد الخذاء کی روایت متصل ہے اور یہ راوی ضعیف ہے اور متغیر الخائف
 ہے فلعمدہ امام دارقطنی حافظ ابن قیم، امام بخاری وغیرہ کا اس کو مرسل روایت کرنا ہی صحیح ہے مولانا
 زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں مرسل ابی قلابہ (کتاب القراءة ص ۱۶۰ وغیرہ اس کی سند ابی
 قلابہ تک صحیح ہے لیکن مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے) (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۱) نیز
 مولانا موصوف لکھتے ہیں مرسل محمد بن ابی عائشہ (التاریخ الکبیر للبخاری ص ۲۰۷ ج ۱) اس کی سند
 محمد بن ابی عائشہ تک صحیح ہے لیکن یہ روایت ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف
 الامام ص ۵۱) فلعمدہ امام بیہقی کا معرفۃ السنن و الاثر ص ۸۴ ج ۳ میں (وارواہ ایوب عن ابن
 قلابہ فارسہ والذی وصلہ حجتہ۔ اور روایت کیا اس کو ایوب نے ابو قلابہ سے تو اس کو مرسل نقل کیا
 اور جس نے موصول بیان کیا وہ حجت ہے، یہ کہنا بالکل غلط ہے اور جید محدثین کرام کے فیصلہ نقل
 کیا اور جس نے موصول بیان کیا وہ حجت ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط اور جید محدثین کرام کے فیصلہ
 کے خلاف ہے۔ کیونکہ خالد الخذاء والی روایت شاذ ہے۔ (نوٹ) امام بیہقی نے کتاب القراءۃ
 ص ۵۲ میں امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر سے ابو قلابہ کی روایت بیان کی ہے۔ اور
 بخاری کا فرمان لا یصح انس (کہ انس کا ذکر صحیح نہیں ہے) اس کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر کتاب القراءۃ
 ص ۴۸ میں جزء القراءۃ بخاری سے انس کی روایت بیان کر کے حجت بہ البخاری کہہ دیا ہے۔

اس حدیث سے امام بخاریؒ نے حجت کچڑی ہے) عجیب خیانت کا ارتکاب کیا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرماوے (آمین) امام بخاریؒ کی جو اصل کتاب ہے اس سے ان کے فیصلہ کو نظر انداز کرنا اور جو جزء القراءۃ انکی طرف منسوب ہے اس میں صرف ذکر کرنے کو حاج ہے البخاری کہہ دینا بہت بڑی جرات کی بات ہے۔

دھوکہ نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اس میں جعفر بن میمون ہے اور اس میں کلام ہے امام ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ نے گرچہ اس کی توثیق کی ہے (توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ۱) الجواب مولانا ارشاد الحق کے کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ابن حبانؒ اور حاکمؒ کے سوا جعفر بن میمون کو کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا حالانکہ جعفر بن میمون کی روایت امرہ ان یخرج ینادی فی الناس ان لا صلوة الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد دارقطنی ص ۳۲۱ ج ۱) حکم کیا حضرت ابوہریرہؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے لوگوں میں یہ اعلان کرے کہ نماز نہیں ہوتی سورۃ فاتحہ کی قراءۃ پس ما زاد کے سوا اس کے بارے امام حاکمؒ لکھتے ہیں ہذا حدیث صحیح لا غبار علیہ فان جعفر بن میمون العبدی من ثقات البصریین و یحییٰ بن سعید لا یحدث الا عن الثقات) مستدرک حاکم ص ۳۶۵ طبع بیروت) یہ حدیث صحیح ہے اس پر کوئی غبار نہیں کیونکہ جعفر بن میمون العبدی ثقات بصری راویوں میں سے ہے اور امام یحییٰ بن سعید القطن نہیں روایت کرتے مگر ثقات سے۔ اسی حدیث کے تحت علامہ: ہجسیؒ لکھتے ہیں صحیح لا غبار علیہ و جعفر ھجۃ (تخصیص المسند رک ص ۳۶۵) امام ترمذیؒ اس کی ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن غریب صحیح (ترمذی ص ۳۷ ج ۳ مع التحد ابواب المثل حدیث نمبر ۳) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں زید بن الحسن القرشی الانماطی الکوفی عن جعفر الصادق بیاع الانماط (لسان المیزان ص ۵۵۴ ج ۶) امام بیہقیؒ جعفر بن میمون کی نماز اور والی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اجمع سفین بن سعید الثوری و یحییٰ بن سعید القطن و حمالا مان حافظان علی روایۃ باللفظ الذی صوّد کورنی خبر حمالا فالحکم لرواۃ تحما

(کتاب القراءة ص ۱۸ مطبوعہ اشرف پریس لاہور) کہ سفین بن سعید الثوری و یحییٰ بن سعید القطان نے اتفاق کیا اور یہ دونوں امام اور حافظ ہیں۔ اس روایت پر جس میں لفظ نماز زاد مذکور ہے ان کی حدیث میں پس حکم ان کی روایت پر ہوگا۔ امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں چار مقامات پر اس روایت کو نماز زاد کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ اور امام ابن حبانؒ نے اپنی الصحیح میں ج ۲۴ ص ۳ میں اس کو روایت کیا ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری حضرت انسؓ کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں ”امام بخاریؒ نے اس سے احتجاج کیا ہے اور امام ابن حبانؒ نے اپنی الصحیح میں اسے نقل کیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت سے احتجاج صحیح ہے توضیح الکلام ص ۴۳۵ ج ۱) امام بیہقیؒ معرفۃ السنن والاصحاب ص ۳۵۹ ج ۲ ص ۳۶۰ میں لکھتے ہیں۔ قال الشيخ احمد وأما حديث وهب وغيره عن جعفر بن میمون عن أبي عثمان عن ابی هريرة قال امرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتأدي في المدينة أن لأصلوة الأبقراءة وقال بعضهم بآ بقراءة ولو فاتحة الكتاب فقد خالفهم سفين بن سعيد الثوري وهو امام فقال في متنه امرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتأدي لأصلوة الأبقراءة فأتته الكلب فما زاده..... وروينا عن يحيى بن معين أنه قال ليس أحد يخالف سفين الثوري يعني في الحديث إلا كان القول قول سفين قال الشيخ أحمد كيف وقد رواه يحيى بن سعيد القطان وهو بالحفظ والاتقان بالمكان الذي لا شك على أهل العلم بهذا الشأن عن جعفر بن میمون عن أبي عثمان التميمي عن ابی هريرة قال أمرني النبي صلى الله عليه وسلم أن أتأدي أنا لأصلوة الأبقراءة فاتحه الكتاب فما زاده..... وبمعناه رواه أبو سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم - شيخ أحمد إمام بيهيقيؒ نے کہا اور حدیث وہب وغیرہ کی جعفر بن میمون عن ابی عثمان عن ابی هريرة کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ میں اعلان کروں کہ نہیں نماز بعد بغیر قراءۃ کے اور بعض نے کہا مگر قرآن کے ساتھ اگرچہ فاتحہ کتاب ہو پس بے شک سفین

ثورنی نے مخالفت کی ہے اور وہ حدیث کا امام ہے۔ پس اس نے کہا متن حدیث کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نہیں نماز ہوتی مگر قرآن مجید کے ساتھ سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد کے ساتھ اور روایت کیا ہے کہ ہم نے۔ یحییٰ بن معین سے کوئی مخالفت نہیں کرتا سفین ثورنی کی مگر بات سفین ثورنی کی ہی معتبر ہوتی ہے۔ شیخ احمد امام بیہقی نے کہا کہ کیسے بات معتبر نہ ہو جبکہ بے شک یحییٰ بن سعید القطان نے بھی اس طرح روایت کیا ہے اور اس کا حفظ اور بختگی ایسے درجہ کی ہے جو اہل علم بالحدیث سے مخفی نہیں ہے۔ جعفر بن میمون سے عن ابی عثمان السخدی عن ابی حریزہ سے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز نہیں ہوتی مگر قرۃ فاتحہ پس کچھ زائد کے ساتھ۔۔۔۔ اور اس کے معنی میں ابو سعید الخدری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں جعفر بن میمون صاحب ہے اور ابن حبان اور ابن شاحین نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (تحذیب ص ۱۰۹ ج ۲) (نوٹ) امام نسائی نے فرمایا لیس بیٹھ (البحر النعی ص ۳۷ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب فرماتے ہیں متداول کتب جرح و تعدیل میں امام نسائی کے یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے واللہ اعلم (حاشیہ توضیح الکام ص ۱۳۱ ج ۱)۔

دھوکہ نمبر 3:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں چوتھی روایت امام ابو سعید سیار بن سلامہ سے نقل کرتے ہیں۔

کہ حضرت عمرؓ پر ایک مہاجر پر ا جبکہ وہ رات کو تہجد پڑھ رہے تھے آپ صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے پھر اللہ کی بحمید و تسبیح بیان کرتے۔ پھر رکوع کرتے اور پھر سجدہ کرتے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اس کا ذکر حضرت عمرؓ سے کیا تو انہوں نے فرمایا تیری ماں پر افسوس کیا یہ فرشتوں کی نماز نہیں۔

ان عمر بن الخطاب سقط عليه رجل من المهاجرين و عمر يتعهد من الليل يقرأ بفاتحة الكتاب لا يزيد عليها و يكبر و يسبح ثم يركع و يسجد فلما اصبح الزجل ذكر ذلك لعمر فقال عمر لا مك الويل اليست تلك صلوة الملا نكة (الدر المنثور ص ۱ ج ۱)

علامہ علی المتقی نے کنز العمال (ص ۲۰۶، ۲۰۷ جلد ۴) پر یہی روایت ذکر کی ہے اور فرمایا ہے ولہ حکم الرفع کہ یہ روایت حکماً مرفوع ہے۔ اس روایت سے علماء نے استدلال کیا ہے۔ کہ فرشتوں کو صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے اس کے علاوہ باقی قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں (توضیح الکلام ص ۲۱۹ ج ۱) الجواب: امام ابو عبیدہ کی وفات ص ۲۶۴ھ میں ہوئی کل عمر ۶۷ سال ہے (تحدیب ص ۳۱۵ ج ۸ ص ۳۱۶) جبکہ سیارگی وفات ۱۲۹ھ میں ہوئی تو یہ امام ابو عبیدہ اور سیار کے درمیان منقطع ہے پھر سیار اور حضرت عمر کے درمیان منقطع ہے۔ بلکہ معطل ہے چنانچہ ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ کی سند مرسل ہے (توضیح ص ۲۲۰ ج ۱) جب یہ منقطع اور مرسل ہے تو حکماً مرفوع کیسے ہوگی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی تو ظاہر ہے کہ اس میں فاتحہ کے علاوہ بھی سورۃ تھی اس طرح قرآن مجید کا دور در کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو فرشتوں کو صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ دیگر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت نہیں یہ بھی بہتان ہے۔

دھوکہ نمبر 4:

مولانا ارشاد الحق لکھتے ہیں، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔

وهذا من مذهب الجمهور خلافاً للمحفية
ارشاد الساری ص ۷۰ ج ۲ مطبوعه
نولکشور۔ (توضیح الکلام ص ۵۱)

یعنی قرآن فاتحہ خلف الامام فرض ہے۔ یہاں اثری صاحب نے دھوکہ سے کام لیا ہے یہ نہیں بتایا کہ اس کا تعلق سری نماز سے ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں جمہور سری میں فاتحہ خلف الامام کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ حصہ اول میں گزر چکا ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں وهذا مذہب الجمهور خلافاً للمحفية (ارشاد الساری ص ۷۰ ج ۲) توضیح الکلام ص ۱۹۶ ج ۲

زید بن عیاش کے بارے میں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں امام طحاوی ابن حزم طبرئی اور شیخ عبدالحق وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں زید بن عیاش مجہول ہے۔ حافظ ابن حجر تلخیص الحیر ص ۱۰ ج ۳ میں لکھتے ہیں والجواب ان الدارقطنی قال انه ثقة ثبت (توضیح الکلام ص ۳۶۸ ج ۱) الجواب دارقطنی نے زید بن عیاش کو صرف ثقہ کہا ہے۔ ثبت نہیں کہا یہ حافظ ابن حجر کا وہم ہے۔ مگر ارشاد الحق صاحب نے دھوکہ دینے کے لئے تلخیص الحیر کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جبکہ تہذیب التہذیب میں صرف ثقہ کا لفظ ہے اور تحفۃ الاحوذی ص ۲۳۳ ج ۲ میں وقال الدارقطنی ثقہ۔

دھوکہ نمبر 6: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں یہ کہنا کہ امام زہری جہری میں سختی سے قراءۃ خلف الامام کا انکار کرتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں جبکہ وہ جہری کے سکتات میں فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں۔

وقال احمد يستحب في السرية و
كذا في الجهرية عند سككات الامام
ان سكت لا مع قرائته وبه قال
الزهري ومالك وابن المبارك
الخ تفسير مظہری ص ۱۱۸ ج ۱۰۔
امام احمد فرماتے ہیں کہ سری میں اور جہری نماز
کے سکتات میں فاتحہ خلف الامام مستحب ہے امام
کی قراءۃ کے ساتھ نہیں امام زہری مالک اور ابن
المبارک کا یہی قول ہے۔

اور امام بیہقی نے بسند صحیح انکا یہ قول بھی نقل کیا ہے والاصح لاحد من خلفه ان يقرأ مع الخ کتاب القراءۃ ص ۵۷ کسی کیلئے صحیح نہیں کہ امام کے ساتھ پڑھے اور ظاہر ہے کہ سکتات میں پڑھنا امام کے ساتھ پڑھنے کے منافی نہیں (توضیح الکلام ص ۳۹۱ ج ۱) الجواب: اولاً تو اثری صاحب نے ان سکت (اگرچہ خاموشی اختیار کرے) کا معنی نہیں کیا واثناً و بہ قال الزہری الخ کو سکتات کے ساتھ لگا دیا ہے حالانکہ امام مالک اور عبد اللہ بن مبارک جہری کے سکتات کے قائل ہی نہیں چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں۔ و امام مالک فاکثر السكتين ولم يعرفهما وقال لا يقرأ احد مع

الامام اذا جہر قبل قرائتہ ولا بعدھا (تمہید ص ۴۳ ج ۱۱) اے پر امام مالکؒ نے سکتین کا انکار کیا ہے اور ان دو سکتوں کو وہ نہیں جانتے اور کہا کوئی قراءۃ نہ کرے امام کے ساتھ جب امام جہر سے قراءۃ کرے نہ امام سے پہلے قراءۃ کرے نہ امام کے بعد قراءۃ کرے اور امام زہریؒ بھی سکتات کا قائل نہیں۔ چنانچہ مالک عن ابن شہاب انہ قال لا قراءۃ خلف الامام فیما جہر فیہ الامام (تمہید ص ۴۳ ج ۱۱) امام ابن شہاب زہریؒ نے کہا کہ امام کے پیچھے جہری نماز میں مقتدی کیلئے قراءۃ بالکل نہیں ہے۔ علامہ حازمیؒ لکھتے ہیں وذهب بعضہم الی ان المأموم یقرأ فی صلوۃ السر ولیسکت فی صلوۃ الجہر والیہ ذہب الزہریؒ ومالکؒ وابن المبارکؒ واحمد بن حنبلؒ والحق (الاختیار للحجازی ص ۷۳) بعض علماء نے کہا کہ مقتدی سری نماز میں قراءۃ کرے اور جہری میں خاموش رہے اور اسی طرف گئے ہیں امام زہریؒ و امام مالکؒ و عبد اللہ بن مبارکؒ و احمد بن حنبلؒ و امام الحق۔ امام ابن حزمؒ لکھتے ہیں ولم یرلہ ان یقرأ فی فی کل رکعتہ تکھر فیما الامام (محلی ابن حزم ص ۲۳۸ ج ۳) امام مالکؒ نے مقتدی کو اجازت نہیں دی کہ وہ قراءۃ کرے ہر رکعت میں جس میں اس کا امام جہر کر رہا ہو۔ و مثال اثری صاحب کا یہ لکھتا کہ امام بھٹیؒ نے بسند صحیح انکا یہ قول بھی نقل کیا ہے ولا یصح لاحد ان یتقرأ قراءۃ ص ۵۷) اولاً تو یہ لفظ لا یصلح لاحد ہے لا یصح لاحد نہیں ہے۔ پھر اثری صاحب نے آگے پیچھے عبارت کاٹ دی ہے۔ ہم اصل عبارت ذکر کرتے ہیں:

امام زہریؒ نے روایت ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرے جس میں امام جہر سے قراءۃ کر رہا ہو امام کی قراءۃ انکو کافی ہے اور چاہے امام کا آواز نہ سنے لیکن مقتدی اپنے دل میں پڑھیں۔ جس میں انکا امام سری نماز پڑھ رہا ہو اور کسی کیلئے صلاحیت نہیں رکھتا کہ مقتدی امام کیساتھ قراءۃ کریں نہ آہستہ کر سکتے ہیں نہ زور سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

عن الزہری قال لا یقرأ من وراء الامام فیما یجہر بہ الامام القراءۃ ینکفیہم قراءۃ الامام وان لم یسمعہم صوتہ و لکنہم یقرأون فیما لا یجہر بہ سراً فی انفسہم ولا یصلح لاحد من خلفہ ان یقرأ معہ فیما جہر بہ سراً ولا علانیۃ قال اللہ تعالیٰ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون (کتاب القراءۃ ص ۹۲)

نیز عبدالرزاق نمبر ۸۳ ص ۲۷۸ ج ۳۲ ص ۱۳۳ میں ہے

عبدالرزاق عن معمر عن الزهري قال اذا جهر الامام فلا تقرأ شيئا.
امام زہری فرماتے ہیں کہ جب امام جہر سے نماز پڑھ رہا ہو تو کچھ قرآن کی نہ کر۔

پس ثابت ہوا کہ امام زہری کی طرف سے سکنت کی نسبت جہری نماز میں کمر بخت قسم کا دھوکہ اور دجل و فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماوے (آمین)

دھوکہ نمبر 7:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ نا ابوبلى الحافظ نا ابو عمر والحريش نا الفضل بن محمد اشعراني نا ابراهيم عن حمزة نا عبد العزيز بن محمد قال سمعت زيدا بن اسلم يقول في قوله واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال الذي يكون خلف الامام قال الله واذا كرر بك في نفسك قال يقول ربك وانصت في نفسك (كتاب القراءة ص ۱۰۱) زيد بن اسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے بارہ میں اور جب قرآن مجید پڑھا جائے پس توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ فرمایا یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو امام کے پیچھے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں یعنی دل میں خاموشی اختیار کر۔ ہمارے شیخ مکرم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صندرنے فرمایا اور روایہ بھی یہ صحیح نہیں کیونکہ اس روایت کی سند میں عبد العزیز بن محمد ہے الخ (احسن ص ۱۳ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں الغرض عبد العزیز صدوق ہے اور اس کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں بلکہ امام بیہقی نے کتاب القراءة ص ۹۳ میں اسے صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۱۱۸ ج ۱) ہمارے شیخ مکرم نے صرف عبد العزیز پر جرح کی ہے لیکن اس کی سند میں ابو عمر والحريش مجبول ہے اور الفضل بن محمد اشعرانی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں وثقه الخاکم وقال القتيبي كذاب وقال ابو عبد الله بن الاخرم صدوق لكنه غالي في التشيع (ميزان الاعتدال ص ۳۵۸ ج ۳) کہ حاکم نے ثقہ کہا ہے اور قتيبي نے کذاب کہا ہے اور محدث ابو عبد الله بن الاخرم فرماتے ہیں کہ سچا ہے لیکن شیعیت میں

غالی ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت ہمارے حق میں ہے۔ اس پر جرح کرنے کی ضرورت ہی نہیں
 زید بن اسلم حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کان تنہی عن القراءة خلف الامام (عبدالرزاق
 ص ۱۴۰ ج ۲) کہ عبداللہ بن عمرؓ قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے اور حدیث ابوہریرہؓ اذ اقرأ
 فانصتوا کا راوی بھی زید بن اسلم ہے۔

دھوکہ نمبر 8:

حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين
 قال صليت الى جنب عبيدالله
 بن عبدالله بن عتبة قال
 فسمعتہ ، يقرأ خلف الامام الخ۔
 یعنی حسین (صحیح حصین ہے فرماتے ہیں میں نے امام
 عبید اللہؓ کیساتھ نماز پڑھی وہ امام کے پیچھے پڑھا ہے
 تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۳ ج ۱)

کتاب القراءۃ ص ۶۵ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۱ ج ۲) توضیح الکلام ص ۵۴۶ ج ۱) مولانا
 ارشاد الحق صاحب نے گول مول الفاظ میں یہ روایت بیان کر دی ہے سمعہ کے لفظ کا
 ترجمہ بھی نہیں کیا یہ مطلق نمازوں کے بارے میں نہیں بلکہ عبدالرزاق ص ۱۳۱ ج ۲ میں یقرأ فی الظہر
 والعصر کی صراحت ہے یعنی امام عبید اللہ صرف سری نمازوں میں پڑھتے تھے۔ جبری میں قراءۃ نہ
 کرتے تھے۔

۹

دھوکہ نمبر 9:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ اس اثر میں اگرچہ ظہر وعصر کا ہی ذکر ہے مگر حکم
 اور حمادؓ فرماتے ہیں:

ان علیاً رضی اللہ عنہ کان یأمر
 بالقرأۃ خلف الامام (کتاب القراءۃ
 ص ۶۲ مصنف ابن ابی شیبہ ص
 ۴۷۳ ج ۱) توضیح الکلام ص ۴۶۱ ج ۱)
 کہ حضرت علیؓ فاتح خلف الامام کا حکم دیتے تھے یہ
 اثر اگرچہ مرسل ہے لیکن احناف کے نزدیک تو
 مرسل حجت ہے۔

الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے اس کو مرسل کہا حالانکہ یہ معضل ہے پھر انکی

سند میں اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے جو عند الجمبوہ رضعیف ہے (تحدیب ص ۳۵۲ ج ۱ ص ۳۵۴) تو ایسے ضعیف اثر سے مطلق نمازوں کے بارے میں فیصلہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔

باب الجہالات

جہالت نمبر 1:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "اور علامہ تفتازانی نے توضیح میں کہا ہے (توضیح الکلام ص ۱۸۵ ج ۲)۔ علامہ تفتازانی کی کتاب مکمل ہے۔ جو شریعت ہے توضیح کی۔

جہالت نمبر 2:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں (معرفۃ الآثار و اسنن ص ۵۸ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۶۷ ج ۱) امام تہجدی کی کتاب کا نام معرفۃ اسنن و لا آثار ہے۔

جہالت نمبر 3:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مولانا سر فرراز احمد صاحب صفدر (توضیح الکلام ص ۲۸۹ ج ۱) حالانکہ شیخ محترم کا نام مولانا ابوالزہاد محمد سر فرراز خان صفدر ہے۔

جہالت نمبر 4:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "حالانکہ زید بن خالد (توضیح الکلام کا حاشیہ ص ۳۲۳ ج ۱) حالانکہ زید و اقدح صحیح ہے۔

جہالت نمبر 5:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "اس طرح اسمعیل بن ابراہیم کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ اسمعیل بن ابراہیم یہ کیسا ہے جو عمر بن زرارہ کا استاد (ہے) (توضیح الکلام ص ۲۹۲ ج ۱)

ج ۲) جواب یہ اسمعیل بن ابراہیم۔ ابن علیہ ہے چنانچہ بخاری شریف ص ۳۸۲ ج ۱، ص ۸۰۵
 ج ۲) میں ہے حدیث عمرو بن زرارۃ ثنا اسمعیل۔ اور میں السطور لکھا ہوا ہے ابن علیہ۔ جو مشہور
 محدث ہیں۔

جمال نمبر 6:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ثانیاً احمد بن ابی عمران اور عبداللہ بن یوسف کی
 توثیق ثابت کی جائے (توضیح الکلام ص ۶۱۱ ج ۲) الجواب عبداللہ بن یوسف یہ امام بیہقی کا
 مشہور استاد ہے۔ دیکھئے سنن بیہقی ص ۵ ج ۱، ص ۱۵ ج ۱، ص ۲۷ ج ۲، ص ۳ ج ۳، ص ۶ ج ۴ یہ ائمہ ہیں۔
 (بغدادی ص ۱۹۸ ج ۱۰) علامہ ذہبی لکھتے ہیں الامام احمد ث صاحب (سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۹ ج
 ۱۷) اور احمد بن ابی عمران کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں الامام القدوة الربانی الحافظ الرحال ابو
 الفضل احمد بن ابی عمران الہمدانی الصرام المجاور شیخ الحرم (المتوفی ۳۹۹ھ) (سیر اعلام النبلاء ص
 ۱۱۱ ج ۱۷)

جمال نمبر 7:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں مگر اس واضح بیان کے باوجود بعض حضرات استماع
 وانصات کا حکم سری نمازوں کو بھی شامل کرتے ہیں یہ اختراع اولاً علامہ ابن ہمام کی ہے اور ان
 کے بعد عموماً متاخرین حنفیہ انہی کی اقتداء کرتے ہوئے یہ بات دہرائے جا رہے ہیں (توضیح
 الکلام ص ۱۹۳ ج ۲) نیز مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔

انصات کے جدید معنی ابن ہمام کی اختراع ہے انصات کے یہ معنی دراصل سب سے پہلے علامہ
 ابن ہمام نے نکالے ہیں (فتح القدیر ص ۲۴۱ ج ۱) توضیح الکلام ص ۱۹۹ ج ۲) مولانا ارشاد الحق
 صاحب لکھتے ہیں "ملاوا وازیں انصات کے جو معنی علامہ ابن ہمام نے کئے ہیں وہ اس میں مندرجہ
 ہیں (توضیح الکلام ص ۲۱۹ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "استماع وانصات کے مباحثہ

معنی کا بھید صرف کھلا تو اولاً علامہ ابن ہمام پر (توضیح الکلام ص ۲۲۵ ج ۲) الجواب: علامہ ابو بکر احمد بن علی الرزازی الجصاص المتوفی ۵۷۰ھ فرماتے ہیں۔

کما دلت الأیة علی النهی عن القراءة خلف الامام فیما یجهر به فہی دلالة علی النهی فیما ینفی لانه اوجب الاستماع والانصات عند قراءة القرآن ولم یشرط فیہ حال الجهر من الاخفاء فاذا جهر فعلینا الاستماع والانصات و اذا خفی فعلینا الانصات بحکم اللفظ لعلنا بانہ قارئ القرآن (احکام القرآن ص ۲۹ ج ۳)

کہ جیسا آیت دلالت کرتی ہے منع قراءۃ خلف الامام پر جہری نماز میں پس یہ دلالت کرتی ہے منع قراءۃ خلف الامام پر سری نماز میں بھی کیونکہ آیت نے استماع و الانصات قراءۃ قرآن کے وقت واجب فرمایا ہے اور اس میں شرط نہیں لگائی حالت جہر کی پس جہر سے پڑھے تو ہم پر استماع و انصات لازم ہوگا اور جب اخفاء سے پڑھے تو ہم پر انصات لازم ہوگا بحکم لفظ کے کیونکہ ہمیں علم ہے یہ قرآن کا قاری ہے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب کی جہالت ہے کہ حافظ ابن ہمام کو جو متوفی ۸۶۱ھ ہیں انکو اس جدید معنی کا متخرج قرار دے رہے ہیں۔

جہالت نمبر 8:

امام بیہقی فن حدیث کے مسلمہ امام حسین (توضیح الکلام ص ۳۲۹ ج ۲) الجواب: امام بیہقی کو عورت بنانا اور مسلمہ امام بنانا ارشاد الحق صاحب کی جہالت ہے اصل یوں ہونا چاہیے تھا عمر امام بیہقی فن حدیث کے مسلمہ امام ہیں۔

جہالت نمبر 9:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں مولانا ابو الوفا، افغانی فرماتے ہیں کہ مرتجع پر مسلمہ انما اور دوفی المعایات (حاشیہ کتاب الحجۃ ص ۱۸۶ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۳۳۳ ج ۲) الجواب: حاشیہ کتاب الحجۃ مولانا مفتی مہدی حسن کا ہے نہ کہ مولانا ابو الوفا، افغانی کا۔

جہالت نمبر 10:

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں "جبکہ اس میں بالو یہ بن محمد ابو العباس اور اس

کا استاد محمد بن شاذل: دونوں مجہول ہیں کتب رجال میں تتبع بسیار کے باوجود ہمیں ان کا ترجمہ نہیں ملا (توضیح الکلام ص ۶۹۱ ج ۲) الجواب: محمد بن شاذل کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء ص ۲۶۳ ج ۱۳ ص ۲۶۳ میں موجود ہے (امام ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں کان صحیح الاصول مع ابن راھویہ (سیر ص ۲۶۳ ج ۱۳) کہ صحیح اصول والا تھا۔ محدث اتحق بن راھویہ سے سنا ہے۔ ۳۱۱ھ میں انتقال ہوا ہے (سیر ص ۲۶۳ ج ۱۳)

جہالت نمبر 11: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں علامہ قرطبی فقہ مالکی کے مسلمہ امام ہیں (توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۱) علامہ قرطبی کو عورت بنا دیا ہے حالانکہ صحیح یوں ہے کہ مسلم امام ہیں۔

جہالت نمبر 12: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ امام خطابیؒ مسلمہ امام ہیں (توضیح ص ۳۹۶ ج ۱) امام خطابی کو بھی مؤنث بنا دیا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم)

جہالت نمبر 13: امام ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں۔

کانہما حدیثان احدهما اتم من الآخر (غیث الضمائم ص ۲۶۰)
(توضیح الکلام ص ۳۸۴ ج ۱)
کہ گویا زہری کی اور کھول کی دو حدیثیں ہیں اور ایک حدیث دوسری سے مفصل ہے۔

الجواب: غیث الغمام ص ۲۶۰ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

واخرجه، ابن حبان فی کتاب الثقات و عبارته هكذا نافع بن محمود بن ربيعة من اهل ايليا يروي عن عبادة و عنه حرام بن حكيم و متن خبره في القراءة خلف الامام يخالف متن خبر محمود بن الربيع عن عبادة كانهما حديثان احدهما اتم من الآخر و عند مكحول الغبران جميعا من محمود بن الربيع و نافع بن محمود بن ربيعة و عند الزهري الخبر عن محمود بن الربيع مختصر غير مستكمل انتهى كلامه

اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں اخراج کیا ہے۔ اس کی عبارت یوں ہے۔ نافع بن محمود بن ربيعة القس کار بنے والا ہے اور یہ حضرت مجاہد سے روایت کرتا ہے اور اس سے حرام بن حکیم نے روایت کیا ہے قراءۃ خلف الامام میں اس کی حدیث کا متن محمود بن ربيع من مجاہد کی حدیث کے متن کے خلاف ہے۔ گو یا کہ یہ دو حدیثیں ہیں ان میں سے ایک دوسری سے اتم ہے۔ مکحول کے پاس دو حدیثیں ہیں محمود بن الربیع و نافع بن محمود بن ربيعة اور زہری نے پاس ایک حدیث مختصر ہے قراءۃ خلف الامام نے مستند کافی نہیں۔

جہالت نمبر 14: مؤئل بن اسماعیل کے متعلق مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے

ہیں۔ "حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ صدوق سنی الخطاء (تقریب ص ۵۱۶) (توطیع ص ۱۰۴ ج ۲) الجواب: تقریب میں صدوق سنی الحفظ ہے۔ سنی الخطا نہیں یہ اثری صاحب کی جہالت ہے۔

باب المکابرات (مولانا ارشاد الحق صاحب کی سینہ زوری)

سینہ زوری نمبر 1:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں رہا یہ سوال کہ اگر رُکوع کی رکعت نہیں تو حضرت ابو بکرؓ کو اس قدر کوشش کرنے کی کیا ضرورت تھی (احسن ص ۲۳۳ حاشیہ) تو یہ بھی نہایت سطنی بات ہے جبکہ حکم یہ ہے کہ من و جہد فی قائما اور اسکا اوسا جہد فلکین معی (فتح الباری ص ۲۶۹ ج ۲) کہ جو مجھے قیام کی حالت میں یا رکوع یا سجدہ کی حالت میں پائے تو وہ میری موافقت کرے (توضیح الکلام ص ۴۴۳ ج ۲)۔ **الجواب** یہ سطنی بات نہیں ہے بلکہ حضرت ابو بکرؓ نے خود فرمایا علیؓ انہ قد اکثرت ان تفوتی رکعت معک فاسرعت لئلا یحسبوا انہ قد کفرت (جزء القراءة للبخاری ص ۴۸) اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے مجھے خوف ہو گیا تھا کہ میری رکعت فوت ہو جائے گی تو میں نے چپنے میں جلدی کی۔ طبرانی میں بھی اسی قسم کے الفاظ وارد ہیں (فتح الباری ص ۲۶۸ ج ۲) امام بیہقی فرماتے ہیں فیہ دلیل علی اور اک الرکعتہ ولولا ذالک لما تکلفوا (بیہقی ص ۹۰ ج ۲) اس میں دلیل ہے رکعت کے پالینے پر اور اگر یہ نہ ہوتا تو تکلف کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں من اور اک الامام ساجد الفلیحہ ولایعد ذالک شیافان حذاید علی ان من اور اک اسکا یعد بتلک الرکعتہ (الشوکانی بحوالہ عون المعبود ص ۳۳۷ ج ۱) جو امام کو سجدہ میں پالے پس سجدہ کرے اور اس کو کچھ شمار نہ کرے پس یہ دلالت کرتا ہے جو امام کو رکوع کی حالت میں پالے تو اس کی رکعت شمار کی جائے گی۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد حضرت ابو بکرؓ کی حدیث ذکر

کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ و فی ذالک دلالت علی اور اک الرکعتہ بادر اک الرکوع وقد روی
 صریحاً عن ابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمرو فی خبر مرسل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی خبر
 موصول عن غیر قوی (التعلیق المنفی ص ۳۴ ج ۱) اور اس میں دلالت ہے کہ رکوع کے پانے
 سے رکعت پالیتا ہے اور یہ بات صراحۃً حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت اور
 حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ایک خبر مرسل میں اور ایک خبر متصل غیر قوی میں مروی ہے۔ اور
 عبدالرزاق عن الثوری عن عبدالعزیز الخ کی سند سے مروی ہے۔ ولا تعدوا بالسجود الا ان تکوا
 الرکعتہ (عبدالرزاق ص ۲۸۱ ج ۲ ص ۲۸۲) اور بخود کی وجہ سے رکعت شمار نہ کرو مگر یہ کہ تم رکوع
 میں پالو۔ جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں بلفظ واقضو اما سبقکم یا واقض ما سبقت ان سب کی ابتداء
 میں اسراع منع ہے اور سیکنہ اور وقار کا حکم ہے۔ فلھذا حضرت ابوبکرؓ کی روایت واقض ما سبقت
 سے رکعت کا اعادہ مراد لینا غلط ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں (قولہ لا تعد) الی ابی ماصنع
 من السعی المشد ید ثم الرکوع دون الصف ثم المشی وقد ورد ما یقتضی ذالک صریحاً فی طرق حدیث ما
 تقدم بعضها (فتح الباری ص ۲۶۸ ج ۲ باب اذ رکع دون الصف) نہ لوٹ جو تو نے بہت جلدی
 دوڑ لگائی ہے۔ پھر رکوع کیا صف سے ہٹ کر پھر چلنا صف کی طرف اور بے شک وارد ہوا ہے جو
 اس بات کا صراحۃً تقاضا کرتا ہے جیسا کہ طرق حدیث میں آیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے نیز
 حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وجہ الجمعہ حدیث ابی بکرؓ حیث رکع دون الصف فقال لہ النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم زاک اللہ حرصاً ولا تعد ولم یامرہ باعادة تلک الرکعتہ (فتح الباری ص ۱۱۹ ج ۲) جمہور کی
 دلیل اور حجت حضرت ابوبکرؓ کی حدیث ہے۔ جس وقت رکوع کیا صف سے ہٹ کر تو حضور
 علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا حرص زیادہ کرے دو بارہ نہ کرنا اور اس رکعت کے اعادہ کا حکم
 بھی نہیں فرمایا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے استدلال تبھی صحیح
 ہے جبکہ یہ ثابت ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے بعد میں رکعت نہیں پڑھی تھی۔ حافظ ابن حزم لکھتے ہیں

واما حديث ابى بكره فلا حجة لهم فيه اصلاً لانه ليس فيه انه اجتزأ بترك الركعة وانه لم يقضها فسطع تعلقهم (المحلى ص ۲۲۲ ج ۳)

(توضیح الکلام ص ۳۳۲ ج ۲)

یعنی حضرت ابو بکرؓ کی حدیث میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ اس میں نہیں کہ انہوں نے اس رکعت پر اعتقا کیا تھا اور نہ یہ ہے کہ انہوں نے دو رکعت نہیں پڑھی تھی لہذا اس سے انکا استدلال ساقط ہے۔

الجواب: حافظ ابن حزمؒ حضرت ابو بکرؓ کی یہی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قال علي فقد ثبت ان الركوع دون الصف ثم دخول الصف كذلك لا يجعل فان قيل فهلا امره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالا عادة كما امر الذي اساء الصلوة والذي صلى خلف الصف وحده قلنا نعم علي يتيقن نقطع به ان الركوع دون الصف انما حرم حين نهى النبي صلى الله عليه وسلم فاذا اذالك كذلك لا اعادة علي من فعل ذالك قبل النهي ولو كان ذالك معمرماً لما اغفل عليه السلام امره بالا عادة كما فعل مع غيره (محلى ص ۵۸ ج ۲)

علی (ابن حزم) نے کہا پس ثابت ہوا رکوع صف سے ہٹ کر پھر دخول صف میں اس طرح حلال نہیں پس اگر کہا جائے حضور علیہ السلام نے اس کو رکعت کے اعادہ کا حکم نہیں فرمایا جیسا کہ حکم فرمایا نماز خراب کرنے والے کو اور جس نے صف میں اکیلے نماز پڑھی تھی اعادہ کا حکم فرمایا تھا تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ رکوع دون الصف حرام ہوا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی فرمانے کے بعد پس جب بات یوں ہی ہے تو اس پر اعادہ رکعت کا نہیں اور اگر منع فرمانے سے پہلے رکوع دون الصف حرام ہوتا تو پھر اعادہ رکعت سے غافل نہ رہے۔ جیسا کہ دوسروں کیساتھ کیا۔

لیجئے جناب ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس رکعت کا اعادہ نہیں کیا۔ اس سے مزید تسلی کیا ہو سکتی ہے۔

سینہ زوری نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ عون بن

مویٰ دراصل سفین بن مویٰ ہے (لسان ص ۳۸۸ ج ۴) اور دو صدوق ہے (تقریب ص ۱۹۸) توضیح الکلام ص ۱۰۳ ج ۲) الجواب امام بیہقیؒ نے جس طرح عون بن مویٰ نقل کیا ہے اس طرح فرماتے ہیں واراہ سعید بن منصور عن عون (بیہقی ص ۱۵۵ ج ۲) اس طرح امام سعید بن منصور نے بھی عون سے روایت کی ہے اب سینہ زوری سے عون کو سفین بن مویٰ بنانا اور پھر اس کی توثیق نقل کرنا ارشاد الحق صاحب اثری کا کارنامہ ہے جبکہ سفین بن مویٰ جس کو غلطی سے محمد بن الحسن

الحلی نے عون بن موسیٰ بنایا ہے وہ اور ہے۔ لسان المیزان ص ۳۸۸ ج ۳ ص ۳۸۹ و تھذیب ص ۱۲۲ ج ۴ و میزان ص ۲۱۷ ج ۲ اس کا شاگرد بھی ص ۱۵۵ ج ۲ میں عقان ہے اور سعید بن منصور ہے اور استاذ معاویہ بن قزو ہے۔ جبکہ سفین بن موسیٰ کے شاگرد اور اساتذہ میں سے ان کا ذکر نہیں ہے (دیکھئے تھذیب ص ۱۲۲ ج ۴)۔

سینہ زوری نمبر 3:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری فرماتے ہیں "مزید برآں حضرت عبادہ کی حدیث خبر احاد کے اقسام سے نہیں بلکہ امام بخاری نے اسے متواتر کہا ہے۔ ان کے الفاظ میں متواتر الحکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ الا بقراءۃ ام القرآن (جزء القراءۃ ص ۴)۔۔۔ جب یہ روایت متواتر ہے تو اب اس کے محکم ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا۔ (توضیح الکلام ص ۲۳۰ ج ۲) الجواب یہ حدیث عبادہ کی خبر واحد ہے صرف حضرت عبادہ راوی ہیں اور ان سے صرف محمود بن ربیع راوی ہیں اور ان سے صرف امام زہری راوی ہیں (بخاری ص ۱۰۴ ج ۱) یہ متواتر کیسے ہو گئی ہے۔ نہ متواتر کی اس پر تعریف صادق آتی ہے۔ نہ یہ متواتر ہے سینہ زوری کا کوئی علاج نہیں امام بخاری نے اپنی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا۔

۴

سینہ زوری نمبر 4:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ احسن الکلام ص ۲۰۷، ص ۲۰۸ میں برحان العجائب لکھا ہے۔ جو غلط ہے۔ (توضیح الکلام ص ۳۰۶ ج ۲ حاشیہ) الجواب جناب نے بھی نام درست نہیں لکھا۔ چنانچہ توضیح الکلام ص ۴۷ میں برہان العجائب لکھا ہے اور توضیح الکلام ص ۳۰۶ ج ۲ میں بھی برہان العجائب لکھا ہوا ہے اور توضیح الکلام ص ۲۶۷ ج ۲ میں البرہان العجائب ص ۱۱۳ لکھا ہوا ہے۔ جبکہ صحیح نام البرہان العجائب ہے۔

(1) ابن عیینہ کا قول :

امام سفین بن عیینہ فرماتے ہیں میں ابن اخطی کے پاس ستر سے زائد سال رہا ہوں اہل مدینہ میں سے کسی نے انہیں معتم قرار نہیں دیا اور نہ ہی ان کے متعلق کوئی برا جملہ کہا ہے (تحدیب ص ۴۰ ج ۹) (توضیح الکلام ص ۲۶ ج ۱) الجواب : ابن عیینہ کی ولادت ۱۰۷ھ (تحدیب ص ۱۱۹ ج ۳) وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی (تحدیب ص ۱۲۲ ج ۴) ابن اخطی کی وفات ۱۵۱ھ تو ۱۰۷ھ میں پیدا ہونے والا ۱۵۱ھ میں وفات پانے والے کیساتھ ستر سال سے زائد کیسے رہ سکتا ہے۔ فاختبر وایا اولی الابصار۔ تحدیب میں روایت خطیب بغدادی ص ۲۲۱ ج ۱ کی پیش کی گئی ہے۔ مگر کامل ابن عدی کی روایت میں ہے جاست ابن اخطی منذ بضع و سبعین سنہ فمات محمد احد من اهل المدینہ ولا یقول فیہ الا نعم اتهموہ بالقدر (اکامل لابن عدی ص ۲۱۱ ج ۶) سفین بن عیینہ فرماتے ہیں۔ میں ابن اخطی کیساتھ ستر سال سے زائد بیٹھا رہا پس کوئی قصد نہیں کرتا تھا۔ اہل مدینہ میں سے اور نہ اس میں کچھ کہتا تھا۔ مگر انہوں نے تقدیر کے انکار پر معتم قرار دیا ہے۔ بہر حال ستر سال سے زائد ابن اخطی کے ساتھ بیٹھنا خالص جھوٹ ہے۔ سفین کہتے ہیں میں نے ابن اخطی کو مسجد الخیف میں دیکھا مجھے شرم آ رہی تھی کہ مجھے کوئی بیٹھا ہوا ابن اخطی کے پاس دیکھ لے کیونکہ محدثین کرام نے تقدیر کے انکار کیساتھ معتم کیا ہوا ہے (سیر ص ۵۱ ج ۷)

(2) امام ابو زرعہ تو فرماتے ہیں کہ امام مالک ابن اخطی کو پہچانتے ہی نہیں (توضیح الکلام ص ۲۶ ج ۱) الجواب یہ اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے :

(3) امام ابو زرعہ الدمشقی کا قول گزر چکا ہے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابن اخطی صدوق ہے (توضیح الکلام ص ۲۷ ج ۱) امام ابو زرعہ کا یہ قول کہیں نہیں گزرا کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ ابن اخطی صدوق ہے یہ محض جھوٹ ہے بلکہ ابو زرعہ الدمشقی فرماتے ہیں :

ابن اخیق وہ آدمی ہیں جن سے روایت لینے میں
بڑے بڑے اہل علم متفق ہیں اہل حدیث نے ان کا
پتہ لگایا تو اسے صدوق پایا۔

وابن اسحق رجل قد اجمع الکبراء
من اهل العلم على الاخذ عنه و
قد اختبره اهل الحديث فروا صدوقاً
(تہذیب ص ۴۲ ج ۱)

(توضیح الکلام ص ۲۲۵ ج ۱) بڑے بڑے متفق ہیں نہ کہ تمام محدثین کرام متفق ہیں۔ پھر یہ
حوالہ تاریخ بغداد ص ۲۲۳ ج ۱ کا ہے جس کی سند میں محمد بن عثمان القاضي التوتی ۴۰۶ھ کذاب
ہے (تاریخ بغداد ص ۵۱ ج ۳ تا ۵۲) پھر دوسری سند میں خطیب بغدادی کا استاذ ابو محمد
عبدالرحمن بن عثمان بن القاسم دمشقی نے اپنا خط خطیب بغدادی کو بھیجا تھا خطیب کا اپنے استاذ
سے سماع ہے۔ یا نہیں پھر اس کے استاذ کا ابوالمہمون البجلی سے سماع ہے۔ یا نہیں اس کے
حالات نامعلوم ہیں فلہذا سند کے لحاظ سے یہ روایت مخدوش ہے۔

4) امام ابو زرعه الرازیؒ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ قال ابو زرعه ابن اخیق ليس يمكن ان
يقضي له سوال یہ ہے کہ "وہ تو محض صحیح ہے" کن الفاظ کا ترجمہ ہے اور جب وہ محض صحیح ہے تو
اس کے متعلق فیملہ مشکل "کیوں نمبر ۱ جبکہ فیملہ تو ہو چکا کہ وہ محض صحیح ہے پھر ان کا یہ قول
حدیث قلین کے متعلق ہے وہ بلاشبہ اسے مضطرب قرار دیتے ہیں (توضیح الکلام ص ۲۳۲ ج ۱)
الجواب: امام ابو زرعه رازیؒ نے ابن اخیق کی روایت قلین کو جس طرح مضطرب فرمایا ہے۔ اس
طرح احمد بن محمد بن سلیمان فرماتے ہیں:

اور میں نے ابو زرعه سے سنا کہ جب ابن اخیق کسی
حدیث کیساتھ آیا ہو تو حجت نہیں پھر امام ابو زرعهؒ
نے ابن اخیق کی حدیث قراءۃ خلف الام والی
روایت کی ہے۔

وسمعت ابا زرعه يقول اذا انقرد
ابن اسحق بالحديث لا يكون
حجة ثم روى له حديث القراءة
خلف الامام (سير اعلام النبلاء
ص ۸۰ ج ۱۳)

یعنی قراءۃ خلف الامام والی روایت میں بھی اکیلا ہے اس لئے حجت نہیں ہے (فلمۃ الحمد) ابن
 اتحقق کی اسی حدیث کے تحت محشی علامہ شعیب الارنؤوط غیر مقلد اور علامہ ابو زید لکھتے ہیں۔ وھذا
 سند رجالہ ثقات وقد صرح ابن اتحقق فی بعض الروایات بالتحدیث فانفتحت شھتہ تالیسہ الا ان کھولاً
 مدلس وقد عنعن وهو مضطرب الاسناد فالسند ضعیف (حاشیہ سیر اعلام النبلا ص ۸۱ ج ۱۳) اور سند
 کے راوی ثقہ ہیں اور ابن اتحقق نے بعض روایات میں تحدیث کی ہے تالیس کا شبہ ختم ہو گیا مگر
 کھول مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کی ہے اور پھر سند میں بھی اضطراب ہے۔ پس سند ضعیف
 ہے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں

لم یختلف فی الروایۃ عنه الثقات
 والائسۃ (تہذیب ص ۲۵ ج ۹ میزان ص
 ۲۴۴ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۲۲۶ ج ۱)

اور الکامل لابن عدی (۲۱۳۵ ج ۶) میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

ولم یختلف عنه فی الروایۃ عنه
 الثقات والائسۃ (توضیح الکلام ص
 ۲۴۵ ج ۱)

الجواب: امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں لم یختلف فی الروایۃ عنه الثقات والائسۃ (الکامل لابن عدی
 ص ۲۱۳۵ ج ۶) کہ ابن اتحقق سے روایت کرنے میں ثقہ اور ائمہ پیچھے نہیں رہے۔ نیز دیکھئے
 کتاب القراءۃ ص ۴۰ طبع وحلی و سیر اعلام النبلا ص ۴۸ ج ۱۷ اثری صاحب نے تحدیب ص ۴۵
 ج ۹ کا حوالہ جھوٹا دیا ہے۔ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور الکامل کا حوالہ بھی غلط
 دیا ہے۔

(6) امام مالکؒ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور ابن معینؒ بھی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ
 کا کلام حدیث کے بارے میں نہیں ہے (بغدادی ص ۲۲۳ ج ۲) توضیح الکلام ص ۲۵ ج ۱

الجواب ایک من گھڑت سند سے امام مالکؒ نے هشام بن عروہ کو کذاب کہا ہے تو ابن معینؒ هشام بن عروہ کا جواب دے رہے ہیں۔ اس کا محمد بن اسحاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دروغ گور حافظہ نباشد۔ پھر بغدادی کی جلد دوم نہیں بلکہ اول ہے۔

پھر مولانا موصوف لکھتے ہیں امام مالکؒ نے انہیں کذاب کہا ہے جوائمہ جرح و تعدیل میں ہیں لیکن امام جرح و تعدیل۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں عسیٰ ارادنی الکلام فامانی الحمد یث فھو مٹتہ۔ غالباً انہوں نے کلام میں غلطی کی بنا پر کذاب کہا مگر حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۳۹ ج ۱ تا ص ۲۴۰) الجواب امام مالکؒ کی یہ جرح هشام بن عروہ کے بارے ہے اور یحییٰ بن معین کا دفاع بھی هشام بن عروہ سے ہے۔ ع۔ دروغ گور حافظہ نباشد۔

(7) امام ذھبیؒ لکھتے ہیں ولكن هذه الخرافة من صنعة سليمان وهو الشاذ كوني لاصح الله بخير فانه مع تقدمه في الحفظ متعمم عندهم بالكذب (سير اعلام النبلاء ص ۴۹ ج ۷) لیکن یہ خرافہ سلیمان شاذ کوئی کی کاری گری ہے اللہ تعالیٰ اس کی صبح بخیر نہ کرے کیونکہ یہ تقدم حفظ کے باوجود محدثین کرامؒ کے ہاں متعمم بالکذب ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ حافظہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد شاذ کوئی ہے اور وہ متعمم بالکذب ہے لیکن یہ صحیح نہیں جبکہ تاریخ بغداد ص ۲۲۲ ج ۱ اور میزان میں سلیمان ابو داؤد الطیالسی کی صراحت موجود ہے اور الشاذ کوئی کی کنیت ابو داؤد نہیں بلکہ ابو ایوب ہے (میزان ص ۲۲۰ ج ۲) البتہ ابو قلابہ گو صدوق ہے مگر بغداد میں سکونت کے بعد حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور اس کی احادیث میں خطا بھی پائی جاتی ہے (تقریب ص ۳۳۴) واللہ اعلم (توضیح الکلام ص ۲۳۴ ج ۱) الجواب محدثین کرامؒ کی جرح کے جواب میں متاخرین نے ابن اسحاق کو بچانے کے لئے کئی حیلے اور بہانے بنائے مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اس حکایت کے علاوہ ان حضرات سے جرح ابن اسحاق کے متعلق منقول ہے۔ مثلاً حدیثا وہیب سمعت هشام بن عروہ یقول ابن اسحاق کذاب (سير اعلام النبلاء ص ۴۸ ج ۷) هشام بن عروہ نے فرمایا کہ ابن اسحاق کذاب ہے۔

(2) کان۔ یحییٰ بن سعید الانصاری و مالک۔ یحییٰ بن محمد بن الخثعم (سیر اعلام النبلاء ص ۳۹ ج ۷)

(کہ یحییٰ بن سعید الانصاری اور امام مالک محمد بن الخثعم پر جرح کرتے ہیں۔

یحییٰ بن سعید القطان نے عید اللہ کو کہا کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ وہب بن جریر کے پاس جاتا ہوں سیرۃ کہنے کیلئے فرمایا کہ بہت جھوٹ کہتے گا۔ میں دھمکی کہتا ہوں وہب روایت کرتا تھا اپنے باپ سے ابن الخثعم سے اور اشارہ کیا۔ یحییٰ القطان نے جو سیرۃ محمد ابن الخثعم میں جو ابی شعر ہے اور بعض آثار مقطوعہ اور اوپر سے ہیں۔ اگر ان کو حذف کیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔

الغلاس سمعت یحییٰ بن سعید يقول لعبيد الله الى اين تذهب قال انذهب الى وهب بن جرير اكتب السيرة قال يكتب كذبا كثيرا قلت كان وهب يرويها عن ابيه عن ابن اسحق و اشار يحمي القطان الى ما في السيرة من الواهي من الشعر و من بعض الآثار المتقطعة المنكرة فلو حذف منها ذالك لحسن (سیر اعلام النبلاء ص ۵۲ ج ۷)

(۸) علی بن مدینی خود علی بن مدینی فرماتے ہیں:

میں نے ابن الخثعم کی کتاب دیکھی تو میں نے صرف دو حدیثیں قابلِ گرفت پائیں اور ممکن ہے کہ وہ بھی صحیح ہوں۔

نظرت فی کتاب ابن اسحق فما وجدت علیه الا حدیثین و یسکن ان یکونا صحیحین (بغدادی ص ۲۳۱ ج ۱ جزء القراءة ص ۱۸ وغیره) (توضیح الکلام ص ۲۳۱ ج ۱)

امام بیہقی نے کتاب القراءة ص ۳۹ تا ۴۰ میں ان دونوں حدیثوں کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ دو حدیثیں بھی صحیح ہیں (توضیح الکلام ص ۲۷۰ ج ۱) الجواب: وہ دو حدیثیں یہ ہیں عبد الرحمن بن محمد البخاری عن یحییٰ بن سعید الانصاری عن تافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نعت احدکم فی الصلوة فی المسجد یوم الجمعة فلیقول من مجلس الی غیرہ واما الحدیث الثانی فلانہ مشہور بعروۃ عن بصرۃ فرواہ محمد بن الخثعم عن عروۃ عن زید بن خالد الجعفی وقد رواہ الخثعم بن ابراہیم الخطمی فی مسندہ عن محمد بن کبر البرسانی عن ابن جریج عن الزہری عن عبد اللہ بن ابی بکر عن بسرۃ بنت صفوان و عن زید بن خالد و الجعفی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مس احدکم ذکرۃ فلیتوضأ و رواہ احمد بن حنبل عن البرسانی حکذا أخرج ابن الخثعم من عہدۃ الحدیثین کما قال البخاری عن علی

بن المدینی ویکمن ان کیونتا صحیحین (کتاب القراءة ص ۴۰) طبع دہلی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو اونگھ آ جائے مسجد میں جمعہ کے دن تو مجلس تبدیل کرے اور دوسری حدیث مشہور ہے عروہ عن بسرؓ کے ساتھ پس محمد بن اسحق نے عن عروہ عن زید بن خالد الجعفی سے روایت کی ہے اور اسحق بن راہویہ نے اپنے مسند میں البرسانی عن ابن جریج عن الزہری عن عبد اللہ بن ابی بکر عن بسرؓ عروہ عن زید بن خالد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک ہاتھ لگائے اپنے ذکر کو تو وضو کرے اور امام احمد بن حنبل نے البرسانی سے اس طرح روایت کیا ہے۔ پس ابن اسحق دونوں حدیثوں کے عہدہ سے آزاد ہو گیا۔ جیسا کہ امام بخاری نے علی بن المدینی سے روایت کیا ہے اور ممکن ہے کہ دونوں حدیثیں صحیح ہوں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے جو یہ فرمایا کہ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ دو حدیثیں بھی صحیح ہیں "یہ خالص جھوٹ ہے۔ باقی علی بن مدینی کا یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ دو حدیثیں بھی صحیح ہوں۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محمود بن اسحق الخزاعی کی سند سے ہے جو قابل اعتماد نہیں ہے۔ امام حاکم کی معرفت علوم الحدیث ص ۷۰ میں ہے

قال علی بن المدینی حدثنا یعلی بن عیینہ عن محمد بن اسحق عن ابن ابی نعیم عن مجاهد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن علی بن محمد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوانت قربانی کے بھیجے جس میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا۔ ابن المدینی فرماتے ہیں میں خیال کرتا تھا کہ یہ صحیح حدیث ابن اسحق کی ہے پس اچانک معلوم ہوا کہ ابن اسحق نے تدلیس سے کام لیا ہے۔

قال علی بن المدینی حدثنا یعلی بن عیینہ عن محمد بن اسحق عن ابن ابی نعیم عن مجاهد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن علی بن محمد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہدی ماتہ بذنتہ فیہا جمل لا بسی جہل قال ابن المدینی فکنت اری ان هذا من صحیح حدیث ابن اسحق فاذا هو تدلیس

یہ دو حدیثیں صحیح نہیں ہیں پہلی کی سند میں عبد الرحمن بن محمد المحارب تدلیس ہے مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں وہ اگرچہ ثقہ ہے اور صدوق ہے مگر تدلیس ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں لا باس بہ

وکان یس قالہ احمد (تقریب ص ۳۱۹) امام عجلّی نے بھی مدلس کہا ہے (تحدیب ص ۲۶۶ ج ۶) حافظ ابن حجر طبقات المدلسین کے طبقہ ثالثہ میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وصف العقلی بالمدلس۔ کہ عقلی نے اس کو مدلس قرار دیا ہے بلکہ مقدمہ فتح الباری ص ۴۱۹ میں بھی اس کا مدلس ہونا نقل کیا ہے اور ص ۴۶۲ میں لکھتے ہیں۔ تکلم فی المدلس کہ مدلس کی بناء پر ان پر کلام کیا گیا ہے۔ لہذا جب الحارثی مدلس ہیں اور روایت معصن ہے تو یہ روایت کیونکر قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۴۸ ج ۲) محمد بن اسحاق کی دوسری حدیث عروہ عن زید بن خالد الجعفی جو کہ مشہور ہے عروہ عن بسرۃ سے مگر ابن اسحاق نے بسرہ کے بجائے زید بن خالد کا نام غلط لیا ہے۔ چنانچہ غلامہ ذہبی میزان الاعتدال ص ۴۷۳ ج ۳ میں فرماتے ہیں هذا غلط وصوابہ عن بسرۃ بدل زید۔ یہ غلط ہے صواب یہ ہے کہ بسرہ سے ہے زید سے نہیں۔ سند احمد اور مسند اسحاق بن راہویہ میں ابن جریج عن الزہری عن عبد اللہ بن ابی بکر عن بسرۃ عن زید بن خالد مروی ہے اس میں کئی خرابیاں ہیں۔ (۱) ابن جریج مدلس۔ (۲) زہری مدلس (۳) عبد اللہ بن ابی بکر التوفی ۱۳۵ھ یا ۱۳۰ھ کا سماع حضرت بسرۃ یا حضرت زید بن خالد سے نہیں ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں ایک سند ابن جریج عن ابن ابی ملیکہ عن ام سلمہ ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں اسنادہ صحیح (سنن ص ۱۱۸ ج ۱) حالانکہ اس میں بھی ابن جریج مدلس ہے۔ پھر ہذا اسناد صحیح اور حدیث صحیح میں فرق بین ہے۔ جیسا کہ پہلے بارحا گذر چکا ہے (توضیح الکلام ص ۵۶۵ ج ۲)۔ ابن اسحاق کی ایک اور حدیث بھی غلط ہے۔ تشہد میں بسم اللہ کا اضافہ کرنا بھی ابن اسحاق کی غلطی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی لکھتے ہیں۔

ابن اسحاق نے زہری و عطاء بن عبد الرحمن عن حمزہ سے روایت کیا ہے اور اس میں بسم اللہ کا ذکر کیا ہے اور روایت کو آٹھے پیچھے بھی کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کو رد کر دیا جائیگا۔

راواه محمد بن اسحاق بن یسار عن الزہری و هشام بن عروہ عن عبدالرحمن بن عبدالقاری عن عمر و ذکر فیہ التسمیۃ و زاد و قدم و اخر و ذالک یرد انشاء اللہ تعالیٰ (سنن بیہقی ص ۱۴۲ ج ۲)

امام بیہقی لکھتے ہیں:

والرواية الموصولة المشهورة
عن الرهوى عن عروة عن
عبدالرحمن القاري عن عمر
ليس فيها ذكر التسمية و
كذلك الرواية الصحيحة عن
عبدالرحمن بن القاسم ويحيى بن
سعيد عن القاسم عن عائشة
ليس فيها ذكر التسمية الا ما
تفرد محمد بن اسحق بن يسار
(السنن الكبرى ص ۱۲۳ ج ۲)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

ورواه البيهقي من وجه آخر وفيه
التسمية وفيه ابن اسحق وقد
صرح بالتحديث لكن ضعفها
البيهقي لمخالفته من هوا حفظ منه
(التلخيص الحبير ص ۲۶۷ ج ۱)

کہ اور روایت مشہورہ جو کہ متصل ہے زہری عن
عروہ عن عبدالرحمن عن عمر اس میں بسم اللہ کا ذکر
نہیں ہے اور اس طرح روایت صحیح عبدالرحمن بن
القاسم و یحییٰ بن سعید عن قاسم عن عائشہ سے اس
میں بھی بسم اللہ کا ذکر نہیں محمد بن اسحق جس کے
ساتھ منقول ہوا ہے۔

اور روایت کیا ہے بیہقی نے دوسری سند سے جس میں بسم
اللہ ہے اور اس میں ابن اسحق بھی ہے اور محمد بن یحییٰ
صراحت کی ہے لیکن امام بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا
ہے۔ اختلاف کی مخالفت کرتے کی وجہ سے۔

ابن اسحق کی ایک اور روایت حدیثی کے ساتھ مروی ہے لیکن ابن حجر فرماتے ہیں وفی سندھا ابن
اسحق وفیہ مقال (بلوغ المرام ص ۸۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور) ان دونوں حدیثوں کی سند میں ابن
اسحق ہے اور اس میں جرح ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "البتہ راوی اگر بکثرت
مناکیر روایت کرے تو موجب قدح ہے ورنہ نہیں۔۔۔۔ اور ابن اسحق کو کثیر الغلط والخطا یا لہ
مناکیر کثیرۃ کسی نے بھی نہیں کہا (توضیح الکلام ص ۲۶۱ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے
ہیں "علامہ ذہبی لکھتے ہیں میری بزدیک اس (ابن اسحق) کا صرف یہ گناہ ہے کہ سیرت میں منکر
اشیاء اور غلط اشعار کو بھردیا ہے (میزان ص ۳۶۹ ج ۳) توضیح الکلام ص ۲۶۳ ج ۱) مولانا
ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلکہ خود خطیب لکھا ہے کہ تدلیس کے علاوہ چونکہ وہ قدر یہ تشیع کی
طرف بھی منسوب تھے اس بناء پر اہل علم نے ان پر کلام کیا ہے مگر اس کا صادق ہونا مرفوع نہیں

ہے (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱) توضیح الکلام ص ۲۵۸ ج ۱۔ علامہ ذہبی بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے علماء ابن اثحق کی حدیث سے بوجہ استدلال سے اجتناب کیا ہے ان میں ایک اس کا شیعہ ہونا۔ قدر یہ کہ طرف منسوب ہونا اور مدلس ہونا ہے۔ مگر صداقت اس سے مدفوع نہیں ہوتی (السیر ص ۳۹ ج ۳ توضیح الکلام ص ۲۶۴ ج ۱) نوٹ۔ ارشاد الحق صاحب اثری نے السیر کی جلد ۳ لکھی ہے حالانکہ جلد ۷ ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کہ ابن اثحق مغازی اور سیرۃ نبویہ کا امام ہے باوجودیکہ بعض چیزوں میں شاذ روایت بھی لے آتا ہے۔ اور طلال و حرام میں حجت نہیں ہے بالکل کمزور بھی نہیں بلکہ اس کی روایت شواہد میں پیش ہو سکتی ہے۔

والذی تقرر علیہ العمل ان ابن اسحق الیہ المرجع فی المغازی و الایام النبویۃ مع انه یسذ بأشیاء و انه ، لیس بحجة فی الحلال و الحرام نعم ولا بالوامی بل یمتشد بہ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۴۳ ج ۱)

علامہ ذہبی ترجمہ هشام بن سعد میں فرماتے ہیں:

پس جمہور کے ہاں ابن اثحق اور حجاج بن ارطاة کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے۔

فالجمہور علی انه لا یحتج بہما (میزان ص ۲۶۶ ج ۴)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

کہ اجتہاد شعبہ کا مردود ہے جس کی طرف التفات نہ کیا جائے بلکہ خالد الخداع و هشام بن سعد سے صحیحین میں حجت پکڑی گئی ہے اور یہ دونوں حجاج بن ارطاة اور ابن اثحق سے بہت اشد ہیں بلکہ حجاج اور ابن اثحق تو ماشاء اللہ ظاہر میں لیکن متروک نہیں ہیں۔

هذا الاجتہاد من شعبۃ مردود و لا یلتفت الیہ بل خالد و هشام محتج بہما فی الصحیحین ہما اوثق بکثیر من حجاج و ابن اسحق بل ہذین ظاہر ولم یتروکا (سیر اعلام النبلاء ص ۱۹۱ ج ۶)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کہ ابن اثحق جس روایت میں اکیلا ہوا اس سے حجت نہ پکڑی جائے چنانچہ جب اپنے سے اثبت کی مخالفت کرتے (پھر تو طریق اولی حجت نہ پکڑی جائے)

وابن اسحق لا یحتج بما یتردد بہ من الاحکام فضلا عما اذا خالفہ من ہو اثبت منہ واللہ اعلم (الدراہہ ص ۱۹ ج ۱)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

کہ اس روایت کی سند میں ابن اثقل ہے وہ مخازی
میں حجت سے نہ کہ احکام میں جب مخالفت کرے۔

وفی اسنادھا ابن اسحق وهو حجة
فی المخازی لا فی الاحکام اذا
خالف (فتح الباری ص ۱۷ ج ۲)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

کہ ابن اثقل حسن الحدیث ہے مگر اس سے حجت نہ
پڑی جائے جب اس کی مخالفت کی جائے۔

وابن اسحق حسن الحدیث الا انه لا
يحتج به اذا خولف (فتح الباری
ص ۳۲ ج ۲)

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں قدری معتزلی (میزان الاعتدال ص ۳۶۹ ج ۳) کہ ابن اثقل تقدیر کا
بھی مکر ہے اور معتزلی مسلک رکھنے والا بھی ہے۔

امام اوزاعیؒ بر اقوال کرنے والے تھے اور ابن
اثقل کے متعلق۔

امام اوزاعیؒ کان الاوزاعی
سین القول فی ثور و ابن اسحق
الخ میزان الاعتدال ص ۳۷۳ ج ۱

سليمن تيمیؒ : معتز فرماتے ہیں:

قال لی ابی لا ترو عن ابن اسحق فانه ، كذاب (اکامل لابن عدی ص ۲۱۱۶ ج ۶)
مجھے میرے باپ سلیمان تمی نے کہا کہ ابن اثقل سے روایت نہ کر کیونکہ یہ کذاب ہے
امام اعظمؒ فرماتے ہیں کذاب ابن اثقل اکمل لابن عدی ص ۲۱۱۷ ج ۶) کہ ابن اثقل
نے جھوٹ بولا ہے۔

امام -حی القطانؒ فرماتے ہیں ماترکت حدیث محمد بن اثقل الا للہ اکامل لابن عدی (ص ۲۱۱۶ ج ۲)
میں نے محمد بن اثقل کی حدیث کو نہیں چھوڑا مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے امام مالکؒ فرماتے
ہیں۔ دجال من الدجالہ (اکامل لابن عدی ص ۲۱۱۶ ج ۶) کہ ابن اثقل دجال ہے دجالوں میں
سے (اور فرمایا کذاب ہے اکامل ایضاً)۔

امام حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں لولا الاضرار مارویت عن ابن اثقل شیاً (اکامل ایضاً) اُتر
مجبوری نہ ہوتی تو میں ابن اثقل سے کچھ بھی روایت نہ کرتا۔

(نوٹ): امام مالکؒ کا رجوعِ نقل کرتے ہیں ابنِ اخیق کے بارے میں یہ بالکل غلط

ہے۔ بلکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں نحن نفينا من المدينة (سیر اعلام النبلاء ص ۵۱ ج ۷) ہم نے مدینہ منورہ سے ابنِ اخیق کو جلا وطن کیا ہے۔ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں وکان خرج من المدينة قديماً فاتی الكوفة والجزيرة والري وبغداد فاقام بها حتى مات بها سنة (۵۱) (تھذيب ص ۴۴ ج ۹) مدینہ منورہ سے قديمًا نکلا ہے۔ پس کوفہ اور الجزیرہ اور تہران و بغداد آیا اور یہاں اقامت اختیار کر لی اور یہاں ۵۱ھ میں فوت ہوا ہے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں۔ ليس بالقوي (قوی نہیں ہے) امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں لا یصح بہ (میزان ص ۳۶۹ ج ۳) ابنِ اخیق سے حجت نہ پکڑی جائے۔ (نوٹ) مولانا حافظ محمد گوندلویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں دارقطنی نے اس (ابنِ اخیق) کو ثقہ کہا ہے (میزان ص ۲۱ ج ۳) خیر الکلام ص ۲۱۳) یہ خالص جھوٹ ہے۔

محدث فریابیؒ:

شیخ ابنِ عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں محدث فریابیؒ کی مجلس میں حاضر ہوا اور ان سے محمد بنِ اخیق کی ایک حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ ان پر انکار کرتے تھے جب بار بار پوچھا تو فرمایا محمد بنِ اخیق تو زندیق (یعنی بے دین) ہے۔

قال الشيخ وحضرت مجلس
الفریابی وقد سئل عن حدیث
لمحمد بن اسحق وکان یابی
عليهم فلما كرروا عليه قال محمد
بن اسحق نذكر كلمة شنيعة فقال
زنديق (الكامل لابن عدی ص
۲۱۱ ج ۱)

محدث امام ابنِ ابی عدیؒ فرماتے ہیں یلعب بالديوك (میزان ص ۴۷۱ ج ۳) کہ ابنِ اخیق مرغوں کیساتھ کھیلتا تھا۔

ابنِ ابی خثیمہؒ نے کہا کہ مجھے محدث ابنِ المنذرؒ نے بتایا کہ ابنِ عیینہؒ نے مجھ سے پوچھا کہ میرے ساتھی ابنِ اخیق کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں تو میں نے کہا وہ کذاب کہتے ہیں۔ تو فرمایا کہ کذاب نہ کہہ۔

اصحاب ابنِ عیینہؒ وقال ابن ابی
خيثمة نا ابن المنذر عن ابن عيينه انه
قال ما يقول اصحابي في محمد ابن
اسحق قلت يقولون انه كذاب فقال لا
تقل ذلك (امام الکلام ص ۲۱۴)

امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

کہ محدثین کرام کے ہاں محمد بن اہلق پسندیدہ نہیں ہے۔

انہم غیر مرتضین محمد بن اسحاق
(تہذیب الآثار طبری القسم ثانی (۲)
مسند عمر بن الخطاب ص ۱۴۶)

امام نووی کی جرح۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ان میں ایک ابن اہلق بھی ہے۔ (بحوالہ مقدمہ شرح مسلم جواب بلاشبہ ابن اہلق الصحیح کی شرط کے مطابق نہیں (توضیح الکلام ص ۲۴۸ ج ۱)۔

امام ابو حاتم کی جرح ان کے مکمل الفاظ یوں ہیں:

کہ حدیث میں وہ قوی نہیں ضعیف الحدیث ہے اور وہ
مجھاج بن سعید سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کی حدیث
لکھی جائے گی۔

پس عندی فی الحدیث بالقوی
ضعیف الحدیث وهو احب الی من
افلح بن سعید یکتب حنیثہ (الجرح
والتعلیل ص ۱۹۴ ج ۲ توضیح
الکلام ص ۲۴۸ ج ۱)

غلام ابن جوزی کا کلام: امام ابن جوزی موضوعات میں لکھتے ہیں امام محمد مجروح شہد بکذ۔
مالک الخ۔ بحوالہ نصب الراية جواب بلاشبہ حافظ ابن جوزی نے کتاب الضعفاء کتاب
الموضوعات اور العلل المتناہیہ میں ابن اہلق پر جرح نقل کی ہے (توضیح الکلام ص ۲۵۸ ج ۱)۔
محدث عباس العنبرئی کی جرح۔ وحیب بن خالد کہتے ہیں:

کہ میں نے امام مالک سے محمد بن اہلق کے بارے پوچھا فقال اھمہ قال عباس بیدہ انی اھمہ
(الضعفاء اکبیر للتعلیل ص ۲۳ ج ۳) تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو متھم قرار دیتا ہوں۔ عباس
العنبرئی نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ میں بھی متھم قرار دیتا ہوں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں
کہ وہ سخت مدلیس والا ہے تو میں نے کہا جب مدلیس
اخبرنی کہتا ہے تو اشد ہے تو امام احمد نے فرمایا کہ وہ حدیث
واخبرنی کہنے کے باوجود راویوں کی مخالفت کرتا ہے
هو کثیر التعلیل جداً قلت له فاذنا
قال حدثنی واخبرنی فهو ثمة قال هو
يقول اخبرنی فیخالف (الضعفاء
الکبیر للتعلیل ص ۲۸ ج ۲)

رایت محمد بن اسحق علیہ ازار
رقیق متخلق و خصیة مد لاة
(الضعفاء الکبیر للمقیلی ص ۲۸ ج ۲)

مولانا محمد حسن صاحب فیض پوری محمد رب الاسلام فی جواب تبصرة الامام ص ۴۲ میں لکھتے ہیں :

قال ابن عبد البر فی التمهید
امام محمد بن اسحق وزیادته علی
الزهری فانها غیر مقبولة لانه مالا
یحتج به جملة عند جماعة اهل
العلم بالحديث منهم احمد بن حنبل
ویحیی بن معین و یحیی بن سعید
القطان و کان علی بن المدینی و
شعبة و ابن عیینة یحتجون بحديثه
جملة و امام هذا الحديث فقد خولف
فیه محمد بن اسحق فرواه الا و زاعی
عن مکحول عن رجاء بن حیوة عن
عبد الله بن عمرو قال صلینا مع
رسول الله صلی الله علیه وسلم
الحديث ورواه زید بن واقد عن
مکحول عن نافع بن محمود عن
عبادة و نافع هذا مجهول و مثل هذا
الاضطراب لا یتثبت به عند اهل
العلم بالحديث شی و لیس فی هذا
الباب ما لا مطعن فیه من جهة
الاسناد غیر حديث الزهری عن
محمود بن الربیع عن عبادة و هو
محتمل للتأویل انتهی کلام ابن
عبد البر۔

کہ میں نے محمد بن اسحق کو دیکھا اس پر بار یک تبند تھا
خلوق سے رنگا ہوا اور خصیہ (ارکا) لٹکا ہوا تھا۔

کہ ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ اسے پر محمد
بن اسحق اور اس کی زیادہ زہری پر غیر مقبول ہے
کیونکہ ایک جماعت محدثین کرام کے ہاں حجت
نہیں ہے جن میں امام احمد و یحیی بن معین و یحیی
القطان ہیں اور علی بن مدینی و شعبہ ابن عیینہ اس
کو حجت مانتے ہیں اور اسے پر یہ حدیث پس
آئیں محمد بن اسحق کی مخالفت کی گئی ہے۔ امام
اوزاعی نے مکحول عن رجاء عن عبد الله بن عمرو سے
روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نماز پڑھی (الحديث) اور زید بن واقد
نے مکحول عن نافع بن محمود عن عبادة سے روایت کی
ہے اور نافع یہ مجہول ہے اور مثل اس اضطراب
کے اہل علم کے ہاں کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا اور
اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں جو طعن سے
خالی ہو۔

سند کے اعتبار سے سوا حدیث زہری عن محمود بن الربیع عن عبادة کے اور وہ تاویل کا احتمال رکھتی

ہے (ابن عبد البر کا کلام ختم ہوا) (نوٹ ضروری) تمہید ابن عبد البر مطبوعہ میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ اس میں ہے واما حدیث ابن اہلق فرواہ الاوزاعی عن مکحول الخ ہے دیکھئے التہمید ص ۴۶ ج ۱۱) محشی غیر مقلد نے ص ۴۵ ج ۱۱ کے حاشیہ میں اقرار کیا ہے کہ کچھ عبارت ضائع ہو گئی ہے یہ ہے غیر مقلدین کا حال اور مولانا ارشاد الحق صاحب کے پاس التہمید کا نقلی نسخہ بھی موجود ہے۔ مگر غیر مقلدیت حق بات کہنے سے آڑے آرہی ہے۔ امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں فلو ثبت الخبر ان (جزء القراءة ص ۸) اگر حضرت عبادہ اور حضرت جابرؓ کی دونوں حدیثیں ثابت ہوں (توضیح الکلام ص ۵۵۰ ج ۲ حاشیہ) مکحول و حرام بن معاویہ و رجاء بن حیوة و حولاہلم یذکرہ انہم سمو ابن محمود (جزء القراءة ص ۴۰) ان لوگوں نے نہیں ذکر کیا کہ انہوں نے محمود بن ربیع سے سنا ہے (توضیح الکلام ص ۳۳۹ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں امام بخاریؒ امام فن ہے انہوں نے جو بات کہی وہ دلائل کی روشنی میں کہی (توضیح الکلام ص ۳۹۱ ج ۱)۔ امام ابو زرعہ الرازیؒ سے گزر چکا ہے کہ اس حدیث میں ابن اہلق کا تفرد ہے حجت نہیں ہے۔ امام کئی بن ابراہیم فرماتے ہیں :

جلست الى محمد بن اسحق فکان
يخضب بالسواد فذكر احاديث في
الصفة فلم اعد اليه وقال تركت
حديثه وقد سمعت منه بالري
عشرين مجلساً (امام الکلام ص
۲۶۷)

شیخ الاسلام ان تیسرے لکھتے ہیں :

والذين اوجبوا القراءة في الجهر
احتجوا بالحدیث الذي في السنن
عن عبادة ان النبي صلى الله عليه
وسلم قال اذا كنتم ورائي فلا تقرأوا
الا بفتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن

کہ میں ابن اہلق کے ساتھ بیٹھا کالاً خضاب لگاتا تھا صفات باری میں احادیث ذکر کیں تھیں اس کی طرف لوٹ کر نہ گیا اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور بے شک تہران میں میں ان سے بیس مجلسیں سن چکا تھا۔

کہ اور جن لوگوں نے قراءۃ کو جہری نماز میں واجب قرار دیا انہوں نے حجت پکڑی سنن کی روایت سے حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میرے

لم يقرأ بها وهذا الحديث معلن عند
ائمة الحديث با مور كثيرة ضعفه
احمد وغيره من الائمة وقد بسط على
ضعفه في غير هذا الموضع وبين ان
الحديث الصحيح قول النبي صلى
الله عليه وسلم لا صلوة الا بام
القرآن فهذا هو الذي اخرجاه في
الصحيحين ورواه الزهري عن
محمود بن الربيع عن عباد و اما هذا
الحديث فغلط فيه بعض الشاميين
واصله ان عباد كان يؤم ببیت
المقدس فقال هذا فاشتبه عليهم
المرفوع بالموقوف على عباد.
(مجموع الفتاوى شيخ الاسلام ص
٢٨٦ ج ٢٢ تا ص ٢٨٤)

نیز لکھتے ہیں:

واما الحديث فقد طعن فيه الامام
احمد وغيره و لفظ الحديث الذي في
الصحيحين ليس فيه الا قول مطلق
(مجموع فتاوى شيخ الاسلام ص
٣١٣ ج ٢٢)

موفق الدین ابن قدامہ لکھتے ہیں:

وحديث عبادة الآخر لم يروه غير
ابن اسحق كذا لك قاله احمد وقد
رواه ابو داود عن مكحول عن نافع بن
محمود بن الربيع الانصاري وهو
اننى حالا من ابن اسحق فانه غير
معروف من اهل الحديث (المغنى
ص ٢١٣ ج ٢ تا ص ٢١٢)

پچھتے ہو تو سورۃ فاتحہ کے سوانہ پڑھا کرو کیونکہ جو
سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی یہ حدیث
معلل ہے ائمہ حدیث کے ہاں بہت سے امور کی
وجہ سے امام احمد وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے
اور اس کا ضعف دوسری جگہ بیان کیا ہے اور کہا ہے
صحیح حدیث وہ ہے جو زہری نے صحیحین میں
روایت کی ہے اسے پر یہ حدیث بعض شامی راویوں
نے غلطی کی ہے اصل یہ ہے کہ حضرت عباد نے
بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور یہ بیان کیا تو
بعض راویوں پر موقوف مرفوع کے ساتھ رد مل گئی

اسے پر ابن اتحق کی حدیث پس بے شک اس پر
جرح کی ہے امام احمد وغیرہ نے اور صحیحین والی
حدیث مطلق ہے (ابن قدامہ مقتدی کا ذکر نہیں ہے)

کہ حدیث دوسری حضرت عبادہ کی اس کو ابن اتحق
کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا۔ اس طرح امام احمد
نے فرمایا ہے اور بے شک ابو داؤد نے روایت کیا
ہے مکحول عن نافع بن محمود سے اور وہ غیا حال ہے
ابن اتحق سے کیونکہ وہ مجہول ہے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور علامہ ابن قدامہؒ نے اسی عبارت کے متصل بعد تصریح کر دی ہے کہ

فاما حديث عبادة الصحيح فهو
محمول على غير المأموم (مغنی ص
۱۰۱ ج ۱) توضیح الکلام ص ۹۱ ج ۱

امام قرطبی لکھتے ہیں:

وقال ابو محمد عبد الحق و نافع بن
محمود لم يذكره البخاري في تاريخه
ولا ابن ابي حاتم ولا اخرج له البخاري
ومسلم شيئا وقال فيه ابو عمر مجهول
(تفسير قرطبي ص ۱۲۰ ج ۱)

یعنی حضرت عبادہؒ کی صحیح حدیث غیر مقتدی پر محمول
ہے۔

کہ اور کہا ہے ابو محمد عبد الحق محدث نے کہ نافع بن
محمود کو امام بخاری نے تاریخ میں ذکر نہیں کیا اور نہ
ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے اور نہ بخاری و مسلم نے
اس کی کوئی حدیث روایت کی ہے اور ابو عمر ابن
عبد البر نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ مجہول ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا عدل الاقوال فرمان ملاحظہ ہو:

نافع بن محمود بن ربيع ويقال
اسم جده ربيعة الانصاري المدني
نزىل بيت المقدس مستورا من
الثالثة (تقريب التهذيب ص ۳۵۵)

کہ نافع بن محمود بن ربيع اور کہا جاتا ہے کہ اسکے دادا
کا نام ربيع ہے الانصاری المدنی بیت المقدس
میں قیام کرنے والا مستور ہے یعنی مجہول الحال ہے
طبقات ثالثہ سے ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فانه لم يخرج في الصحيح وضعفه
ثابت من وجوه وانما هو قول عبادة
بن الصامت (مجموع فتاوى شيخ
الاسلام ص ۳۲۰ ج ۲)

کہ ابن اثرقی کی حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں
نہیں نکالی گئی اور اس کا ضعف کئی وجوہ سے ثابت
ہے اور یہ صرف حضرت عبادہؒ کا قول ہے۔

علامہ ماروئیؒ لکھتے ہیں:

قلت نافع بن محمود لم يذكره
البخاري في تاريخ ولا ابن ابي حاتم
ولا اخرج له الشيوخ وقال ابو عمر
مجهول وقال الطحاوي لا يعرف
(الحق هو النقي ص ۱۶۵ ج ۲)

کہ میں کہتا ہوں نافع بن محمود کو امام بخاری نے تاریخ میں
ذکر نہیں کیا اور نہ ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے اور نہ شیعین
(بخاری و مسلم) نے اس کی حدیث کا اقرار کیا ہے اور ابو
عمر ابن عبد البر نے مجہول کہا ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے
کہ لا يعرف یعنی مجہول ہے۔

امام ابو بکر الجصاص الرازی الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں :

واحتج موجبا القراءة خلف الامام
بعديث محمد بن اسحق عن
مكحول عن محمود بن الربيع عن
عبادة ابن الصامت قال صلى (الي)
وهذا حديث مضطرب السند
مختلف في رفعه وذلك انه رواه
صدقة بن خالد عن زيد بن واقد عن
مكحول عن نافع محمود بن ربيعة
عن عبادة نافع بن محمود هذا
مجهول لا يعرف وقدرى هذا
الحديث ابن عون عن رجاء بن حيوة
عن محمود بن الربيع موقوفا على
عبادة لم يذكر فيه النبي صلى الله
عليه وسلم وقدرى ايوب عن ابي
قلاية عن انس قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال
انه ارون والامام يقرأ فسكتوا فسا لهم
ثلاثا فقالوا انا لنفعل فقال فلا تفعلوا
فلم يذكر فيه استثناء فاتحة الكتاب
وانما اصل حديث عبادة ما رواه
يونس عن ابن شهاب قال اخبرني
محمود ابن الربيع عن عبادة قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم لا
صلوة لمن لم يقرأ القرآن فلما
اضطرب حديث عبادة هذا
الاضطراب في السند والرفع و
المعارضة لم يجز الاعتراض به
على ظاهر القرآن والآثار الصحاح
النافية للقراءة خلف الامام (احكام
القرآن ص ۳۲ ج ۳)

کہ قراءۃ خلف الامام کو واجب کہنے والوں نے محمد
بن اسحق کی حدیث سے حجت پکڑی ہے اور یہ
حدیث مضطرب السند ہے اس کے مرفوع ہونے
میں بھی اختلاف ہے اور یہ اس لئے کہ صدیق بن
خالد نے زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود عن
عبادۃ سے حدیث نقل کی ہے اور نافع یہ مجہول ہے
جس کو پہچانا نہیں گیا اور بے شک روایت کیا اس
حدیث واہن عون نے عن رجاء بن محمود سے موقوفا
حضرت عبادۃ پر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ذکر نہیں کیا اور بے شک ایوب نے عن ابی قلائیہ عن
انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز پڑھائی پھر متوجہ ہوئے پس فرمایا کیا تم
قراءۃ کرتے ہو۔ جب امام قراءۃ کر رہا ہوتا ہے
پس چپ ہو گئے۔ پس ان سے تین مرتبہ پوچھا تو
انہوں نے کہا کہ ہم بے شک قراءۃ کرتے ہیں
پس فرمایا کہ نہ کیا کرو پس اس میں فاتحہ کا استشاد نہ
کیا اور سوال کیا کہ اصل حدیث حضرت عبادۃ
کی وہ ہے جو یونس عن ابن شہاب عن محمود بن الربیع
عن عبادۃ (صحیحین والی ہے) پس جب حدیث
عبادۃ میں یہ اضطراب سند اور رفع اور معارضہ میں
اختلاف ہے تو اعتراض ظاہر قرآن مجید اور
احادیث صحیحہ پر جو نافی قراءۃ خلف الامام ہیں جائز
نہ ہوا۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ نافع بن محمود سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔ ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ حدیث معلل "کہ اس کی حدیث معلل ہے (میزان ص ۲۲۷ ج ۳) بحوالہ احسن الکلام طبع دوم ص ۹۰ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں کہ میزان الاعتدال میں جو اس سے "حدیث معلل" کے الفاظ منقول ہیں وہ کتاب الثقات میں نہیں ہیں (توضیح الکلام ص ۳۶۱ ج ۱) الجواب: کتاب الثقات میں ہے و متن خبرہ ینال من مخالف متن محمود بن الربیع عن عبادۃ کانہما حدیثان الخ (تحدیب الحدیث ص ۳۱۰ ج ۱۰) نافع بن محمود کی حدیث کا متن محمود بن الربیع کی حدیث کے متن کے خلاف ہے گویا کہ وہ حدیثیں ہیں۔ جب نافع بن محمود کا محمود بن الربیع کے حدیث کے خلاف متن ہے تو معلول ہوئی۔ اس لئے کتاب الثقات میں اگر حدیث معلل کے لفظ نہیں ہیں۔ تو کوئی حرج نہیں مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ بلاشبہ ثقہ راویوں کی حدیث معلول ہو سکتی ہے۔ لیکن جب راوی سے ایک ہی حدیث مروی ہو اور وہ بھی معلول تو وہ ثقہ کیسے ہوا (توضیح الکلام ص ۳۶۳ ج ۱) الجواب: علامہ ذہبیؒ کی بات میزان الاعتدال والی صحیح ہے اور انکشاف میں جو نافع بن محمود کو ثقہ کہا ہے وہ غلط ہے لہذا یہ حدیث یقیناً معلول ہے مولانا خولجہ محمد قاسم صاحب مرحوم غیر مقلد ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ مگر یہ روایت حنفیہ کے کام کی نہیں کیونکہ اس میں محمد بن اسحق ہے اور وہ یہ الفاظ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ (حی علی الصلوٰۃ ص ۱۹۳)

مولانا محمد اعظم غیر مقلد گوجرانوالا لکھتے ہیں۔ محمد بن اسحق ضعیف ہے قال۔ یحییٰ بن القطان اشحد ان محمد بن اسحق کذاب قال مالک دجال من الد جاحلہ محمد بن اسحق مجنون اور دجال ہے (تقریبہ ماتم اور وقعہ کر بلا ص ۳۰) مولانا فیض عالم صدیقی مرحوم غیر مقلد لکھتے ہیں "محمد بن اسحق جس کے متعلق امام مالک کا قول ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر نہیں امام بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی علی البدائی اسے ضعیف الروایۃ کہتے ہیں۔ ابو حاتم کے نزدیک وہ غیر مستند تھا اور نسائی اسے

ضعیف کہتے تھے۔ (اختلاف امت کا المیہ ص ۱۶۷ تیسرا ایڈیشن ناشر عبدالنواب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں امام خازنؒ بھی لکھتے ہیں اخراجہ الترمذی بطولہ و آخر جاہ فی الصحیحین اقصر منہ (تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۷۲) کہ کہ ترمذیؒ نے اس حدیث کو مفصل اور بخاری و مسلم میں الصحیح میں اسے مختصر نقل کیا ہے۔ لہذا جب دونوں حدیثیں ایک ہیں اور مفسر اور دوسری مجمل تو پھر مفسر پر اعتراض کیوں (توضیح الکلام ص ۳۸۴ ج ۱) الجواب مفسر روایت معلول اس لئے ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاقؒ کذاب اور دجال من الدجاجلہ موجود ہے۔ (۲) پھر مکحول مدلس ہے اور اس کا سامع اپنے استاذ سے نہیں ہے۔ جبکہ زہریؒ کا سامع اپنے استاذ سے مذکور ہے اور مکحول مدلس ہے علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص ۷۷ ج ۴ میں لکھتے ہیں۔ قلت ہو صاحب تدلیس ورمی بالقدر فانتہی العلم کہ مکحول شامی مدلس ہے اور تقدیر کے انکار کے ساتھ متعہم ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں الغرض مکحول اصطلاحی مدلس نہیں حافظ ابن حجرؒ نے بابہ طبقات المدلسین کے طبقہ ثالثہ میں اسے ذکر کیا ہے لیکن تقریب التحذیب (ص ۵۰۶) میں اسے مدلس نہیں کہا (توضیح الکلام ص ۳۳۷ ج ۱) الجواب مولانا امیر علی غیر مقلد نے ان پر تعاقب کیا ہے۔ قلت ہو صاحب تدلیس (تقیب ص ۵۰۶) کہ مکحول صاحب تدلیس ہے اور امام ابن حبانؒ نے فرمایا ربما دلس (تحذیب التحذیب ج ۱ ص ۲۹۲ کہ بعض اوقات مکحول نے تدلیس سے کام لیا ہے۔ مولانا فقیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے امام مکحول کو صرف طبقات المدلسین ہی میں نہیں بلکہ التکت علی کتاب ابن الصلاح ص ۶۴۳ ج ۲) میں بھی مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے (خاتمہ الکلام ص ۴۷۳) مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ بھی مکحول کا شمار مدلسین میں کرتے ہیں۔ (ابکار الممن ص ۶۰) غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں:

وفي الزوائد وفي اسناد الوليد بن
مسلم مدلس وكذلك مكحول
للحمشقي (سلسلة الاحاديث
الضعيفة والموضوعة ص ۲۴۱ ج ۱)

کہ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں ولید بن
مسلم واقع جو مدلس ہے اس طرح مکحول اور دمشقی
بھی مدلس ہے۔

نیز مولانا علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں مکحول و ابور جاء مدلسان (سلسلة الاحاديث الضعيفة ص ۲۹۹ ج ۲) کہ مکحول اور ابور جاء دونوں مدلس ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام نسائیؒ نے بدلسین کی فہرست ذکر کی ہے وزدت انا الاعمش مکحول بقیۃ
بن الولید، الولید بن مسلم وآخرون (سیر اعلام النبلاء ص ۴۷ ج ۷) ترجمہ: حجاج بن ارطاة کہ
میں مدلسین کی فہرست میں زیادہ کرتا ہوں اعمش، مکحول بقیۃ بن الولید اور ولید بن مسلم اور
دوسرے راویوں کا مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا جب سرچکرایا تو لکھ دیا پھر ہمارا استدلال
صرف ابن اثق کی روایت پر ہی نہیں دیگر صحیح روایات کچھ پہلے گزر چکی ہیں (توضیح الکلام ص
۲۹۶ ج ۱) مولانا زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کا دار و مدار محمد بن اثق
پر ہرگز نہیں ہے (حاشیہ نو العینین ص ۳۰) حالانکہ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں ومن ذالک دھو
قوی اذھم واصرح تختم حدیث عبادۃ بن الصامت (امام الکلام ص ۲۵۵) اور ابن اثق علی
حدیث ان کے تمام دلائل میں سے زیادہ قوی اور صریح روایت ہے۔ اعتراض احناف حضرات
بھی ابن اثق کی روایت سے حجت پکڑتے ہیں مثلاً چور کا ہاتھ دس درہم کے بدلے میں کبانا
جائے اور صبح کی نماز اسفار میں پڑھنے پر الجواب: چور کا ہاتھ کا ثنائی حقائق پر مبنی ہے اور تاریخ
اور مغازی کا یہ امام ہے عندا کجہو رمولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں کہ بلکہ یہ روایت بھی
مستعین ہے (توضیح الکلام ص ۲۹۹ ج ۱) الجواب: مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ج ۹ میں ابن اثق
کی تحدیث ثابت ہے پھر اس پر دار و مدار بھی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کان

ثمن الحسن فی عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ درہم (طبرانی کبیر ص ۳۱ ج ۱۱) کہ ڈھال کی قیمت حضور علیہ السلام کے زمانہ میں دس درہم تھی۔ اور صبح کی نماز اسفار میں پڑھنے کی روایت کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں وقد روی شعبۃ والثوری هذا الحدیث عن محمد بن اخیق وارواه محمد بن عجلان ایضاً عن عاصم بن عمر بن قتادۃ قال ابو یسعی حدیث رافع حدیث حسن صحیح (ترمذی ص ۴۰ ج ۱) کہ اس حدیث کو شعبہ و ثوری نے محمد بن اخیق سے روایت کیا ہے اور روایت کیا ہے محمد بن عجلان نے بھی عاصم بن عمر بن قتادہ سے ابو یسعی فرماتے ہیں۔ حدیث رافع بن خدیج حسن صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن اخیق اکیلا نہیں محمد بن عجلان بھی یہ روایت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی سندوں سے یہ حدیث مروی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ محمد بن اخیق کا مکمل ترجمہ میں نقل نہیں کر سکا۔ بس اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ (وما علینا الا البلیغ الحسین)

باب متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اعتراض

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "امام حاکم نے تو اسی معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۰ میں ایک روایت امام ابو حنیفہ کے واسطے سے نقل کی ہے جسے دو زہری عن سیرۃ بن الربیع ابجھنی عن ابیہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں امام حاکم یہی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حافظ ابو علی فرماتے ہیں کہ اس میں ابو حنیفہ سے تصحیف ہوئی ہے کہ امام زہری سے ان کے تادم تلامذہ اسے بالاتفاق الربیع بن سیرۃ عن ابیہ کی سند سے ذکر کرتے ہیں "امام حاکم کی اس تصریح پر معلوم نہیں مولانا صفدر کا کیا رد عمل ہوگا (توضیح الکلام ص ۲۵۴ ج ۲ کا حاشیہ) الجواب امام حاکم نے جس روایت کو پیش کیا ہے اس کی سند یوں ہے اخیر فی ابو علی الحافظ قال اخیر تا بجی این علی بن محمد اخیق بحلب قال شاذلی محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ قال حدثنی محمد بن الحسن

الشیبانی قال حدثنا ابو حنیفہ عن محمد بن شحاب الزہری عن سہرۃ بن الربیع الجعفی عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن حدۃ النساء یوم فتح مکہ الخ۔ ابوعلی الحافظ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے تعحیف سے کام لیا ہے یہ نظریہ ابوعلی الحافظ کا ظالمانہ ہے۔ ابوعلی الحافظ پہلے امام ابو حنیفہ سے نیچے کے راویوں کے ترجمہ پر نظر کرتا مثلاً ابوعلی الحافظ کا استاذ یحییٰ بن علی مجہول ہے اور پھر یحییٰ بن علی کا استاذ محمد بن ابراہیم کذاب ہے جمہوری روایتیں بیان کی ہیں۔ (لسان المیزان ص ۱۳۳ ج ۱ میزان ص ۸۰، ص ۸۱ ج ۱) تو ان راویوں کو چھوڑ کر امام اعظم پر جرح کرنا کھلی خیانت ہے جبکہ ثقہ راویوں سے یہ روایت صحیح نقل ہوئی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو نمبر ۶۵۳۶ حدیث احمد بن زہیر التستری ثامہ بن عثمان بن کریمہ تابعیہ اللہ بن موسیٰ عن ابی حنیفہ عن یونس عن ابیہ عن الربیع بن سہرۃ عن ابیہ سہرۃ قال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن حدۃ النساء یوم فتح مکہ (طبرانی کبیر ص ۱۳۳ ج ۷) ابوعلی الحافظ ظالم ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

کہ احمد بن حمدون الانشی الحافظ انیسابوری نے علی بن خشرم سے سنا ہے امام حاکم کہتے ہیں ابوعلی الحافظ کہتا تھا کہ مجھے حدیث بیان کی احمد بن حمدون نے اس سے روایت کرنا حلال ہو اور ان کی احادیث پر انکار کیا ہے امام حاکم فرماتے ہیں اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور وہ مظلوم ہے۔

احمد بن حمدون ابو حامد الاعمشی الحافظ انیسابوری سمع علی بن خشرم قال العاکم کان ابو علی الحافظ یقول حدثنا احمد بن حمدون ان حلت الروایۃ عنه وانکر علیہ احادیث قال العاکم احادیثہ کلہا مستقیمۃ و هو مظلوم (میزان ص ۹۲ ج ۱ تا ص ۹۵ ولسان ص ۱۶۵ ج ۱)

غلامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کہ ابوعلی اپنے مرتبہ کا نہیں کہ اس کی کلام ابو حامد کے حق میں سنی جائے۔

ما کان معل ابی علی ان یسمع کلامہ فی ابی حامد (میزان ص ۱۵۶ ج ۱)

ابوعلیٰ محمد بن حمید الرازی کو اچھا سمجھتا تھا (میزان ص ۵۳۰ ج ۳) حالانکہ محمد بن حمید الرازی کذاب ہے خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ابوعلی المتعنت ہے (تاریخ بغداد ص ۳۱۲ ج ۱) ابوعلی الحافظ امام طبرانی کے بارے میں بُری رائے رکھتے تھے علامہ ذھبی فرماتے ہیں قلت هذا تعنت علی حافظ حجة (سیر اعلام النبلاء ص ۱۲۶ ج ۱۶) میں ذھبی کہتا ہوں کہ یہ سرکش ہے ایک حافظ حجة کے بارے میں۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

سمعت احمد بن محمد يقول راسله
ابن جوصا بانہ قد انهى الى
السلطان انك استصعبت غلاماً
حدثاً وان اباه قد خرج في طلبه
يعنى ابا عمرو الصغير (سیر اعلام
النبلاء ص ۵۷ ج ۱۶)

کہ میں محدث احمد بن محمد سے سنا وہ کہتا تھا کہ
محدث ابن جوصانے خط بھیجا ابوعلی کی طرف کہ
بے شک بادشاہ کو آپ کی شکایت کی گئی ہے کہ
آپ نے ایک بے ریش بچے کو اپنی سنگت میں
رکھا ہوا ہے اور اس کا باپ اس بچے یعنی ابو عمرو
الصغير کو تلاش کر رہا ہے۔

یہ سفر ابوعلی کا عراق کی طرف ۳۰۳ھ میں ہوا جبکہ ابوعلی کی وفات ۳۴۹ھ میں ہوئی ہے اور کل عمر ۴۷ سال ہے (سیر اعلام النبلاء ص ۵۶ ج ۱۶) یعنی ۲۶ سال کی عمر تھی اور ابو عمرو الصغير کی پیدائش ۲۸۹ھ میں ہوئی اور سفر عراق کے وقت اس کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ رحل بہ ابوعلی الحافظ الی العراق والجزيرة والشام (سیر اعلام النبلاء ص ۴۹ ج ۱۶) ابوعلی الحافظ کے ساتھ سفر کیا عراق، الجزيرة اور شام کا۔ باپ کی اجازت کے بغیر بے ریش بچے کو اغوا کرنا بُری حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے (آمین)

امام اعظمؒ کی دوسری روایت مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "حضرت علیؑ سے وضو کی روایت جو بواسطہ خالد عن عبدخیر ہے میں مسح رأسہ خلافاً کو بھی محدثین نے امام صاحبؒ کا وہم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ زائد ابن قدامہ، سفین، شعبہ، ابو عوانہ، شریک، ابو الاشهب، ہارون بن سعد، جعفر بن محمد، حجاج بن ارطاة، ابان بن تغلب، علی بن صالح، حازم بن

زیاد عن ابی نجیح عن عبد اللہ بن عمرو رفع الحدیث (العلیق المغنی ص ۵۸ ج ۳) کہ دارقطنی نے حج کے آخر میں یہ حدیث امام اعظمؒ کے واسطہ کے بغیر عبد اللہ بن عمروؓ سے مرفوع نقل کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

ولم یسنفرد ابو حنیفۃ برفعه لخرجه الدارقطنی ایضاً فی اوخر الحج (الدراہ ص ۲۳۶ ج ۲)

کہ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں ابو حنیفہؒ منفرد نہیں بلکہ دارقطنی نے حج کے آخر میں اس کو مرفوع نقل کیا ہے۔

ابن قتان کا وہم ذکرنا امام ابو حنیفہؒ کے متعلق نہیں بلکہ امام محمد بن الحسنؒ کے متعلق ہے جو کہ صحیح نہیں۔

امام یحییٰ بن معین کا کلام مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ کان یضعف فی الحدیث نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ لایکتب حدیث کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے نیز فرمایا حدیث میں ان کی تضعیف کی گئی ہے۔ (بغدادی ص ۴۲۰ ج ۱۳) حافظ ذہبیؒ نے دیوان الضعفاء اور علامہ ابن الجوزیؒ نے کتاب الضعفاء میں بھی امام ابن معینؒ کی یہ جرح لایکتب حدیث نقل کی ہے ان اقوال کی سند بھی حسن صحیح ہے جیسا کہ حاشیہ میں وضاحت کر دی گئی ہے اور حدیث کے قائل علم پر مخفی نہیں کہ لایکتب حدیث کے الفاظ جرح کے اس درجہ میں شمار ہوتے ہیں جن کے متعلق ابن معینؒ نے تصریح کی ہے کہ جس راوی کے متعلق یہ لفظ کہا جائے اس کی حدیث سے احتجاج واستدلال تو کجا اس کی روایت استصحاباً و اعتباراً بھی مقبول نہیں (توضیح الکلام ص ۶۳۱ تا ص ۶۳۳ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب اثریؒ کان یضعف فی الحدیث پر حاشیہ لگاتے ہیں کہ خطیب کا یہ قول بواسطہ محمد بن احمد بن محمد بن رزق عن حماد بن عبد اللہ عن محمد بن عثمان قال سمعت ابن معین نقل کرتے ہیں علی الترتیب دیکھئے (۱) ثقہ صدوق (بغدادی ص ۳۵۱ ج ۱) (۲) ثقہ بغدادی ص ۷۰ ج ۱۴ (۳) محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں میں نے اس کی کوئی حدیث منکر نہیں پائی امام عبد اللہ بن ابی اسبہ اور صالح بن محمد مسلمہ بن قاسم نے بھی ان

کی توثیق کی ہے (بخاری ص ۴۳ ج ۳ لسان ص ۲۸۰ ج ۵) اور اس پر امام احمد وغیرہ سے جو جرح ہے وہ بواسطہ ابن عقدہ سے ہے مگر ان سے جرح و تعدیل کی منقولہ روایات پر محدثین نے اعتما د نہیں کیا (تذکرہ ص ۴۰ ج ۳ بخاری ص ۲۳۷ ج ۲) نیز ان کی یہ جرح محتمل المعنی ہے (کمال) شافعی علی الماہر) البتہ ابن خراشؒ نے وضع الحدیث کہا ہے مگر اس کے ناقل بھی ابن عقدہ ہیں ثانی خود ابن خراشؒ کی جرح توثیق کے مقابلہ میں قبول نہیں ہوتی جیسا کہ مولانا ظفر احمد تھانوی نے انباء السکن (ص ۱۰۲) میں اشارہ کیا ہے (توضیح الکلام ص ۲۳۱ تا ۲۳۲ ج ۲ حاشیہ) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں محمد بن عثمان (بن ابی شیبہ) متکلم فیہ ہے اسے گو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے لیکن امام عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور ابن خراشؒ نے کہا ہے کان وضع الحدیث " کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا ان کے برعکس امام ابن عدیؒ اور امام عبدانؒ وغیرہ نے اسے لابس بہ کہا ہے لہذا میسویؒ اور ابن ابی شیبہؒ کے قول سے امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کے نقل کردہ قول کو رد کرنا قرین انصاف نہیں (توضیح الکلام ص ۴۵۵ ج ۱) اور حافظ ابن حجرؒ کی التلخیص ص ۲۴۵ ج ۱ کے حوالہ سے اثری صاحب لکھتے ہیں مگر محمد بن عثمان ضعیف ہے (توضیح ص ۶۲۲ ج ۲)۔ امام ابو حنیفہؒ کی دشمنی میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ثقہ بن جاتا ہے مگر دوسری جگہ وہی راوی ضعیف بھی ہے۔ یہ ہے مولانا اثریؒ کی ایمانداری اور دیانتداری (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم)۔

امام ابن معینؒ کی جرح لایکتب حدیث کے الفاظ پر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے حاشیہ لگایا ہے کہ یہ قول بواسطہ (۱) احمد بن عبداللہ (۲) عن محمد بن مظفر (۳) علی بن احمد المقرئ (۴) عن احمد بن سعد بن ابی مریم منقول ہے (۱) احمد خطیب کے استاد اور قابل اعتما د ہیں (بخاری ص ۲۳۸ ج ۴) (۲) محمد بن مظفر ثقہ امام ہے (بخاری ص ۲۶۳ ج ۳) (۳) علی بن احمد المعدل کے لقب سی مشہور ہیں (العصر ص ۱۷۱ ج ۲) (۴) ابن ابی مریم بھی ثقہ ہیں

حافظ ابن حجرؒ نے انہیں صدوق کہا ہے (تقریب ص ۲۸ تاریخ بغداد کے علاوہ الکامل ص ۲۴۷ ج ۷ میں بھی یہ قول مذکور ہے) (توضیح الکلام ص ۶۳۲ تا ۶۳۳ ج ۲) الجواب: الکامل ابن عدی میں امام ابن معینؒ کی یہ جرح منقول ہی نہیں بلکہ امام اعظمؒ کا ترجمہ ص ۲۴۷ ج ۷ سے شروع ہوتا ہے یہ اثری صاحب کا خالص جھوٹ و بے ایمانی ہے۔

پھر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں کہ احمد بن عبد اللہ خطیب کے استاد اور قابل اعتماد ہیں حالانکہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کتبت عنہ وکان ساعداً صحیحاً و ذکر لی انہ کان یرفض (بغدادی ص ۲۳۸ تا ۲۳۹ ج ۴) میں خطیب نے اس سے روایت لکھی ہے اس کا سماع تو صحیح ہے اور مجھے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ رافضی ہے۔ اب رافضی خطیب بغدادیؒ کا کیسے قابل اعتماد ہو سکتا ہے (ان اللہ وانا الیہ راجعون)۔ پھر مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں محمد بن مظفر ثقہ امام ہے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں حافظ فیہ تشیع (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۸۲ ج ۳) کہ محمد بن مظفر حافظ ہے اس میں شیعیت پائی جاتی ہے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی ابو الولید الباجیؒ نے کہا کہ ابن المظفر حافظ ہے اس کا شیعہ ہونا ظاہر ہے اور ابو ذر الرحمریؒ نے کہا کہ میں ابن حنیفؒ سے سنا وہ کہتا تھا کہ ابن المظفر نے چند اوراق محدثین کرامؒ کی مذمت میں لکھے اور تحفہ بھیجتا تھا بعض حکمرانوں کو جو رافضی میں مشہور تھے پس یہ جزء میرے ہاتھ لگ گئی تو میں اور ابن انخیسیؒ اور ابو الحسن بن الغفرات اس کے ہاں داخل ہوئے جب اس ابن المظفر نے اس جزء کو دیکھا جو ہمارے پاس تھی تو اس کا رنگ تبدیل ہو گیا اور معذرت کرنا شروع ہو گیا ہم نے اس کے ساتھ نرمی کی اور اس کو اس پر پڑھا (سیر اعلام النبلاء ص ۴۲۰ ج ۱۶) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری رافضی اور شیعہ راویوں کی روایت پیش کر کے امام اعظمؒ پر جرح کرتا ہے۔ کچھ شرم و حیا سے کام لینا چاہیے۔

امام منظر بن شمیمؒ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں (۱) اور شاید یہی وجہ ہو جس کی بناء پر امام نضر بن شمیمؒ نے امام صاحب کو متروک الحدیث کہہ دیا ہے (الضعفاء لابن

الجزی ص ۲۶۰) توضیح الکلام ص ۲۲۸ ج ۲) پھر مولانا اثری صاحب اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام نضر کا یہ قول امام ابن عدی نے الکامل ص ۲۳۷ ج ۷ میں نقل کیا ہے مگر اس میں احمد بن حنبل السعدی ضعیف صاحب مناکیر ہے (لسان ص ۱۶۲ ج ۱) (حاشیہ توضیح الکلام ص ۲۲۸ ج ۲) علامہ ذہبی ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں قلت لعلہ اختلقہ السعدی (میزان ص ۱۵۳ ج ۲ ترجمہ سعید بن عقبہ) میں ذہبی کہتا ہوں کہ شاید یہ حدیث سعدی نے گھڑی ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کی ایمانداری دیکھو کہ کذاب راویوں سے امام اعظم پر جرح کرتے ہیں۔ (نوٹ) امام نضر کا یہ قول الکامل ابن عدی میں نہیں ہے۔ یہ مولانا اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ امام ابو نعیم اصفہانی کی جرح ابو نعیم اصفہانی لکھتے ہیں۔

النعمان بن ثابت ابو حنیفہ مات ببغداد سنة خمسین ومائة قال بخلق القرآن واستتیب من كلامه الردی غیر مرة کثیر الخطاء والاوہام (کتاب الضعفاء ص ۱۵۲) توضیح الکلام ص ۲۳۷ ج ۲

کر نعمان بن ثابت بغداد میں ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے خلق قرآن کے قائل تھے ان کے ردی کلام سے کئی بار توبہ کرائی گئی ہے بہت خطائیں اور غلطیاں کرتے تھے۔

الجواب: امام ابو حنیفہ خلق قرآن کے قائل نہ تھے نہ اس کا کوئی کلام ردی تھا نہ اس سے توبہ کرائی گئی ہے اور کثیر الاوہام والخطاء بھی جھوٹا پروپیگنڈہ ہے یہ ابو نعیم کا محض دعویٰ ہے جس کی دلیل نہیں ہے حافظ ابن طاہر المقدسی فرماتے ہیں۔

اسخن الله عين ابی نعیم يتكلم فی ابی عبدالله بن مندة وقد اجمع الناس علی اما متہ ویسکت عن لاحق وقد اجمع الناس علی کذبہ (لسان المیزان ص ۲۰۱ ج ۱)

کہ اللہ تعالیٰ ابو نعیم کی آنکھ کو غور رکھے یہ محدث ابی عبداللہ بن مندہ پر کلام کرتا ہے اور لوگوں کا اس کی امامت پر اجماع ہو چکا ہے اور سکوت کرتا ہے لاحق سے جس کے کذب پر لوگوں کا اجماع ہو چکا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا فرمان
ملاحظہ ہو و اخبارنا العتقی
حدثنا یوسف حدثنا العتقی
سلیمان بن داؤد العتقی قال
سمعت احمد بن الحسن الترمذی
یقول و اخبارنا عبید اللہ بن عمر
الواعظ حدثنا ابی حدثنا عثمان بن
جعفر بن محمد السبیمی ثنا
الفریابی جعفر بن محمد حدثنی
احمد بن الحسن الترمذی قال
سمعت احمد بن حنبل یقول کان
ابو حنیفة یکذب (تاریخ بغداد ص
۴۴۸ ج ۱۲)

کہ عتقی نے ہمیں خبر دی کہ یوسف نے بیان کیا
عتقی نے بیان کیا سلیمان بن داؤد العتقی نے
بیان کیا کہ میں نے سنا احمد بن الحسن الترمذی
سے اور ہمیں خبر دی عبید اللہ بن عمر الواعظ نے
کہ ہمیں بیان کیا میرے باپ نے کہ ہمیں
بیان کیا عثمان بن جعفر نے ہمیں بیان کیا جعفر
بن محمد نے ہمیں بیان کیا احمد الترمذی نے کہ میں
نے سنا احمد بن حنبل سے وہ فرماتے تھے کہ ابو
حنیفہ جھوٹ بولتے تھے۔

الجواب: پہلی سند میں عتقی کا استاذ یوسف مجہول ہے پھر عتقی کا استاذ سلیمان بن داؤد العتقی بھی
مجہول ہے۔ دوسری سند میں عثمان بن جعفر بن محمد السبیمی واقع ہے۔ تاریخ بغداد ص ۲۹۶ ج ۱۱
میں اس کا ذکر ہے لیکن کوئی توثیق کا کلمہ موجود نہیں بلکہ اس کی ولادت اور وفات بھی مذکور نہیں۔
مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اور سلیمان ثقہ و صدوق ہے (توضیح الکلام ص ۶۳۵ ج ۲)
الجواب۔ سلیمان بن داؤد القزازی ثقہ ہے جو ہماری سند میں نہیں ہماری سند میں سلیمان بن داؤد
العتقی ہے جو کہ مجہول ہے۔ بہر حال یہ موضوع بہت لمبا ہے اس کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی
اگلے وقت نکالا جائے گا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ پر بہتان لگائے گئے ہیں غلط قسم کی راویوں کی
روایت امام اعظمؒ کے ذمہ لگا دی گئی ہے ورنہ فی الحقیقت امام اعظمؒ ثقہ صدوق فی الحدیث ہیں۔

باب المتفرقات یعنی مختلف چیزوں کے بارے میں

(۱) یا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور علمائے دیوبند

۔۔۔ شکر اللہ کہ اب یہ حضرات بھی اس خالص مشرکانہ ورد قرار دینے لگے ہیں لیکن ان کے

اکابرین میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی تو اسے صحیح العقیدہ اور سلیم اللہم کیلئے جائز قرار دیتے ہیں (امداد الفتاویٰ ص ۹۴ ج ۴) واور علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ اگر اسے جائز کہا جائے تو اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں اور دم کیلئے اس کے نفع اور فائدہ کو تسلیم کرتے ہیں (فیض الباری ص ۴۶۶ ج ۲) ہمیں بتلایا جائے کہ اب ان حضرات کے متعلق مؤلف احسن الکلام کا کیا فتویٰ ہے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہی وظیفہ بریلوی حضرات پر ہیں تو آپ انہیں مشرک قرار دیں لیکن اگر اس کی سند جواز دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور تھانوی صاحب دیں تو وہ پھر بھی خاتمۃ الحفاظ اور حکیم الامت قرار پائیں (توضیح الکلام ص ۴۰۲ ج ۱) الجواب مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے جنس منیر صاحب نے سوالات کیے "ایک سوال یہ تھا کہ آپ یا شیخ عبدالقادر جیلانی حیاً للہ" کہنے والے کو مشرک کہتے ہیں مولانا نے کہا دراصل بات کا تعلق نبیوں سے ہے ہم ہر شخص کو جو یہ الفاظ زبان سے نکالتا ہو مشرک نہیں کہیں گے چنانچہ آپ بھی نہیں کہیں گے۔ حالانکہ آپ نے بھی ایسے الفاظ کہے ہیں بنیادی شی کہنے والی کی نیت ہے نہ کہ الفاظ (حفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۲۲/ جنوری ۱۹۶۵ ص ۲) مضمون مولانا سید محمد داؤد غزنوی علیہ الرحمۃ۔ محمد اٹلی بھٹی۔

(۲) حضرت ابوالدرداء کا اثر: حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء فرماتے تھے۔ لا تترك قراءة فاتحة الكتاب خلف الامام جهر اولم يجهر۔ امام کے پیچھے فاتحہ کو نہ چھوڑا اگرچہ امام آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے۔

کتاب القراءة ص ۶۷، ۶۸ السنن الکبریٰ ص ۱۷۰ ج ۲) اس اثر کی سند میں ولید بن مسلم مدلس ہے اس لئے صحیح نہیں البتہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: لو ادرکت الامام وهو راكع لا حببت ان اقرأ بفاتحة الكتاب تو پسند کرتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ پڑھ لوں۔ (کتاب القراءة ص ۶۸)

اس اثر کی سند میں گو محمد بن کثیر ہے جو متکلم فیہ ہے مگر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں صدوق کثیر للغلط (تقریب ص ۴۶۸) جس سے پہلے اثر کی تقویت ہو جاتی ہے (توضیح الکلام ص ۱۵ ج ۱) الجواب: دونوں سندوں میں الاوزاعی بھی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے اور دونوں سندوں میں حسان بن عطیہ نے حضرت ابوالدرداء کا زمانہ نہیں پایا تو مدلس ہونے کے ساتھ منقطع بھی ہے۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں قال الخطیب حسان لم یدرک ابالدرداء (لسان المیزان ص ۱۳۳ ج ۱) کہ خطیب نے کہا کہ حسان بن عطیہ نے حضرت ابوالدرداء کو نہیں پایا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری اس قسم کی گری پڑی روایتوں کو ذکر کرتے ہیں اور صحیح آثار کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (۳) مؤلف خیر الکلام نے لکھا ہے کہ دارقطنی ص ۱۲۵ جلد ہند میں فافہوا کا جملہ ولا الضالین کے بعد ہے مگر سند میں محمد بن یونس ضعیف ہے (محصلاً) جس کے جواب میں مؤلف احسن الکلام لکھتے ہیں جب یہ ان کے نزدیک ضعیف ہے و پھر اس سے تعین محل کا سہارا بالکل بیکار ہے انتہائی تعجب ہے کہ صحیح ابو عوانہ اور صحیح مسلم کے ثقہ راویوں کی متابعت تو ان کے نزدیک کالعدم ہے مگر محمد بن یونس کی روایت سے تعین محل انصاف ضرور ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ (احسن الکلام ص ۲۱۵ ج ۱) مگر اس الزام میں وزن نہیں جبکہ مؤلف خیر الکلام کے نزدیک مسلم وغیرہ میں یہ جملہ شاذ اور ضعیف ہے تو ضعیف کی تعین ضعیف سے کیوں نہیں ہو سکتی (توضیح الکلام ص ۲۷۷ ج ۲) لہذا حضرت الاستاذ محدث گوندلوی نے جو فرمایا وہ بجا طور پر صحیح ہے اور صفدر صاحب کا اعتراض ناواقفی کا نتیجہ ہے (توضیح ص ۲۷۷ ج ۲)

الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے اول تو خیانت و تحریف کا ارتکاب کیا ہے مولانا صفدر صاحب دام مجد حم نے لکھا ہے مگر محمد بن یونس (جسکے بارے میں مولانا شمس الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ موضع لاجبہ تعلیق المغنی ج ۱ ص ۱۲۵) کی روایت سے تعین محل انصاف

ضرور ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ (احسن الکلام ص ۲۱۵ ج ۱) مگر مولانا اثری صاحب نے درمیانی عبارت کو کاٹ دیا ہے۔

محمد بن یونس راوی کون ہے یہ راوی الکندی ہی ہے دارقطنی کہتے ہیں تحفہ موضع الحدیث اور ابن حبان فرماتے ہیں۔ کان یضع الحدیث لعلہ وضع علی الثقات اکثر من الف حدیث وقال ابن عدی قد اتهم بالوضع (تحذیب ص ۵۴۲ تا ۵۴۳ ج ۹) کہ حدیث گھڑتا تھا شاید اس نے ایک ہزار حدیث ثقات کا نام لے کر گھڑی ہے۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں وضع حدیث کے ساتھ متعمم ہے۔ اس کا ترجمہ طویل ہے علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اس راوی کو مختلف مقامات پر وضاع اور کذاب قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ص ۱۲۸ ج ۱، ص ۱۲۹ ج ۱، ص ۱۷۷ ج ۱، ص ۲۵۳ ج ۱، ص ۳۳۱ ج ۱، ص ۳۵۹ ج ۱، ص ۳۶۹ ج ۱، ص ۳۸۷ ج ۱، ص ۲۶۱ ج ۲) تو جھوٹی اور من گھڑت روایت سے محل انصاف کی تعین کرتا ہے شرم نہیں آتی تمہارا دماغ کیوں خراب ہو گیا ہے۔ (۴) مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں اور زیادہ حیرت تو ان علمائے حنفیہ سے ہے جو روایات موضوعہ و کاذبہ اور آثار مخلقہ اور باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے عوام اور جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں (الی ان قال) کوئی جاہل کہتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والوں کے منہ میں آگ بھری جائے گی کوئی بولتا ہے پتھر بھرا جائے گا کوئی کہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے الحمد پڑھے گا وہ گناہ گار ہے و العیاذ باللہ (تحقیق الکلام ص ۱۲، ملخصاً توضیح الکلام ص ۴۳ ج ۱) الجواب: یہ آثار کاذبہ نہیں ہیں بلکہ صحیح ہے علامہ ابن عبد البر ماکفی لکھتے ہیں:

اور وہ جو عاقر اور اسوڈ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمیں پسند ہے کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے تو یہ ان سے صحیح ہے لیکن احتمال رکھتا ہے کہ یہ جبری نماز میں ہوسری میں نہ ہو۔

واما ماروی عن علقمة والا سود انهما قالا وددنا ان الذی یقرأ خلف الامام ملئنی فوه ترابا فهو صحیح عنهما لکنه یحتمل ان یکون اراد افی الجهر دون السر (تمہید ص ۱۵۱ ج ۱)

امام بخاریؒ حضرت ابن مسعودؓ کا یہی اثر انصت للامام کے الفاظ سے نقل کرنے کے

بعد امام عبداللہ بن مبارک سے نقل فرماتے ہیں:

دل ان هذا في الجهر وانما
يقرا خلف الامام فيما سكت فيه
الامام (جزء القراءة ص ۹۵ غیث
الغمام ص ۲۹)

کہ یہ قول دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم جہری نماز کے
متعلق ہے اور بے شک وہ پڑھتے تھے جب
امام آہستہ پڑھتا تھا۔

لہذا اس اثر کو سری نمازوں میں محمول کرنا خالص سینہ زوری ہے انصت کا تعلق ہی
جہری نمازوں سے ہے (توضیح الکلام ص ۷۱۸ تا ص ۷۱۹ ج ۲)

یہ ہماری اس کتاب توضیح الکلام پر ایک نظر تھی جس سے کتاب میں خیانات، تحریفات،
کذبات، تعارضات کی آپ کو واضح جھلک نظر آئے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مناظر اسلام ترجمان حقیقت علامہ حافظ حبیب اللہ بروہی کی تالیفات

90	نور انبیاء الصداوق	۱۰۰
از بیع	نور انبیاء الصداوق	۱۰۰
از بیع	حدایہ عالم کی عدالت میں صداوق	۱۰۰
از بیع	حدایہ عالم کی عدالت میں صدوم	۱۰۰
60	فخر حق بر مسائب خدا سے حق	۱۰۰
75	شراب الحق علی القول بامس	۱۰۰
از بیع	مسئلہ دفع الیہ بین پانچ سو سالہ تقریری مہر و	۱۰۰
	من قرء تقریری بر قلب الامام ہالین علامہ حبیب اللہ بروہی (حق)	۱۰۰
از بیع	ولیمہ مقلدہ امام کا ہے کسے درمیان	۱۰۰
	(الحاق حق) یعنی اندلی پر اعتراضات کے جوابات	۱۰۰
25	آربانی کے صرف تین دن ہیں	۱۰۰
از بیع	لیہ الخطر فی الحالت الوتر	۱۰۰
	حبیب القائلین علی قولہ العالمین	۱۰۰
از بیع	اعروج بالمرحوم (یعنی یہ مقلدین کی ترقی کا راز)	۱۰۰
از بیع	برہانی الحاق بواجب و جہادی الحاق	۱۰۰
10	اٹنی اجماع فی علان الخراس	۱۰۰
	نذر علیہ الخراس ہے (برہانی اعتراضات کا جواب)	۱۰۰
150	توضیح الخراس پر ایک نظر	۱۰۰